DATE LABEL

DATE LABEL

تاریخ ریختی

معہ

دیوان جان صاحب

مرتبہ

جناب مولوی سید محمد مبین صاحب نقوی الہ آبادی

عبدالواسع جعفری کے اہتمام سے

مطبع انوار احمدی الہ آباد سے چھپکر شائع ہوئی

محصول ذمہ خریدار

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گزارش احوال واقعی

اِس کتاب کی تدوین میں جو زحمتیں پیش آئیں وہ ناگفتہ بہ ہیں مگر تائید غیبی شامِل حال تھی اِس لئے اِن کے دور ہو جانے کا خداساز سامان یہ ہوا کہ ایسے معین و مددگار خلاف توقع مِلگئے جو فی زمانناً بے مثل و بے نظیر ہیں۔ کسے امید تھی کہ افضل الشعرا سید فضل الحسن حسرت موہانی اپنے کتب خانے سے مستفید ہونے کی اجازت دیں گے اور کسے خیال تھا کہ افصح الفصحا سید مسعود حسن ادیب ایم۔ اے پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی اپنے مشوروں سے سرفراز کریں گے اور اپنی کتابوں سے فیض یاب ہونے دیں گے۔ اگر ان دونوں بزرگوں سے امداد کا شرف حاصل نہوتا تو غالباً یہ کتاب اِس صورت سے ناظرین کے سامنے پیش نہ کی جاسکتی۔ خدا اِن دونوں کو جزائے خیر دے۔

چونکہ ریختی کی تاریخ نایاب ہے اور ریختی گو شعرا کا چھپا ہوا صحیح کلام آسانی سے دستیاب نہیں ہوتا اِس لئے ضرورت کا لحاظ کرکے یہ کتاب شائع کی جاتی ہے۔ اِس میں ریختی کی مفصل تاریخ بھی ہے اور ریختی گو شعرا کا کلام بھی۔ ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ اِس قسم کی اور جو کتابیں شائع ہوئی ہیں اُن سب کی کمی اس نے پوری کردی ہے اور اِس میں کوئی بات ایسی نہیں لکھی گئی جو قابل وثوق نہو۔

کچھ دن ہوئے حضرت نظامی بدایونی نے جانصاحب کا دیوان شائع کیا ہے مگر افسوس ہے کہ انھوں نے اشعار ہی میں اصلاحیں نہیں دیں بلکہ جانصاحب کے صحیح حالات بھی نہیں لکھے۔

جانصاحب کے دیکھنے والے رامپور اور لکھنؤ میں ابھی موجود ہیں خدا جانے اِن لوگوں سے حالات کیوں نہیں دریافت کئے گئے۔ اشعار میں اصلاح کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جانصاحب کے دیوان کے جو نہایت غلط نسخے چھپے ہیں اُن سے مدد لی گئی ہے اور جو لفظ سمجھ میں نہیں آیا اُس کی جگہ دوسرا لفظ لکھوا دیا ہے جیسا اِن اشعار سے ثابت ہوتا ہے۔

(نظامی) نہ پھینکا ڈھیلا نہ کھنکارے چپ چلے آئے ٭ کسی کے گھر میں کوئی بے خطر نہیں آتا
(صحیح) نہ پھینکا ڈھیلا کھنکارے نہ چپ چلے آئے ٭ کسی کے گھر میں کوئی بے خطر نہیں آتا
نوٹ۔ کھنکارے میں نون کا اعلان بالکل غلط ہے۔

(نظامی) سب ہستی تجھی سیفو کی جس وقت کھلے جوہر ٭ اک اِس کی حماقت پر فولاد بہت سویا
(نظامی) سب سنتے تھے سیفو کو جس وقت کھلے جوہر ٭ اک اِس کی حماقت پر فولاد بہت رویا
(صحیح) سب ہنستے تھے سیفو کو جس وقت کھلے جوہر ٭ اک اِس کی حماقت پر فولاد بہت رویا
نوٹ۔ رویا اور ہنستے تھے کا تقابل ظاہر ہے۔ اور ہستی تجھی بے معنی ہے۔

(نظامی) کھلا جنگل میں آ کے حال اِن چڑیوں کے بچوں کا ٭ ہر اک عاشق کو دیتی ہیں یہ پرسا اپنے مجنوں کا
(صحیح) کھلا جنگل میں آ کے حال اِن چڑیوں کی جوں جوں کا ٭ ہر اک عاشق کو دیتی ہیں یہ پرسا اپنے مجنوں کا
نوٹ۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ بچوں کو کیوں زحمت دی گئی ہے۔ وہ عاشق کو پرسا کیونکر دے سکتے ہیں۔ اِس کا خیال بھی نہیں کیا گیا کہ غزل میں جتنے قافیے ہیں

یں واؤ معروف سے ہیں۔ واؤ مجہول سے کوئی نہیں۔ اِس لئے بچوں جو
واؤ مجہول سے ہے قافیہ نہیں ہو سکتا۔

(نظامی) مصری اجی لائی ہے مزا چکھ کے تو سمجھو ÷ کھیجوں گی رساول ہی اسے کھیر نہ کہنا
(صحیح) مصری اجی لائی ہے مزا چکھ کے تو سمجھو ÷ بیجوں گی رساول ہے اسے کھیر نہ کہنا

نوٹ غالباً بیجوں کی رساول سے واقفیت نہیں اس وجہ سے شعر مہمل ہو گیا

(نظامی) ماں کا لازم ہے تم کو باپ کا پاس — میں ہوں جورو کرو نہ میرا پاس
(صحیح) تمکو لازم ہے باپ ماں کا پاس — میں ہوں جورو کرو نہ میرا پاس

نوٹ۔ پہلے مصرع میں کا کے دب جانے سے قافیہ غلط ہو گیا اور کیپاس نے فصاحت کا خون کر دیا۔

(نظامی) جب سے عاشق ہوں مجھ نگوڑی کو — کیا بڑے مولوں بیچتا ہے عشق
(صحیح) جس پہ عاشق ہوں بی نہ کوڑی کو — کیا بڑے مولوں بیچتا ہے عشق

نوٹ۔ پہلے مصرع میں نگوڑی غلط ہے۔ نہ کوڑی چاہئے۔ بڑے مولوں کے مقابلے میں کوڑی کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جسے کوڑی کو بھی نہیں پوچھتے اگر اس پر عاشق ہو جاتے ہیں تو اس کی قدر بڑھ جاتی ہے۔

(نظامی) دیکھوں گی تماشا کہو دریا تو سے جا کر — آنے دو نہ ٹو کو انھیں زنہار نہ ٹو کو
(صحیح) دیکھوں گی تماشا کہو دربانوں سے جا کر — آنے دو نٹوں کو انھیں زنہار نہ ٹوکو

نوٹ۔ شاید نٹوں کا تماشا نہیں دیکھا اِس لئے یہ اصلاح دی ہے۔

(نظامی) آج کیا جانے دیکھی ہے دُنیا — کچھ تو چونڈے یہ ہے کرم ٹھہرے
(صحیح) آج کیا جاتی دیکھی ہے دُنیا — کچھ تو چونڈے یہ ہیں کرم ٹھہرے

نوٹ۔ غالباً یہ معلوم نہیں کہ آج کیا جاتی دُنیا دیکھی ہے ایک محاورہ ہے

(نظامی) بی ستارہ نے پہیلی کیا کہی نایاب ہے — چاند تو بگلا ہے اور سورج بو اُسر خاب ہے

(صحیح) بی ستارہ جان نے پھبتی کہی نایاب ہے — چاند تو بگلا ہے اور سورج بو اُسر خاب ہے

نوٹ۔ پہلے مصرع میں پہیلی کے کچھ معنی نہیں پھبتی چاہئے۔

طول کے خیال سے انھیں چند اغلاط پر اکتفا کی جاتی ہے۔ اگر جملہ اصلاحیں لکھی جائیں تو ایک پوری کتاب ہو جائے۔

ان نقائص کے اظہار کے بعد اس کا اعتراف بھی ضروری ہے کہ نسخہ نظامی سے جا بجا ہم نے مدد لی ہے اور اسی کے اغلاط دیکھ کے ہمارے دل میں تصحیح اور اس کتاب کی تدوین کا خیال پیدا ہوا تھا۔ مجالس رنگین کے جو اقتباسات اس کتاب میں دئے گئے ہیں ان کے واسطے افصح الفصحا سید مسعود حسن ادیب کا شکریہ بھر ادا کیا جاتا ہے کیونکہ اگر وہ مجالس رنگین شائع نہ کر دیتے تو ریختی کے متعلق بعض نہایت ضروری باتیں معلوم نہ ہو سکتیں۔

حقیر محمد مبین نقوی

الہ آباد۔ محلہ چک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

ریختی کی تاریخ

اللہ اللہ وہ بچّہ بھی کیسا بلند اقبال ہو گا جو شاہجہانی بازار میں پھرتا ملے۔ شعرا اُسے اُٹھالیں۔ علما اُس کے اتالیق بنیں۔ شاہ اور وزیر اس کی ناز برداری کریں۔ سب عورت مرد اسے ایسا چاہنے لگیں کہ دونوں اپنے اپنے طور پر بولنا سکھائیں اور جب زبان صاف ہو چلے تو اسے اپنی تصنیف و تالیف کا مالک قرار دیں۔ پردیسیوں سے سابقہ پڑے تو وہ بھی ایسے فریفتہ ہو جائیں کہ تُتلا تُتلا کے اسی کی بولی بولیں اور نئی نئی چیزیں دکھا کے اسے نئے نئے نام نئی نئی باتیں بتائیں۔ یہ وہی بچّہ ہے جس کا نام پہلے تو ریختہ رکھا گیا تھا مگر اب اُردو ہو گیا ہے۔ میر و سودا کے زمانے تک شاعر یہ سمجھتے تھے کہ اس کی نشو و نما مردوں میں ہوئی ہے عورتوں نے اس کی پرورش نہیں کی مگر بعد کو سعادت یار خاں رنگین نے اپنے دوست انشاء اللہ خاں انشا کے مشورے سے اس غلط فہمی کا پردہ فاش کر دیا اور شاہوں شہزادوں کے بھرے درباروں میں کھلم کھلا راز کی وہ باتیں کہہ دیں جن سے صاف ثابت ہو گیا کہ اگر اس کی تعلیم مردوں میں ہوئی ہے تو تربیت عورتوں میں۔ بعضوں کا یہ خیال بھی تھا کہ اِس پر عنائتیں

صرف دہلی والوں نے کی ہیں مگر جاننے والوں نے پتے کی کچھ ایسی باتیں بتائیں جنھوں نے ظاہر کر دیا کہ اُن سے بڑھ کے اِس کے مربی لکھنؤ والے ہیں بلکہ رامپور اور حیدر آباد دکن کے سرپرستوں نے بھی اس پر کچھ کم مہربانیاں نہیں کی ہیں - یہ باتیں کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتی تھیں اس لئے کہنے والے نے کہہ دیا :-

جسے کہتے ہیں اُردو ہے وہ لشکر ۔۔۔ سنی باتیں جو لشکر کی زباں سے
اسی کا نام اُردو ہو گیا ہے ۔۔۔ کوئی منکر نہیں میرے بیاں سے
ہوئی جب چھاؤنی دہلی میں آ کے بی ۔۔۔ وہاں لوگ آ گئے سارے جہاں سے
ہوا ہر قوم کے لوگوں کا مجمع ۔۔۔ کوئی کابل کوئی مازندراں سے
عرب تھا کوئی اور کوئی عجم تھا ۔۔۔ کوئی شیراز کوئی شیرواں سے
جو کیں آپس میں اِن لوگوں نے باتیں ۔۔۔ تو اُردو کی زباں نکلی یہاں سے
زباں یا سمت بجا بھونا ہوا تھا ۔۔۔ کہ گرما گرم آیا ہو دکاں سے
نمک مرچیں ملیں وہ لکھنؤ میں ۔۔۔ کہ اب تک رال بہتی ہے زباں سے
وہ اُردو تھی کہ اک لکڑی کا چیلا ۔۔۔ نہ نکلے جس کے کانٹے باغباں سے
خرادا لکھنؤ والوں نے اس کو ۔۔۔ تمھیں کیوں فخر تم لائیں کہاں سے
مری جاں لکھنؤ والوں کے آگے ۔۔۔ بہت مشکل ہے کچھ کہنا زباں سے
زباں کے خلد کی ہے حور عورت ۔۔۔ اگر ہو لکھنؤ کے بوستاں سے
زباں کے ملک کا سکہ ہے عورت ۔۔۔ انوکھا ہے چلن سارے جہاں سے
زباں کا فیصلہ ہے عورتوں پر ۔۔۔ یہ باتیں مرد سے لائے کہاں سے
زباندانی ہے حصہ بیگموں کا ۔۔۔ زنانے گیا زباں کوئی زباں سے

(عابد مرزا بیگم لکھنوی)

جب یہ بات متحقق ہوگئی کہ ریختے پر عورتوں کے حقوق بھی ہیں تو سب سے پہلے ۱۷۹۶ء اور ۱۸۱۳ء کے درمیان رنگین نے زنانے خیالات عورتوں کے مخصوص الفاظ میں نظم کیئے اور ایسے اشعار کا نام ریختی رکھا بعضوں کا خیال ہے کہ ریختی کا موجد ہاشمی تھا جو عادل شاہی زمانے کا ایک پرانا شاعر ہے مگر یہ خیال صحیح نہیں کیونکہ اس نے ہندی شاعری کے تتبع میں عورت کو مرد کا عاشق قرار دے کے اظہار عشق کیا ہے اس کے یہاں نہ تو عورتوں کے مخصوص خیالات ہیں نہ الفاظ اور محاورات جیسا اس کے اس شعر سے ثابت ہوتا ہے سہ

رضا گر مجھکوں دیتے ہو کروں گی گھر میں جا وارد
اگر مجھ ہووے گی فرصت صبح پھر آؤں گی چھوڑو

رنگین کی تقلید انشا نے بھی کی۔ اُنھوں نے صرف وہی معاملات نظم کئے اور وہی الفاظ و محاورات استعمال کیئے جو عورتوں کے لیئے مخصوص ہیں۔ چونکہ رنگین اور انشا دونوں اپنے سرپرستوں کے واسطے مذاق کا سامان مہیا کرنا چاہتے تھے اس لیئے اصول شاعری کو تو مدنظر رکھتے تھے مگر اخلاق سے اکثر و بیشتر قطع نظر کر لیتے تھے۔ یہی سبب ہوا کہ اعلیٰ طبقے کے خیالات کم اور ادنیٰ طبقے کے زیادہ نظم ہوئے۔ جیسا ان اشعار سے ثابت ہوتا ہے۔

رنگین

آج فرصت نہیں کل رات کی ٹھہرا کے اُٹھو
بات بندی سے ملاقات کی ٹھہرا کے اُٹھو

صبح کو اُٹھ کے جو تم گھر کو اجی جاؤ گے — یہ تو فرماؤ بھلا پھر بھی کبھی آؤ گے

میں تو وہ اوڑھنے کی نہیں کل کی اوڑھنی — باجی مجھے اوڑھا دو جھلا جھل کی اوڑھنی

برسات اس کو کہتے ہیں جی جس بہار میں — سر پہ ہوا کے ہوتی ہے بادل کی اوڑھنی

پہنچی لچک کمر کو ارے لوگو دوڑیو — کوئے ٹلک جو سر سے اجی ڈھلکی اوڑھنی

بھاری نبت منگا دے کہ یہ نگھین لگاؤں میں — سر پر مرے ٹھہرتی نہیں ہلکی اوڑھنی

انشا

چبھتی ہے یہ نگوڑی مسلسل کی اوڑھنی — لا دے وہی دوا مجھے ململ کی اوڑھنی

بن سر ڈھپے ہوئے تجھے کیا چاہیئے بھلا — بوٹے سے قد پہ اس بڑے آنچل کی اوڑھنی

کو کاجی دیکھو میری دوگانا یہ کیا بھبی — پشواز اودی اور جھلاجھل کی اوڑھنی

اس اودی اوڑھنی کی نو گاتی نہ باندھیو — بن جائے گی یہ کوٹھری کاجل کی اوڑھنی

انشا کے سونگھنے کے لئے اُن نے بھیج دی — جالی کی کرتی اور وہی ہلکی اوڑھنی

یہ اتفاق ہے نہ بنے یا بنی رہے — ہر آدمی کو چاہیئے دل تو غنی رہے

روٹھی ہوئی ہے وہ تو گئی پر یہ سچ ہے — یہ کیونکہ ہو کہ یوں ہی بنے تو منی رہے

مانگوں گی آدھی رات کو سر کھول کر دعا — آئین کے کہنے کے لئے اور اک جنی رہے

نواب دولھا شیر بہادر وزیر کی — جم جم سے پلکوں پلکوں میں نت روشنی رہے

دولت بنی ہے اور سعادت علی بنا — یارب بنے بنی میں ہمیشہ بنی رہے

قائم رہے وہ چاند سا مکھڑا جہان میں — اس کا بُرا جو چیتے اُسے جانکنی رہے

جم جم وہ آنکھ اس کی جو برچھی سی تیز ہے
دشمن کے دل میں چبھتی اسی گی انی رہے
ہمت کبھی نہ ہاریئے انشاؔ یہ چاہیئے
جو بات دل میں ٹھن گئی بس وہ ٹھنی رہے

رات بھر اپنا ترستا ہی رہا جی باجی
اب تو نوبت بجی اُٹھو اجی باجی باجی
صدقے آواز کے تیرے جو پکارا میں نے
تو عجب شان سے کچھ تو نے کہا جی باجی
ہے سلیقہ تجھے اتنا کہ نظر آتی ہے
پادشہزادی ترے سامنے پاجی باجی
لے لو اس کوٹھری میں میرے ڈرانے کے لئے
اک عبا اوڑھ کے بن بیٹھے ہیں حاجی باجی
کر دیا تو نے خفا مجھ سے مرے انشاؔ کو
تیری یہ طرح کرے شوخ مزاجی باجی

اللہ کرے سلامت جم جم رہے یہ بیڑا
ہے جس کے دم قدم سے دنیا کا سب بکھیڑا
بندی کی دشمنی میں ناحق جو ہوں الٹی
لگ جائے ان کے منہ پر از غیب کا تھپیڑا
باجی سے ابھی ہنس کر کل وہ پری یہ بولی
کیوں تم نے میرے انشاء اللہ خاں کو چھیڑا

انشاؔ نے یہ اشعار کہہ تو دیئے مگر جس بداخلاقی کی تعلیم ان سے ہوتی تھی اس کا علم بھی انھیں تھا کیونکہ دریائے لطافت میں مزاحاً لکھتے ہیں کہ طہماس بیگ خاں کے بیٹے سعادت یار خاں نے ریختے سے ریختی نکالی ہے تاکہ اسے پڑھ کے بہو بیٹیاں مشتاق ہوں۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ دہلی میں عالی گوہر شاہ عالم عالمگیر ثانی شہنشاہ اور لکھنؤ میں یمین الملک سعادت علی خاں نواب وزیر تھے۔ شاہ عالم بوڑھے ہو چکے تھے اور

اِن کو غلام قادر روہیلے نے نابینا کر دیا تھا اِس لئے وہ محض برائے نام بادشاہ تھے۔ نہ دولت رکھتے تھے نہ حکومت مگر شاعر تھے اور آفتاب تخلص کرتے تھے اِن کا یہ قطعہ بہت مشہور ہے۔

صبح اُٹھ جام سے گزرتی ہے شب دل آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے اب تو آرام سے گزرتی ہے

نوبت یہ پہنچی تھی کہ جس جگہ سیکڑوں ناامیدوں کی امیدیں بر آیا کرتی تھیں اب وہاں ہزاروں زن و مرد بیکار بیٹھے اللہ سے مرادیں مانگ رہے تھے۔ جہاں پہلے ہُن برستا تھا اب وہاں حسرت برس رہی تھی۔ ملک پر تو ایسٹ انڈیا کمپنی قابض ہو گئی تھی۔ اب اگر بادشاہ بے ملک کا قبضہ کہیں تھا تو صرف رعایا کے دلوں پر تھا۔ قلعہ کی حالت ابتر تھی۔ تو نہالانِ سلطنت کو گل و بلبل اور سرو و قمری کی خیالی داستانوں سے عشق تھا۔ چونکہ یہ بات ذہن نشین تھی کہ عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے اس لئے وہ اپنی زندگی کا مقصد صرف یہ سمجھتے تھے کہ ہر ممکن طریقے سے حسن پرستی کریں۔ بہتیرے مردوں اور عورتوں نے یہ پیشہ اختیار کر رکھا تھا کہ دور دراز ملکوں سے خوبصورت لڑکیاں لاتے اور محل کی عیش پرستیوں کا لطف بڑھاتے۔ تعلیم کا کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ عربی صرف انھیں بچوں کو پڑھائی جاتی جن کے والدین دیندار ہوتے۔ مگر اس تعلیم میں ایک بڑا نقص یہ تھا کہ قواعد عربی کی طول طویل کتابیں پندرہ سولہ برس تک رٹانے کے بعد فقہ و حدیث و منطق و فلسفہ پڑھانے کی نوبت آتی جس کا نتیجہ اکثر یہ ہوتا کہ طلبا قواعد پڑھتے

پڑھتے اُکتا جاتے اور ادب کی کتابیں شروع کرنے سے پہلے ہی مکاتب کو خیرباد کہہ دیا کرتے اور ان پر شیخ سعدی کا یہ قول صادق آجاتا۔

نہ محقق شد و نہ دانشمند   چارپاے بر وکتابے چند

جو طلبا استقلال سے تحصیل علم کر لیتے تھے وہ اکثر اپنے علم و فضل کے اعتبار سے ملک و قوم کے فخر ہوا کرتے تھے۔ اِن سے جہانتک ہو سکتا تھا احقاقِ حق و ابطال باطل میں ساعی ہوتے تھے مگر ان بیچاروں کی سعی زیادہ تر ناشکور ہوتی تھی۔ البتہ فارسی خوب پڑھائی جاتی تھی۔ چونکہ سرکاری دفاتر فارسی میں تھے اور خط و کتابت بھی فارسی ہی میں ہوتی تھی اس لئے لوگ ضرورت وقت کا لحاظ کر کے مجبوراً یہ زبان حاصل کرتے مگر مصیبت یہ تھی کہ سوا گلستاں و بوستاں کے جتنی کتابیں درس میں داخل تھیں قریب قریب سب حُسن و عشق کی داستانوں سے مملو تھیں۔ اِن کتابوں میں شاعرانہ تخیل نے جو سحر سازی کی ہے اس کا یہ اثر ہوتا تھا کہ شروع ہی سے وہ عاشق مزاج بن جاتے تھے اور حُسن و عشق کے خلاف قیاس معاملات کو بالکل ممکن الوقوع سمجھنے لگتے تھے اور جب فارغ التحصیل ہو کے مکتب سے نکلتے تھے تو انھیں فوق العادت باتوں کے خواہشمند رہتے تھے۔ بعض گھروں میں یہ دستور بھی تھا کہ علم مجلس حاصل کرنے کے واسطے کمسن بچّے زنان بازاری کے کوٹھوں پر بھیج دئے جاتے تھے جہاں وہ یہ علم تو حاصل کر لیتے تھے مگر ایسی باتیں بھی سیکھ جاتے تھے جو ہمیشہ علم اخلاق کی جانی دشمن ثابت ہوئی ہیں۔ یہ کیفیت خواص کی تھی عوام کی مذہبی اور اخلاقی حالت بہت اچھی تھی۔ باوجود اس کے کہ بادشاہ

کی شان و شوکت اور عظمت کا خاتمہ ہو چکا تھا پھر بھی عوام کی نظروں میں
اِن کی وقعت کم نہیں ہوئی تھی وہ انھیں اپنا اسلامی سردار۔ قومی پیشوا اور
ظل اللہ سمجھتے تھے۔ یہ لوگ مذہبی مراسم نہایت خلوص اور عقیدت سے
بجالاتے تھے اور ضرورت کے وقت مذہب پر جانیں قربان کر دیا کرتے تھے
اگرچہ اِن میں علم کی کمی تھی مگر علما کی قدر و منزلت جیسی چاہئے ویسی کرتے
تھے۔ اُس وقت اُردو میں نہ تو کتابیں زیادہ لکھی جاتی تھیں نہ اُردو میں لوگ خط و
کتابت کرتے تھے مگر عوام و خواص دونوں اسے اپنی زبان سمجھنے لگے تھے
اور اس کو ترقی دینے کے واسطے پوری پوری کوششیں کر رہے تھے۔ اُن کے
نزدیک زبان کی اصلاح و توسیع صرف مشاعروں سے ہوتی تھی جن میں مشکل
طرحیں کی جاتی تھیں۔ شاعروں کا دل بڑھانے کے واسطے بُرے سے بُرے
شعر پر بھی تعریفوں کا پُل باندھ دیا جاتا تھا اور محفل میں کوئی کسی پر اعتراض
کرتا تو اُسے سخت بدتہذیبی سمجھتے تھے۔ مشاعرے عوام بھی کرتے تھے اور قلعے میں
بادشاہ اور شہزادوں کے یہاں بھی ہوتے تھے۔ اُس وقت دہلی کا بچّہ بچّہ
شاعر تھا۔ شاعری میں فارسی کا تتبع کیا جاتا تھا اور فارسی کی نازک خیالیاں
اُردو میں پیدا کرنے کی کوشش ہو رہی تھی میر محمد تقی میر۔ مرزا محمد رفیع سودا
اور خواجہ میر درد اُستاد مانے جا رہے تھے۔ میر صاحب کے دردناک عاشقانہ
اشعار اور میر درد کے تصوف سے لوگ متاثر تو ہوئے تھے مگر سوسائٹی کا مذاق
کچھ اور چاہتا تھا اس لئے مرزا سودا نے محفلوں کا رنگ دیکھ کر ہجویں
کہیں۔ اِن سے کچھ دیر کو چہل پہل تو ہو گئی مگر ذاتی حملوں کی وجہ سے

لوگ انھیں کھلم کھلا پڑھ نہ سکتے تھے۔ اِس کا لحاظ کرکے بعض لوگ مطائبات کی طرف متوجہ ہوگئے اور اپنی نظم کو ہزل بروزن غزل کہنے لگے حالانکہ یہ لفظ ہزل بروزن فضل ہے اس رنگ میں جعفر زٹل پہلے مشہور ہو چکے تھے جن سے یہ اشعار یادگار ہیں ؎

دیکھیے اس فلک کی بیدادی ۔۔۔ پہلے دادا مرا تو پھر دادی
گھر کو جعفر کے کر دیا ویران ۔۔۔ ایک بڑھیا تھی وہ بھی لڑھکا دی

کشتیِ جعفر زٹلی در بھنور افتادہ است ۔۔۔ ڈگمگو ڈگمگو می کند بایک توجہ پار کن

جو آشنا وعدہ کرے وعدے سے وہ جھوٹا پڑے ۔۔۔ للّو پتو کا دم بھرے بر روئے او پھٹکار بہ
جو نار لچکے چال میں مسکی بھرے ہر حال میں ۔۔۔ کالا تو کچھ ہے دال میں بر گردنش تلوار بہ
جس کی لڑاکی ساس ہو پر بغض چوں خناس ہو ۔۔۔ کب نیند اس کے پاس ہو اس گھر سے گنگا پار بہ

اب زبان کے کسی قدر صاف ہوجانے سے وہ باتیں تقویم پارینہ ہو چکی تھیں اس لئے میر غلام حسین ضاحک نے اصول شاعری کو مدنظر رکھ کے ہزل میں ایک خاص کیفیت پیدا کی ہے ان کے کلام کا نمونہ یہ ہے ؎

یا ایہا التلانکہ کرد جھلانکہ ۔۔۔ کل توپچی پرابیہ فرد بکا سرہ

مگر اس قسم کے اشعار میں تخیل کی شان ایسے تکلف سے دکھائی جاتی تھی کہ دل کے اصلی اور حقیقی احساسات اور جذبات جیسے ظاہر ہونا چاہئے ویسے نہ ہوتے تھے۔ لوگ تو یہ چاہتے تھے کہ اشعار دل کی ترجمانی کریں مگر تصنع مانع

آتا تھا لہذا یہ دیکھ کے کہ عورتوں کی زبان میں لوچ ہوتا ہے اور ان کے اکثر خیالات مردوں کو بھلے معلوم ہوتے ہیں اور یہ تسلیم کر کے کہ ان کی زبان بھی ٹکسالی ہے اور ان کے مخصوص محاورات کو بھی جزو زبان بننے کا حق حاصل ہے۔ شاعروں کو شگوفہ ہاتھ آیا۔ میاں رنگین نے بسم اللہ کی اور ریختی کا ایک دیوان کا دیوان مرتب کر ڈالا جس میں قصیدہ و مثنوی و فرد و رباعی و قطعہ و مخمس و مستزاد وغیرہ سب ہی کچھ ہے جیسا وہ خود مجالس رنگین میں تحریر کرتے ہیں کہ

در عظیم آباد کہ میلہ کھاٹون می شود و آن تمام مردم وضیع و شریف و زن و مرد در باغہا رفتہ چند روز می مانند و رقص و تماشا می بینند۔ بندہ را کہ از چندیں صاحبان آنجا ربط شدہ بود باہم در سیر کھاٹون بہ باغہا رفتہ گلگشت می نمودم بمکانیکہ نواب شجاع قلی خاں ولد نواب منیر الدولہ نشستہ بودند۔ رد بروے اوشاں امام بخش بھانڈ کہ در شوخی رقص و خواندن آفت زمانہ بود و نقلہائے عجیب عجیب می کرد۔ بھانڈ مذکور بخدمت نواب عرض نمود کہ غزل ریختہا بسیار شنیدہ اند۔ اگر حکم شود ریختی بخوانم۔ فرمودند ریختی چہ معنی دارد۔ عرض کرد کہ رنگین نام شاعرے در شاہجہان آباد دریں ایام ایجاد کردہ است یعنی بزبان بیگمات غزلہا گفتہ ریختی نام نہادہ است۔

ٹیس پیڑو میں اٹھی اوہ مری جان گئی ‏ ‏ ‏ ‏ مت ستا مجکو دگانا ترے قربان گئی

اشخاصان کہ دراں تماشا ہمراہ بندہ بودند پرسیدند کہ ایں تصنیف ایشان است۔ گفتم بلے یک دیوان گفتہ ام مع قصیدہ و مثنوی و فرد و رباعی و قطعہ و مخمس و مستزاد۔ بسیار خندیدند۔ القصہ نظر نواب صاحب برما افتاد و طلبیدہ بہ تواضع پیش آمدند و نزد خود جا دادند و از بندہ فرمودند کہ ایں ریختی ایجاد

ایشان ست۔ گفتم بلے امام بخش را طلبیدہ بہ بندہ گفتند کہ کدام غزل ریختی دیگر بخوانید۔ غزل خواندم ؎

مجھ پہ طوفان نہ لے جاہ کا چل دور ددا — جھوٹ سے منہ کا ترے جائے کا اُڑ نور ددا

ایں غزل نویسانیدم امام بخش عرض کرد اعتبار نیست شاید کسے دیگر باشد غزل تازہ ہمیں وقت بگویند فی الفور ایں غزل گفتم ؎

شکل جو آپ کی یاد آتی ہے — تو اجی روح نکل جاتی ہے
وہ تو ہوتی نہیں ہے ہے کمبخت — بات جو دل کو مرے بھاتی ہے

تعجب ہوتا ہے کہ تذکرۂ گلستان سخن میں جو ۱۲۷۱ھ میں مرزا قادر بخش بہادر صابر نے اپنے نام سے چھپوایا تھا اور جس کی بابت بعضوں کا یہ خیال ہے کہ ستر روپیہ دے کے شیخ امام بخش صہبائی سے لکھوایا تھا۔ رنگین کے حال میں یہ تحریر کیا گیا ہے۔

"دیوان دوم کے دیباچے میں کہ زبان اُردو میں اس رنگین نگار چابک رقم کا لکھا ہوا ہے۔ ریختی کو اپنا ایجاد بیان کیا ہے۔ راقم کے عندیے میں تو ادعائے محض ہے اس واسطے کہ انشاءاللہ خاں سے بہت سی ریختیاں مشہور اور السنہ عوام پر مذکور ہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ اس ظریف الطبع شوخ مزاج نے ابیات ریختی کو ریختے کا قصر تصور کر کے اسی شبستان میں اپنا گھر بنا لیا تھا اور اس کی ریختی نے اس قدر شہرت پائی تھی کہ انشاءاللہ خاں کی ریختی اہل روزگار کی خاطر سے فراموش ہو گئی تھی۔ اگر راقم سے پوچھئے تو انشاءاللہ خاں نے ریختی کی اوّل بنا ڈالی۔ اس معمار سخن نے اس کو بلند بلکہ تمام کیا۔"

اور اسی تذکرے میں مرزا علی بیگ نازنین کے حال میں یہ لکھا گیا ہے۔

"زبانِ اُردو میں اوّل ریختی کا رواج انشاءاللہ خاں انشاؔ تخلص نے دیا ہے اور اس کے بعد سعادت یار خاں رنگین نے خواہ اس سبب سے کہ ان کی طبیعت کو خود اس صنف کلام کی طرف التفات[1] تھی خواہ انشاءاللہ خاں کے اثرِ صحبت سے اس نظم میں ایسی زبان آوری کی کہ گویا اس کو اپنا شعار کر لیا۔"

جب رنگین خود ریختی کو اپنا ایجاد قرار دیتے ہیں جیسا مجالس رنگین کی عبارت منقولہ بالا سے ثابت ہوتا ہے اور انشاء اللہ خاں انشاؔ بھی انہیں کے دعوے کی تائید کرتے ہیں جیسا دریائے لطافت کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے جو غفرِ مہ غلینی ویائی کے جواب میں اس طرح لکھی گئی ہے۔

سعادت یار خاں رنگین نے "غینجتے کی تیئں چھوڑ غ ایک غینجتی ایجاد کی ہے اس واسطے کہ بھنے آدمیوں کی بہو بیٹیاں پھکغ مشتاق ہوں۔"

(یعنی ریختے کی تیئں چھوڑ کر ایک ریختی ایجاد کی ہے اس واسطے کہ بھلے آدمیوں کی بہو بیٹیاں پڑھ کر مشتاق ہوں) -

تو مؤلف گلستان سخن کی رائے قابل اعتنا نہیں بلکہ اس پر مدعی سُست وگواہ چُست کا قول صادق آتا ہے۔

رنگین نے صرف ریختی کا دیوان ہی مرتب نہیں کیا تھا بلکہ ریختی کہنے والے شاگرد بھی بنائے تھے جیسا مجالس رنگین کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

شخصے از عالم نسا بیغم تخلص (آدم بیگم نام) دارد در مزاج آن شوخی بکمال ست روزے چند غزل برائے اصلاح فرستادہ وچند غزل ریختی ازیں جانب

---

[1] التفات مذکر ہے۔

طلبیدہ بود- بندہ ایں غزل فرستادے

ٹیس پڑی وہیں اُٹھی اُدی مری جان گئی — مت ستا مجکو دکھا نا ترے قربان گئی
تجھ سے جب تک نہ ملی تھی مجھے کچھ دکھ ہی نہ تھا — ہائے ملتی جو ہوں تری بات کو کیوں مان گئی

وجملہ غزل در دیوان ست - درجواب ایں غزل ازراہ شوخی نوشتہ فرستادے

کبھو کہتا ہے تو دل اور کبھو جان گئی — جھوٹی باتیں ہیں مری جان یہ میں جان گئی
ہیجڑا بن کو ذرا چھوڑ کے مردی پکڑو — کچھ یہ بولی ہے کہ اے اودی مری جان گئی
جی میں کچھ اور نہ لے جائیو واری تیرے — تو تو شاعر ہے بڑا میں تجھے پہچان گئی
تیر کی طرح تری بات مرے جی کو لگی — تری رنگینی پر ان شعروں کے قربان گئی
جان بیگم کو تو بس اپنی ہی لونڈی رنگین — صدقے ہر دم ترے واری ترے ہر آن گئی

ہر گاہ ایں غزل نوشتہ بہ بندہ فرستاد ہماں وقت بر پشت آں در جواب نوشتہ فرستادم

کس نے لکھا تھا تمہیں دل گیا و جان گئی — مجکو کیوں لکھتی ہو تم میں تجھے پہچان گئی
ہیجڑا مجکو جو کہتی ہو خبردار رہو — وقت پر کیجیو یہ لبں کر ترے قربان گئی
جس کو کہتا ہوں اسے دیتا ہوں سو دی خرچی — نخرا پھر کر کے میں کہتا ہوں مری جان گئی
پڑھ کے اس شعر کو تیرے تو ہوا تھا میں خفا — کچھ بھی بولی ہے کہ اے اودی مری جان گئی
پر وہیں ہنس پڑا جب میں نے پڑھا یہ مصرع — تیری رنگینی پہ ان شعروں کے قربان گئی

رنگین شاہ حاتم کے شاگرد تھے۔ ایسے مشاق تھے کہ شعر برجستہ کہتے تھے۔ اگر کسی کے کلام میں غلطی دیکھتے تو فوراً ٹوک دیتے بلکہ اصلاح بھی دیدیتے تھے۔ ایک دن اُن کے اُستاد نے اپنے شاگردوں کے سامنے اپنا یہ مطلع پڑھا ے

سر کو پٹکا ہے کبھو سینہ کبھو کوٹا ہے — رات ہم [illegible] دولت سے مزا لوٹا ہے

رنگین نے سُنا تو کہا استاد دوسرا مصرع یوں [illegible] ع

ہم نے شب ہجر کی دولت سے مزہ لوٹا ہے۔

شاہ صاحب کی بزرگی کے لحاظ سے اِن کی یہ گستاخی لوگوں کو اچھی نہ معلوم ہوئی مگر شاہ صاحب نے بڑی تعریف کی اور کہا میں اپنے دیوان میں یہ مطلع اُسی طرح لکھاؤں گا جس طرح تم کہتے ہو۔ رنگین گھوڑے کی سوداگری میں مختلف مقامات کا سفر کرتے رہتے تھے۔ کلکتہ تک پہنچ جاتے تھے۔ ایک دفعہ کچھ نقصان ہوا تو سوداگری چھوڑ کے شاہزادہ مرزا محمد سلیمان شکوہ سلیمان کی سرکار میں ملازمت کرلی۔ یہ شہزادے محمد اکبر شاہ بادشاہ دہلی کے سگے بھائی تھے۔ دہلی سے جب لکھنؤ آئے تھے تو نواب آصف الدولہ نے ان کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت بڑے پس و پیش سے دی تھی اور نواب گورنر جنرل کے بہت کہنے سننے سے چھ ہزار روپیہ ماہوار ان کے واسطے مقرر کردئے تھے۔ ان کے کلام کا نمونہ یہ ہے

دل اب تو عشق کے دریا میں ڈالا   توکلت علی اللہ تعالےٰ

نفخت فیہ من الروحی کے دم سے   ہمیں دم آپ نے دے کر نکالا

جان دی راہِ محبت میں الٰہی صد شکر   بات جو ہم نے کہی تھی سو نباہی صد شکر

زخم کھا کر جو میں تڑپا تو لگا یوں کہنے   اچھا اچھا تو تڑپ کر مری تلوار کو توڑ

ہٹ بے گر دل ہی پڑا اُس کی تو سلیماں دے ڈال   ایک دل کے لئے مت خاطر دلدار کو توڑ

جبہ سائی کا نشاں جائے جبیں سے کیونکر   کوئی تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتا ہے

انھیں کی ملازمت میں انشاء اللہ خاں انشا اور شیخ قلندر بخش جرأت بھی تھے۔ کچھ دن نوکری کرنے کے بعد رنگین ملازمت سے کنارہ کش ہو کے دہلی واپس چلے گئے۔ انشاء اللہ خاں انشا ان کے بڑے دوستوں میں تھے شہزادۂ موصوف کے خوش کرنے کے واسطے دونوں شاعر ریختی اکثر کہا کرتے تھے اس ملازمت کی بابت مجالس رنگین میں وہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ

در لکھنؤ بندہ و برادر انشاء اللہ خاں در سرکار مرشد زادہ آفاق مرزا محمد سلیمان شکوہ کہ سلیمان تخلص می فرمایند ملازم بودیم۔ باہم آں قدر دوستی و اخلاص داشتیم کہ در تحریر نمی آید۔ چنانچہ ایں شعر انتخاب است کہ در حق بندہ فرمودہ بودند ؎

عجب رنگینیاں ہوتی تھیں جب باتوں میں اے انشا
ہم مل بیٹھتے تھے جب سعادت یار خاں اور ہم

کلام رنگین

قطعہ ۱

جب کہا میں نے کہ میرے گھر چلو — تب مری گوئیاں نے اے رنگیں پکار
گال پر انگلی کو رکھ کر یوں کہا — میں ترے گھر جاؤں گی اے دور پار

قطعہ ۲

کل جو میں نے کہا زنا خنی سے — جی میں آتا ہے تجھ سے کیجے عیش
تو لگی کہنے یوں وہ اے رنگین — بس بس اب مجھ کو مت دلا دے طیش

قطعہ ۳

تو نے ڈھکا کے جو رنگین مجھے کل — لب کا بوسہ نہ دیا جانی ایک

میں نے اس سر کی قسم ہے اپنا   کیا رو رو کے لہو پانی ایک

لکھنؤ میں یمین الملک نواب سعادت علی خاں کا زمانہ تھا۔ ابھی تک حکمرانانِ اودھ شاہ نہیں سمجھے جاتے تھے۔ نواب وزیر کہے جاتے تھے وہ شہنشاہ دہلی کے ماتحت نہ تھے۔ خود مختار تھے۔ ان کی مسند نشینی سے پہلے ان کے بڑے بھائی نواب آصف الدولہ نے اپنے زمان حکومت میں خزانہ تو قریب قریب خالی کر دیا تھا مگر سخاوت کے ایسے کرشمے بھی دکھائے تھے کہ لوگ حاتم کو بھول گئے تھے۔ داد و دہش میں کشش تو ہوتی ہی ہے دور دور کے باکمال لکھنؤ میں کھنچ آئے تھے۔ جب دہلی کے مشہور شاعر میر و سودا پہنچے تو نواب آصف الدولہ نے ان کے گزارے کا معقول انتظام کر دیا۔ اُس وقت لکھنؤ میں دولت کی وہی افراط اور علم و فضل کی وہی قدر و منزلت تھی جو لوگ قصے کہانیوں میں کبھی سنا کرتے تھے۔ چیزوں کی ارزانی اور اہل شہر کی قدر دانی میں تسخیر کی کیفیت تھی۔ جو لکھنو پہنچتا تھا وہ یہ سمجھتا تھا کہ گویا جنت میں آگیا علما اور شعرا کی جو قدر لکھنؤ کر رہا تھا اس سے بڑھ کے بقول آزاد مرحوم بہشت ہی میں ہو تو ہو۔ حسن پرستی اور عاشق مزاجی عام تھی مگر دولت کی کثرت اور خیرخیرات کی برکت بداعمالیوں پر پردہ ڈالے ہوئے تھی۔ نواب تھے تو شیعہ مگر سُنی علمائے فرنگی محل سے ایسی عقیدت رکھتے تھے کہ نزاعی امور میں انھیں کی رائے کو اکثر ترجیح دیا کرتے تھے۔ آصف الدولہ کے بعد جب سعادت علی خان حکمراں ہوئے تو انھوں نے سلطنت کے انتظام کی طرف خاص توجہ کی۔ دفاتر میں قابل اشخاص مقرر کیے اور سلطنت کی آمدنی اور خرچ کا باقاعدہ انتظام کیا۔

چونکہ علم دوست تھے اس لئے ان کے مصاحب بھی وہی لوگ ہوئے جو اہل علم وصاحب استعداد تھے۔ دہلی کے مشاہیر لکھنؤ چلے آئے تھے اس لئے یہاں کی رونق زیادہ بڑھ گئی تھی۔ شہر علوم وفنون کا مرکز بن گیا تھا اور لکھنؤ کی زبان بھی بجائے خود مستند ہوگئی تھی۔ اس وقت شاعروں میں شیخ قلندر بخش جرأت اور شیخ غلام ہمدانی مصحفی اور میر انشاء اللہ خاں انشا بہت مشہور تھے۔ جرأت معاملہ بندی کے شاعر تھے اور مصحفی قادر الکلامی کی داد دیتے تھے۔ مگر یہ دونوں نہ تو انشا کے سے قابل تھے نہ ان کے کلام میں وہ چاشنی تھی جس کے جویا لکھنؤ کے اہل مذاق تھے اس لئے انشا بہت مشہور ہوئے اور وہ مرزا سلیمان شکوہ کے یہاں سے نواب سعادت علی خان کے دربار میں آرہے۔ یہاں تمسخر کی اور باتوں کے ساتھ اپنی ریختی بھی نواب ممدوح کو سنایا کرتے تھے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ نواب موصوف نے روزہ رکھا اور حکم دے دیا کہ کوئی ہمارے پاس آنے نہ پائے۔ انشا کو ضروری کام تھا۔ پہنچے۔ پہرہ دار نے کہا کہ آج حکم نہیں آگے آپ مالک ہیں۔ باوجود انتہائے مرحمت کے یہ بھی مزاج سے ہشیار رہتے تھے۔ تھوڑی دیر تامل کیا آخر کمر کھول دستار سر سے بڑھا۔ قبا اُتار لی اور دوپٹا عورتوں کی طرح اوڑھ کر ایک ناز و انداز کے ساتھ سامنے جا کھڑے ہوئے۔ جوں ہی نواب کی نظر پڑی آپ اُنگلی ناک پر دھر کر بولے ؎

میں ترے صدقے نہ رکھ اے مری پیاری روزہ
بندی رکھ لے گی ترے بدلے ہزاری روزہ

نواب بے اختیار ہنس پڑے اور جو کچھ کہنا سننا تھا وہ کہا اور ہنستے کھیلتے چلے آئے۔

انشا کی ریختی کا انتخاب یہاں درج کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ بعد کو لکھنؤ اور دہلی میں اس صنف نظم میں کیا ترقی ہوئی۔

مجھ سے نہ اڑ زناخی[۱] تورات گو کہیں تھی — ہے رنگ کوئی چھپتا ایسی ملی دلی کا
ہاتھوں سے تیرے میں تو کمبخت عاجز آئی — جو کام ہے نگوڑا تیرا سو ہبلی کا
کیونکر قدم رسولوں[۲] جا کر بھروں نہ چوکی[۳] — رکھئے جو آسرا تو ایسے مہابلی کا

⁘

کروں بستار[۴] کیا اپنی دگانا کی رکھائی کا — دماغ آگرا نہیں میں گھس رہا ساری خدائی کا
نیا یہ سوہلا سنئے لگا ہے ٹوہ میں میرے — موا دربان کا لڑکا تلبنڈو[۵] منجھلے بھائی کا

⁘

یہ چوٹی یہ تری سانپ کی ہے لہر دگانا — کھاتی ہوں تیرے واسطے میں زہر دگانا
بن بیٹھے ہیں دولہا دلہن اس وقت جو ہم تم — تو لاکھ روپیہ کا تو بندھے مہر دگانا

⁘

تم نے یہ بیتی کہانی تو نبیڑی[۶] انا — آپ بیتی تو کوئی بات نہ چھیڑی انا
بلبلی ٹھیکری اک ڈھونڈ کے لا دے جس سے — اپنی رگڑا کروں میں پاؤں کی ایڑی انا

---

[۱] زناخی اس عورت کو کہتے جو ہمدم اور ہمراز ہو [۲] قدم رسولوں دہلی میں ایک جگہ ہے جہاں رسول کے قدم مبارک کا نشان ہے [۳] چوکی بھرنا۔ ولیوں یا شہیدوں کے مزار پر جا کے منت ماننا اور نیاز دلوانا [۴] بستار یعنی تشریح [۵] تلبنڈو یعنی مطیع و مغلوب و ملازم [۶] نبیڑنا۔ دوہرانا یا کہہ کے سنانا۔

گرچہ زناخی سے ہوئی دوستی اچھا تو ہوا　　کٹ گئی یعنی مرے پاؤں کی بیڑی اَنّا

⁂

تھام تھام اپنے کو رکھتی ہوں بہت سا لیکن　　کیا کہوں تھم نہیں سکتا مرا اندر والا

⁂

اُڑ گئی[1] فاختہ کیوں سر وپہ دم دیتی ہے　　اجی اس کا نہ کچھ اچھا مجھے کھٹکا لگا

⁂

ہے یہ بخشی کون سی منزل انشا اس کا نام بتا　　ڈر سا میرے دل کے اندر اس منزل میں بیٹھ گیا

⁂

اپنا جو جتاتا ہو ہمیں زور نگوڑا　　صدقے اسے کر ڈالئے در گور نگوڑا
سوتی تھی مزے میں کہ گئی نیند اچٹ ہائے　　کیا جانئے کیسا یہ ہوا شور نگوڑا
میں چیخ پڑوں کیوں نہ جو لے چٹکی میں انی　　ڈالے مسل انگلی کی مری پور نگوڑا
ہمسائے میں کو نجھل[2] ہوئی کل رات کو انشا　　گھس اس کے زنانے میں گیا چور نگوڑا

✣

کمبخت ہے وہ کام دکانا بہت بُرا　　صدقے کیا تھا یہ زمانا بہت بُرا
دلسوز ہے دَدا مری پر اُس کا ہر گھڑی　　لگتا ہے انگلیوں کا نچانا بہت بُرا
بھر آئی میری آنکھ تو انشا نے یہ کہا　　لگتا ہے مجکو ٹسوے[3] گھلانا بہت بُرا

✣

تو تو اوگتی نہیں جانے گی مرے عیبوں میں　　ارے میں عیب بھری ہوں تو بھلا تجکو کیا

---

[1] اُڑ گئی ایک کلمۂ نفرت ہے جیسے غارت گیا [2] کونجھل۔ نقب بیند[3] ٹسوے گھلانا۔ آنسو بہانا۔ اب یہ متروک ہے

چبھتی ہے یہ تو نگوڑی مجھے بھاری انگیا
کوئی سادی سی مرے واسطے لا ری انگیا
گو کھرو لہر بنت ڈاک ستارے کیا چیز
اس سے ہو جاتی ہے کمبخت گنواری انگیا
اوڑھنی مجھ سے جو بدلی تو اجی باجی جان
وہ بھی اک دیجے جو ہو بھاری سے بھاری انگیا
تھی عجب کوئی سُگھڑ جس نے یہ کاڑھی بوٹی
واچھڑے[1] بن گئی اک پھولوں کی کیاری انگیا

تو قیامت ہے سری بے حد بُرا تیرا گلا
خوش نہیں آتا ہمیں بی فاختہ یہ چوچلا
روپ آتو کا پکڑ بیٹھی کوئی کالی بلا
تب تو بے ستے پڑھیں کالو بلا کالو بلا
سیل کے کونڈے[2] اسی کے آج ہیں کیا اے ددا
ہے چھوٹا سا جو لڑکا تیری گودی کا پلا

کیا کروں جانتی ہوں چاہت میں
لاکھ طرحوں کی ہے اُکھاڑ پچھاڑ
جب تلک ہو سکے دوگانا جان
ق
کیجیے اپنے طرف سے دوڑ دھپاڑ[3]
آگے پھر یا نصیب یا قسمت
جو بدا ہو سنوار یا کہ بگاڑ
لے چل انشا مجھے کھجور تلے
یہ تو ہے مرد نام اس کا تاڑ

دن میں سو بار بچھا بیٹھے گر جائے نماز
اپنے کرتوتوں سے پر ہم کوئی آتے ہیں باز
بیگما نے جو کیا جھک کے سلام آتو کو
آغا مینا نے سنائی اسے یوں ہی آواز

---

[1] واچھڑے کلمہ تعجب تھا۔ یہ اب متروک ہے [2] سیل کا کونڈا ایک نذر ہے۔ جب لڑکے کی مسیں بھیگنے لگتی ہیں تو عورتیں اس خوشی میں سویاں دودھ شکر ڈال کر پکاتی اور کونڈے میں رکھ کر اللہ میاں کی نیاز دلواتی اور سب کو کھلاتی ہیں [3] دوڑ دھپاڑ یعنی دوڑ دھوپ۔

گل چمن یہ جو چمک ساتھ پڑی پھرتی ہے — شاید اب اس کا کوئی یار ہوا ہے زردوز

باجی کی باس میں جو رچی اک چنے کی باس — تو ٹھیک ٹھیک ہو گئی دولہن بنے کی باس
بٹنا نگوڑا کہنا بھی کچھ لفظ ہے بھلا — ہم تو یہی کہیں گے اجی اُبٹنے کی باس
چاہت کی آگ سے یہ بُھنا دل کہاں دوا — گودی میں اپنے بھر گئی بھونے چنے کی باس

گود پھولوں سے بھری میری دگانا شاباش — تیری کھیتی ہو ہری میری دگانا شاباش

یوں ہی میں غش ہوئی دگانا پر — راجہ نل جیسے تھا دمن پر غش
کیا ہی سنّاٹے کی ہوا آئی — ہو گئی جان اس کے سن پر غش

باجی تم چاہتی ہو بندی سے جیسا اخلاص — اجی دو کواریوں میں تو ج ہو ایسا اخلاص
نہ بتوے دو مجھے یاں سے اُڑنچھو ہو جاؤ — کس کو کہتے ہیں محبت اجی کیسا اخلاص
اوپری دل سے نہ مل ان سے جو کھیلیں حرفت — جیسے مُنہ ویسے تھپیڑا ایسے کو ویسا اخلاص

اوروں کے سر جا چڑھو مجھ سے نہ بولو ددا — رکھو تہ اُجڑی ہوئی بختوں جلی سے غرض[۱]

مت دیا کرنت نئے ہر روز یونہی دم غلط — چال وہ چل بگیا ہو جس میں اپنا غم غلط

۱؎ اُجڑی ہوئی بختوں جلی کلمات تحقیر ہیں۔

چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیرا پاکھ ہے ¹ | سچ تو یہ ہے ہے یہ سارا حسن کا عالم غلط

کب زناخی مرے پاس آئی تھی کل رات غلط | مجھ سے اُس سے ہوئی کس طرح ملاقات غلط
چارپائی وہ لگا پھاند کے آئی کس راہ | ایسی دیوار بڑی سے اجی یہ بات غلط

شرط ہے رکھنا لحاظ اتنی بھی مت ہو بے لحاظ | سانس مت بھر او دگانا چپ ارے او بے لحاظ
سمدھنیں آویں گی تیرے دیکھنے کو بیگما | اُن کو تو یاں سے اٹھا دے ہو دیج جو بے لحاظ
ہوتے سوتوں سے کہو اپنے پہ خوش اے واچھو | دال ² نے ہو یاں بھلا کہتے ہو کس کو بے لحاظ
ٹین ³ ٹنتی اس قدر بن جائیے کیا فائدہ | تار سب جاویں گے بُوا اتنی بھی مت رہو بے لحاظ

نہیں یاں کسی آشنا کی توقع | ہمیں ہے بس اپنے خدا کی توقع
اُڑ چھو ہوئیں دائی جی تو کبھی کی | رہی اب نو بڑھیا ددا کی توقع
ارے بی بی سیدانی صدقے گئی تھی | مجھے ہے تمہاری دعا کی توقع
جنھیں برف و شورہ میسر نہ ہووے | انھیں ہو تو پچھوا ہوا کی توقع
نہ صاحب یہ جھوٹوں کے سردار نکلے | نہ رکھے کوئی ان بچا کی توقع

بڑی ہے جو مشکل تو کیا ڈر ہے انشا
کہ رکھتی ہوں مشکل کشا کی توقع

---

¹ چار دن کی چاندنی پھر اندھیرا پاکھ یعنی چار دن کا عیش ہے اور پھر وہی تکلیف ہے یا چار دن کی جوانی ہے پھر وہی بڑھاپا ہے ² دال نے ہو یعنی وفان ہو ³ ٹین ٹنتی یعنی ذرا سی بات میں رونے والی۔

نہیں جاتی کہیں مہمان مرے دل کا شوق | تم کو کیا اس سے ودا جان مرے دل کا شوق

ہم سے کیا اڑ سکے کوئی پیاری | لاکھ تاڑوں میں اپنی تاڑ ہے ایک

تم نے جو میرا اوڑھا دوپٹا ہے یہ دگانا بات کڈھب | لگتا ہے اس میں دونوں کو بٹا ہے یہ دگانا بات کڈھب
خط پڑھنے کو ڈیوڑھی کے اوپر چاہیے کوئی بوڑھا سا | انشا تو ہے ہٹا کٹا ہے یہ دگانا بات کڈھب

لہر میں چوٹی کی تیری ڈر کے مارے کانپ کانپ | چونک چونک اٹھتی ہوں میں تو کہی کہ کر سانپ سانپ
نوج تم کو ٹھیے پہ آئیں اے بڑی دائی الو | لوگ سب سوتے ہوئے تم نے جگائے ہانپ ہانپ
کو جو کہتی ہے کہ تجکو بھانپتا ہے اک جنا[1] | کیا ڈرانے مجکو لگتی ہے یہ تیری بھانپ بھانپ
ہے بڑا جگرا ترا انشا ارے تو تھر ہے | کب تلک میں تیری کرتوتوں کو رکھوں ڈھانپ ڈھانپ

بس بلائیں مری نہ لے چٹ چٹ | اے دگانا تو ایک ہے نٹ کھٹ
دم دلاسا نہ دے عبث انا | چل چخی دور ہو پرے بھی ہٹ

تجھے کچھ شرم بھی ہے بیٹھ پرے او کمبخت | تاڑ جاویں گے برے لوگ ارے او کمبخت

سارے بھوتوں سے بھلے ہے یہ موا خوجا خبیث | مجکو گھورا ہی کرے ہے یہ موا خوجا خبیث

---

[1] جنا یعنے مرد۔

رات بھر کھانسا کرے ہے نیند آتی ہی نہیں ۔ موت کے اب دن بھرے ہے یہ مواخوجا خبیث
توتیے[1] کیا جوڑتا ہے اس کو مجھ تک کھینچ لا ۔ دیکھیو کوکا[2] ارے ہے یہ مواخوجا خبیث

کوئی چاہت میں کسی شخص کے بدنام ہو نوج ۔ اے دوا جان وہ کمبخت برا کام ہو نوج
آگیا تیری رضائی میں پسینا مجکو ۔ گرم ایسا بھی نگوڑا کوئی حمام ہو نوج

باجی کہتی ہیں کہ اک مردوے پر غش ہے تو ۔ مفت ایسا بھی کسی شخص پہ بہتان ہو نوج

کان کی لو میں گھسے موٹی سی بالی کیونکر ۔ جس کا ہو سوئی کے ناکے سے بھی ننھا سوراخ

بلائیں میں نے جو لیں اُن کی کل چٹاخ چٹاخ ۔ تو کس مزے سے کہا بیگما نے چل گستاخ

شب برات جو آئے تو دیکھیو انشا ۔ کہ مچ رہی پٹاخوں کی کیا چٹاخ چٹاخ

میں ترے صدقے گئی اے مری پیاری مت چیخ ۔ مت جگا نیند بھرے لوگوں کو واری مت چیخ
کیوں مرا مغز پھراتی ہے اری مینا چپ ۔ اُڑ گئی دور بھی ہو جیسے گنواری مت چیخ

میں نے جو حوض میں ایک موم کی چھوڑی بطخ ۔ تو لگی دھوم مچانے یہ نگوڑی بطخ

---

[1] توتیے جوڑنا یعنی تہمت لگانا [2] کوکا دودھ شریک بھائی یا بہن کو کہتے ہیں۔

ہے تو سہی اجی یہ نکیلا ازار بند　　لیکن کسی کا نوچ ہو ڈھیلا ازار بند
ہے ظالم اے دگانا ترے ڈھیلے پائنچے　　نیفہ گلابی اور وہ نیلا ازار بند

⁂

جا کے کیلوں میں چھپو سب سے اکیلے ہو کر　　تاڑے کوئی تو تن جائیو کیلے ہو کر
یوں سے دوں جا کے دلا ٹھکے ادھر سے چپکے　　انھیں حمام میں سے جاؤ ڈھولے ہو کر

⁂

خانی جاہ ہے وہ جھاڑ پہاڑ　　سیکڑوں گھر کئے ہیں جن نے اجاڑ
جو مجھے رڑکے سوا الٰہی کرے　　ہوتے سوتے کو اپنے کھاوے پہاڑ
ٹوٹ جاوے کہیں یہ تیری چول　　ارے او بے سرے نگوڑے کواڑ
کس لئے اپنے ساتھ لاتی ہیں　　آپ ان لونڈیوں کی دھاڑ کی دھاڑ

⁂

ہے جو دروازہ وہ دگانا کا　　اس میں بن چول کا کواڑ ہے ایک
اس کی زنجیر بھی نہیں لگتی　　آگے پھر شرم ہی کی آڑ ہے ایک

⁂

میں نے دیکھی ہے اس کے کان میں لونگ　　کیوں نہ خوش آوے مجکو پان میں لونگ
ہے جگائی ہوئی دوالی کی　　تھر ایک اس کے پاندان میں لونگ

⁂

بات آتو جی کی ہے ہرگز نہیں کچھ مانتی　　سچ تو یہ ہے بگیا تونے بُرے سیکھے ہیں ڈھنگ

⁂

سینہ پہ میرے اپنے کھلے سر کے بال ڈال ۔ بے ریشہ ہیں یہ آم ارے ان کی پال ڈال
کیا چیز ہے جو دھیان میں اپنے نہیں ارے ۔ ہوں بات بات میں بھی اگر تو ہے ڈال ڈال
جس دم چڑھائیں دائی کے سر بھول پان لوگ ۔ اس وقت میرے ہاتھ پہ اپنا اُگال ڈال
تکیوں کو دھر کے اپنے بدل اُٹھ پلنگ سے ۔ اپنا لحاف ان پہ اُڑھا ان پہ شال ڈال
یارب لگائی آگ ہو جس نے یہ بیر کی ۔ پانی کے ویگ میں اسے لے کر اُبال ڈال
ہولی میں جوگن ایسی بنی وہ کہ جس کو دیکھ ۔ آزاد لوگ بھول گئے اپنی چال ڈھال
میں پھنک گئی ہوں چاہ میں اک مردوے کے اُف ۔ اس میلے سر کو میرے وگانا کھنگال ڈال
ہرگز غبار دل میں کچھ انشا سے تو نہ رکھ ۔ سینہ کی آرسی کو زناخی اجال ڈال

ارے بی ایک ہی عیار ہو تم ۔ ناک چوٹی میں گرفتار ہو تم
سچ نہ بولے کبھو انشا سے چلو ۔ اجی سب جھوٹوں کے سردار ہو تم

ہے ان دنوں میں ان کی جو آواز ڈوک میں ۔ تو کچھ دھراہٹ اور ہی ہے نوک جوک میں
یا جی نکالے ہاتھ دوشلے سے کون اب ۔ پانی پلادے تو ہی مجھے اپنے اوک میں
تیزی گٹھلی آنکھ میں ہے بیگما کی جو ۔ سو دھار میں چھری کی نہ چاقو کی نوک میں
دربان ہے وہ ایک نگوڑا سو عمر بھر ۔ میری اچھیل ہی گی رہا روک ٹوک میں
باہمن کے لڑکے کھول کے پوتھی بچار تو ۔ مجھ سے پری بھی ہوگی کوئی اندر لوک میں

میں تو کچھ کھیلی نہیں ہوں ایسی کچی گوئیاں ۔ جو نہ سمجھوں گی زناخی جان تیری بولیاں

منہ بنائے بیگما ہے تو پڑی پھرتی ہیں آج ٹھنڈی سانسیں بھرتیاں اس کی گئی ہمجولیاں
بس کہیں چپکی بھی ہو ایسے کہیں نوے کرڑور جیب میں میری بھری ہیں بولیاں اور ٹھولیاں
کیا کسی کی درد سمجھیں رنڈیاں یاں کی اجی ٹھوس ہیں اوپر سے اور اندر کے دل سے پولیاں
پائنچے ڈھیلے قبائیں سب نے کیں اب ٹھیک ٹھیک اُڑ گئے وہ لمبے دامن اور اونچی چولیاں
کچھ نہیں معلوم پوچھو کونسا میلا ہے آج جاتیاں ہیں جو کھچا کھچ ڈولیوں پر ڈولیاں
مطلب انشا کا سمجھتیں ہی نہیں اے واچھڑے بیگمیں اور خانمیں ہیں ایسی ہی تو بھولیاں

✤

تھیں تو پردہ دالیاں مجکو پرے ہٹ بولتیں اُنگلیاں تھیں پر سبھوں کی دل سے چٹ چٹ بولتیں
بیگما نے لیا شیشہ تو ساری گا ئین کیا صراحی بن کے ہیں اس سے غٹا غٹ بولتیں

✤

کیا ترے سر آچڑھے چاروں کے چاروں الاماں شاہ دریا شیخ سدو زین خاں ننھے میاں

✤

سوتیں کمبخت وہ جو بیسر دوڑاتی رہیں اُن سے آخر کیا ہوا اپنا کیا پاتی رہیں

✤

کیا یہ چھِٹر کھانی کی باتیں آ کے ہم سے چھیڑیاں سیکڑوں تم سے یہاں رگڑا کیئے ہیں ایڑیاں

✤

مدہ میں جوبن کے بھری ہیں یہ جو لونڈوں گھیریاں لیتیاں ہیں صحن اور کوٹھوں پہ سو چک پھیریاں

✤

لفظ آدے ہیں اس میں پڑھنے کے گُن جیسے کھیل میں بھی لگی ہو یہ دُھن
الف دو زبر اَ دو زیر اِ دو پیش اُ سو نام خدا بیگما ہے ارے سُن
سُنی تھی کسی سے جو بحر تقارب اسے کر لیا گھنگھرؤں کا تفنّن

کہ تولے ہے اپنے سبق پر یہ کہکر فعولن فعولن فعولن فعولن

بلا سے اگر آئی ہولی کہارو نہ مجھ سے کرو بولی ٹھولی کہارو
کئے پیسے صدقے کئے کیا بلا ہیں روپے دوں گی میں بھر کے جھولی کہارو

نگوڑی چاہت کو کیوں سمیٹا غضب کے جھکجھورے جھیلنے کو دگا نا پڑ جائے ٹکی ایسے تمھارے اکھیل کھیلنے کو
ہزار فوجوں کو جو کہ ریلیں کہیں گے ہم تو نہ مرد ان کو اری تو جگر امراہ ان کا کہ جاویں پریوں کے ریلنے کو
ڈھکیل دینے سے تیرے ہو کا لچک سی ان کی کمر میں آئی بلا سمیٹے اور آگ لگ جائے ایسے ترے ڈھکیلنے کو
نصیب جاگیں گے بیگما جی تو میں بھی اک رتجگا کروں گی ابھی تو انشا کے ساتھ سے یاں ٹرپے ہیں پاٹرپے بیلنے کو

بات وہ لائیے کمبخت جو جیٹ جا ہی ہو اجی بس جاؤ بھی کچھ تم تو بڑے واہی ہو
پھر جو بول اٹھوں گی کچھ میں تو یہ طعنے دو گی قہر ایسا نہ کرو تم ابھی بن بیاہی ہو
دیکھ لینا تو مجھے آج سے انشا اللہ ضد سے آتو کے وہاں بیٹھوں جہاں ہاہی ہو

تم بڑی قہر ہو اسے باجی جان نوج تم سی کوئی چھتیسی ہو

ہے ترے منہ کا اوگال اس پیٹ کا یہ ادھا میرے خاطر کیوں منگاتی پان کی ڈھولی ہے تو
سنسنا جاتا ہے جی اپنا دگا نا اس گھڑی گھر کے جانے کو منگاتی جس گھڑی ڈولی ہے تو

ارے موتی ادھر آ تو — کہ سکھائے ہنر آ تو
مارئیے کیا ہی کُدکے — جاوے اپنے جوگھر آ تو
کوئی کمبخت نہ ہوگی — کہیں تجھ سے کٹر آ تو

نہ کہیو پھر نہ کی اللہ اللہ[1] — اجی اُستاد جی اللہ اللہ
الو تم نے مری کیا جڑ نکالی — یہ کیا ہے ہر گھڑی اللہ اللہ
تمھاری دولت[2] اب تو ہوگئی ہے — نہ تھی جن سے کبھی اللہ اللہ

یہ گھٹا رات کو چھائی کہ الٰہی توبہ — مینہ نے وہ آنکھ دکھائی کہ الٰہی توبہ

دگانا مدھ میں جوبن کے بھری وہ وقت آ پہنچا — کہ کوئی بھول اس کی گود میں کوئی لاکے پھل ڈالے
ارے تو اُبلی ہی پڑتی ہے مارے جھل کے اے رنڈی — خدا ایسے بھی دے دل میں کسی کے نوچ جھل ڈالے
بھلا ہوتا نہیں دُنیا میں رسموں کے بدلنے سے — جو اپنی خیر چاہے سو تری نیت بدل ڈالے
گھڑی جیسے فرنگی بولتی ہے دل بھی ہے یونہی — یہ خطرہ ہے کہ تو کوئی بگاڑ اس کی نہ کل ڈالے

کل ایک گھر میں خوب سے چھوٹے بڑے لڑے — ہاتھوں سے ہاتھ اور کڑوں سے کڑے لڑے
چلنی سے چھاجھ چھاجھ سے چلنی اُلجھ گئی — مٹکوں سے مٹکے ٹوٹے گھڑوں سے گھڑے لڑے
لڑکوں سے لڑکے چمٹے جوانوں سے سب جواں — بڈھوں سے بڈھے کڑبڑوں سے کڑبڑے لڑے

---

[1] اللہ اللہ نہ کی یعنے سلام نہ کیا۔ [2] دولت ان معنوں میں اب متروک ہے۔ اسی جگہ بد ولت بولتے ہیں۔

جھونٹوں سے جھونٹے گتھ پڑے جوتوں سے جوتیاں — میٹھوں سے بیٹھے پیٹے کھڑوں سے کھڑے لڑے
حقّوں سے حقّے چلموں سے چلمیں بھی ٹوٹیاں — نیچوں سے نیچے گڑگڑوں سے گڑگڑے لڑے
جب تل گئی لڑائی ترازو کے تول میں — باٹوں سے باٹ ٹوٹے دھڑوں سے دھڑے لڑے
انشا یہ دیدے اپنے بھی اس دھوم دھام سے — دیدوں سے ایک شخص کے ہو کر کڑے لڑے

⁂

جو ہم کو چاہے اس کا خدا نت بھلا کرے — دودھوں نہائے اور وہ پوتوں پھلا کرے
روٹھے ہوئے کو کس لئے جا کر منائیے — منّت کسی نگوڑی کی اپنی بلا کرے
جھلسائے اُس کے مُنہ کو جو چاہت کا نام لے — اس دل کی آنچ میں کوئی کب تک جلا کرے

⁂

کیا نیند آئے اس کو یہ پھولوں کی پنکھیا — جب تک نہ زوری زوری سے مُنہ پر ہلا کرے
بندی کی وہ جو تو وہ میں ہوں لے مرے خدا — اک مست ہاتھی غیب سے ان پر پلا کرے

⁂

چھوا ہے کچھ نہ چھیڑا ہے کسی نے اب تلک ان کو — ابھی سے بیگما جی نے بھلا کیوں مُنہ بگاڑا ہے
جو سوچا خوب سا میں نے تو اُن کے دوست کا ڈھب بھی — نہ سیدھا ہے نہ ترچھا ہے نہ ٹیڑھا ہے نہ آڑا ہے

⁂

کیا چڑھے دھیان کسی شخص کی کنگھی چوٹی — ہے مرے پاؤں تلے لال پری کی چوٹی

⁂

وہ تو کسی میں نہیں آپ میں جو بات ہے — جھوٹ جو بولوں تو یہ تاروں بھری رات ہے
تم بھی کوئی ہو اجی کن نے کہا آدمی — واچھڑی کیا پوچھنا آپ کی جو ذات ہے

یوں جھکا مجھ پہ کوئی رات کا جاگا جیسے
تم تو وہ چاہتے ہو سوئی میں دھاگا جیسے
یوں ہی ہر بات میں بولا کرو سکر سر وا
ابھی آغا کو بھک کر کہا آگا جیسے
گائیں گاویں امیروں کے گھروں میں کرہ
فائیں فاں آکے کریں صبح کو کاگا جیسے

یہ اتفاق ہے نہ بنے یا بنی رہے
پر آدمی کو چاہئے دل تو غنی رہے
روٹھی ہوئی ہے وہ تو گئی پر یہ سوچ ہے
یہ کیونکہ ہو کہ یوں ہی منے تو منی رہے
مانگوں گی آدھی رات کو سر کھول کر دعا
آمین کے کہنے کے لئے اور اک جنی رہے
نواب دولھا شیر بہادر وزیر کے
جم جم سے ملکوں ملکوں میں نت روشنی رہے
دولت بنی ہے اور سعادت علی بنا
یارب بنے بنی میں ہمیشہ بنی رہے
قائم رہے وہ چاند سا مکھڑا جہان میں
اس کا برا جو چیتے اسے جانکنی رہے
جم جم وہ آنکھ اس کی جو برچھی سی تیز ہے
دشمن کے دل میں چبھتی اسی کی انی رہے
ہمت کبھی نہ ہاریئے انشا یہ چاہئے
جو بات دل میں ٹھن گئی بس وہ ٹھنی رہے

دنیا ادھر کی گو ادھر ہو جائے
بڈھے خوجہ کی کس طرح خو جائے
وہ ہی اب تجھ سے کھیلے ہے کیسی
جان ٹیا سی اپنی جو کھو جائے
کہہ کہانی تو ایسی ہی انشا
جس میں آ تو نگوڑی یہ سو جائے

آہ کی لو جو مرے جیوڑے سے نکلے باجی
شمع یہ بخت جلی کیوں نہ بھلا جل جل جائے
اسے قربان کروں جو مجھے چھیڑے انشا
میری چھاتی جو چھو دے اس کی ہتیلی جل جائے

پڑ گیا نیل مرے گال میں کیا قہر ہوا — ارے کمبخت نگوڑے پڑے تجھ پر پھٹکی
میں نے لی آنئی سی سبزی کہیں پیچھے جا کر — پہلے باجی ہی نے معجوں کی کھائی غٹکی
ہوگئی ران تو سب لوہو لہان اے انشا — دیکھ میں چیخ پڑوں گی نہ مرے لے چٹکی

کیا وہ پنجری سیلی پیلی اجی — جو کہ ہونٹھوں میں بھربھری نہ لگے
آغا مینا اُجڑ گئی تجھ کو — چاہئے کوئی بے سری نہ لگے
چودھری جی چلے وہ کیا گاڑی — کبھی پہیوں میں جودھری نہ لگے
ڈر یہی ہے کہ میرے پیچھے ددا — یہ نگوڑی اکل کھری نہ لگے

رات بھر اپنا ترستا ہی رہا جی باجی — اب تو نوبت بجی اُٹھوا جی باجی باجی
صدقے آواز کے تیرے جو پکارا میں نے — تو عجب آن سے کچھ تو نے کہا جی باجی
ہے سلیقہ تجھے اتنا کہ نظر آتی ہے — بادشہزادی ترے سامنے پاجی باجی
اے لو اس کوٹھری میں میرے ڈرانے کے لئے — ک عبا اوڑھ کے بن بیٹھے ہیں حاجی باجی
کر دیا تو نے خفا مجھ سے مرے انشا کو — تیری یہ راج کرے شوخ مزاجی باجی

چبھتی ہے یہ نگوڑی سلس کی اوڑھنی — لادے وہی ددا مجھے ململ کی اوڑھنی
بن سرد چھپے ہوئے تجھے کیا چاہئے بھلا — بوٹے سے قد پہ اس ترے آنچل کی اوڑھنی
کوکا جی دیکھو میری دگانا کیا پھبی — پشواز اودی اور جھلاجھل کی اوڑھنی
اس اودی اوڑھنی کی تو گاتی نہ باندھیو — بن جائے گی یہ کوٹھری کاجل کی اوڑھنی

کیا غضب ہے تری چتون میں بری آگ بھری تو بھی کچھ قہر ہے اللہ ارے بھاگ بھری

رباعی

اے بی بی ہیں شاندار بھائی تیرے صدقے قربان جائے دائی تیرے
وہ چال نہ چل کہ نام رکھے کوئی بے ڈول ہیں یہ دیدہ ہوائی تیرے

انشا کے بعد آتش و ناسخ کے زمانے میں لکھنؤ کا کوئی ریختی گو شاعر مشہور نہیں ہوا۔ دہلی میں تفنن طبع کے واسطے اہلِ مذاق نے ایک مکتب کے مولوی صاحب کو بہادر شاہ کے دربار سے ہدہد الشعرا کا خطاب دلوا کے حکیم آغا جان عیش کی طفیل میں بڑی شہرت دی۔ ہدہد الشعرا کے کلام کا نمونہ یہ ہے ؎

راست آئینوں کو نفرت ہے کج آئینوں سے تیر نکلا جو کماں سے تو گریزاں نکلا
آشیاں سے جو غزل پڑھنے کو ہدہد آیا غل پڑا پیش رو ملک سلیماں نکلا

جو تیری مدح میں میں چونچ اپنی وا کر دوں تو رشک باغ ارم اپنا گھونسلا کر دوں
جو آکے ریز کرے میرے آگے موسیقار تو ایسے کان مروڑوں کہ بے سُرا کر دوں
جو سرکشی کرے آگے مرے ہُما آکر تو اس کے نوچ کے پر شکل نیولا کر دوں
میں کھانے والا ہوں نعمت کا اور میرے لئے فلک کہے ہے مقدر میں باجرا کر دوں

جز ترے شاہنشہا کہ کس کے آگے روئیے کس سے کہئے جا کے یہ غم کو ہمارے کھوئیے
تجھ کو ہے حق نے کیا ملک سخن کا شہسوار ہیں بجا کرنے سمند طبع کو یاں پوئیے
حیف آتا ہے کہ فن شعر میں کیوں کھوئی عمر کاشکے ہم سیکھتے اس سے بنانے بوئیے

سنگ لاخ ایسی زمیں ہے سوچ اے دل تا کجا　　فکر کیجیے صَرف اس میں اور پتھر ڈھوئیے
رشتۂ عمرِ شہنشاہِ جہاں ہووے دراز　　یا خدا کھلتے رہیں جب تک جہاں میں موئیے[1]
دیدے اس کو بھی زمین تھوڑی کہ بن گھر گھوسلے　　مارتا پھرتا ترا ہدہد ہے ٹاپک ٹوئیے

جہاں میں آج دیبی سنگھ تو راجوں کا راجا ہے　　خدا کا فضل ہے جو قلعہ میں تو آبراجا ہے
سلیماں نے ہے تیرے ہاتھ میں دی رزق کی کنجی　　تو سرداروں کا سردار اور مہاراجوں کا راجا ہے
شکم اہلِ جہاں کے سب ہیں شکرانے بجا لاتے　　دمامہ تیرا جا کر گنبدِ گردوں پہ باجا ہے

جسے کہتے ہیں ہدہد وہ تو زر شیروں کا دادا ہے　　مقابل تیرے کیا ہو گو تو اک جرے کی مادا ہے
گر اب کے بازڑی میدان میں آئے سامنے میرے　　تو دُم میں پر نہ چھوڑوں گا یہی میرا ارادا ہے
ادب اے بے ادب اب تک نہیں تجھ کو خبر اس کی　　کہ ہدہد سب جہاں کے طائروں کا پیرزادا ہے

جو[2] آیا ہے بدل اب کے عدو کوّے کی　　اس کی ہے پاوں سے تا سر وہی خو کوّے کی
وہی کان کان وہی کیں کیں وہی ٹاٹاں اس کی　　بات چھوڑی نہیں ہاں ایک سرِ مو کوّے کی
پہلے جانا تھا یہی سب نے کہ کوّا ہو گا　　پھر جو معلوم کیا ۔ یہ ہے بہو کوّے کی
بن کے کوّا جو یہ آیا ہے تو اے ہدہد شاہ　　دُم کتر دینے کو کچھ کم نہیں تو کوّے کی

رباعی

ہدہد کا مذاق ہے نرالا سب سے　　اندلزے اک نیا۔ نکالا سب سے
سر دفتر لشکر سلیماں ہے یہ　　اُڑتا بھی ہے دیکھو بالا بالا سب سے

---

[1] سوت کے چھوٹے چھوٹے لچھے۔ [2] قالب۔

مرکز محور گردوں بہ لب آب نہیں ناخن قوس قزح شبہہ مضراب نہیں

اخیر شعر بے معنی ہے۔ لوگوں کو حیران کرنے اور ہنسانے کے واسطے اس کی بابت ہد ہد نے کہا تھا کہ غالب کے رنگ میں ہے۔ چونکہ ریختی کی داغ بیل ڈالی جا چکی تھی اور لوگوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ ہزل سے زیادہ ریختی میں اصلیت۔ اثر اور سامان تفنن ہے اس لئے بعد کو کسی نے ہزل کو مستقل صنف شاعری بنانے کی کوشش نہ کی اور لکھنؤ میں کوئی ہزل گو شاعر مشہور نہ ہوا۔ چونکہ زبان نے کافی ترقی کر لی تھی اور اظہار خیال کا دائرہ کافی وسیع ہو چکا تھا اس لئے بعض شعرا نے کچھ ثقیل اور غلط لفظیں اور ترکیبیں جنھیں اب تک استعمال کرتے آئے تھے ترک کر دیں جن کی تفصیل یہ ہے:

متروک	رائج	متروک	رائج
آسا جیسے تیغ آسا	مثل جیسے مثل تیغ	پانوں بروزن فاعل	پانوں بروزن فعل
آئیاں۔ جاتیاں	آئیں۔ جائیں	پی د بیتم	صنم
آئے ہے۔ جائے ہے	آتا ہے جاتا ہے	تنک	زرا
اپنے تئیں	اپنے کو	تیں	تو
از غیب کا تمانچہ	غیبی مار	تسوے گھلانا	آنسو بہانا
		جوں	جیسے
ایدھر۔ اودھر	اِدھر۔ اُدھر	جھک جھورا جھیلنا	سختی سہنا
بالنا	جلانا	خوبوں یا خوہاں	حسینوں یا حسیناں
بچن	بات	سجن	پیارا
بسان جیسے بسان تیغ	مثل تیغ	کبھو	کبھی

متروک	رائج	متروک	رائج
کسو	کسی	مُکھ	مُنہ یا مُکھڑا
کنے	پاس	نپٹ	بہت زیادہ
کہلانا	کاہل ہو جانا	نت	ہمیشہ
مَت	نہ	واچھڑے (کلمۂ تعجب)	واہ رے

ناسخ نے یہ قید بھی لگائی کہ الفاظ ہندی و اُردو کے ساتھ الفاظ عربی وفارسی کو مرکب نہ کرنا چاہئے جیسے بالائے کوٹھا اور شور وغل ہیں۔ ان میں اضافت وعطف فارسی ہیں۔ ان کی جگہ بالائے بام اور شور اور غل بو لنا چاہئے کیونکہ کوٹھا اور غل فارسی یا عربی الفاظ نہیں ہیں غل عربی وفارسی میں بمعنی طوق ہے۔ ناسخ کے اکثر اور بیشتر قیود کی پابندی ریختی گو شعرا نے بھی کی۔ چنانچہ سیّد احمد علی نسبت ریختی گو کا جو کلام آج کل ملتا ہے اُس سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ جان صاحب سے کچھ پہلے ہوئے ہیں کیونکہ جان صاحب کہتے ہیں ؎

وہ تھے اُستاد تجھ کو جان صاحب ان سے کیا نسبت
کیا پر نام روشن ریختی نے تیری نسبت کا

نسبت کے کلام کا نمونہ یہ ہے ؎

جب سے اس پر مری پڑی ہے آنکھ — تب سے انّا یہ دُکھ رہی ہے آنکھ
ہر کسی سے جو بل یہ کرتی ہے — کسی بانکے سے کیا لڑی ہے آنکھ
واہ کیا کہنا ہے نرا چمپا — تیری تو آنکھ نرگسی ہے آنکھ

دل ہراک کا لبھائے لیتی ہے　　　　نیری کیا کوئی موہنی ہے آنکھ

اے دگانا وہ اگلی آنکھ نہیں　　　　مجھ سے نیری یہ پھر گئی ہے آنکھ

اے دوا شور کیوں مچاتی ہے　　　　ابھی نسبت کی نو لگی ہے آنکھ

مستورات کی زبان میں نثر کی کوئی کتاب اس زمانے کی لکھی ہوئی نہیں ملتی۔
ہاں طلسم ہوشربا جلد اوّل سے اُس وقت کی زبان کا نمونہ یہ ملتا ہے۔

۱۔ یہ جو ملکہ نے سُنا اپنا حال تباہ کیا اور جواب دیا کہ مجھ سے یہ قید فرنگ نہ اُٹھی ہے نہ اُٹھے گی لو صاحب دائی مجھ پر گرد راہ ہوں گی میں تو ماں کا دباؤ سہتی نہیں دائی جو میرے ساتھ رہیں گی اور ہر بات میں پٹ پٹ بولیں گی پھر مجھے کہاں تاب ہو گی۔ میں بھی کچھ کہوں گی تو نگوڑ ماری بدنام ہوں گی اس سے میں درگزری۔ بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔ ایسی بے اعتبار میں ہوں کہ دائی کو لئے لئے پھروں۔ بھاڑ میں جائے سیر چولھے میں جائے تماشا میں اپنی جان دوں گی کہیں نہ جاؤں گی اور جاؤں گی تو اس بڑھیا نگوڑی کو نہ لے جاؤں گی۔ ماں نے جو یہ باتیں سنیں کہا اگر تو اکیلی جائے گی تو مار مار کے تیرا کچومر نکالوں گی۔ لو موئی مجھ سے نخرے بگھارنے لگی ایسی خود مختار ٹھہری کہ کوئی بڑا بوڑھا واقف کار اس کے ساتھ نہ رہے خواہ تیرے لئے کچھ ہی کیوں نہ ہو تو جیئے یا مرے مگر دائی ضرور ساتھ رہے گی۔

۲۔ حنظل تڑق کر بولی کہ جو کوئی اس کو بد کہتا ہے وہ جھک مارتا ہے۔ بچی میری سیدھی بات تو کرنا جانتی نہیں وہ نگوڑی یاری آشنائی کیا جانے اور سنو صاحب جو تمہیں شادی کرنا ہے تو وہ خرابوں کی خراب ہے۔ گوں ہو تو کرو نہیں میں گلے تو لگاتی نہیں کچھ مچھلیاں تو ہیں نہیں جو سڑی جاتی ہیں۔ جب تم لوگوں نے دہلیز کی خاک نے ڈالی تب میں نے منگنی کی اور اب یہ باتیں ہیں۔ مگر اب بھی کچھ بندی کو ایسی پرواہ نہیں۔ یہ نہ سمجھنا کہ میری لڑکی کو کوئی نہ پوچھے گا ورنہ پوچھے تو

بلا سے نہ پوچھے اُس کو کسی بات کی کمی ہے۔ یہ کہکر کوسنا شروع کیا کہ یا سامری
جس طرح میری بچّی کو لوگوں نے بدنام کیا ہے ان کی کنواریوں کے آگے آئے۔
ان کی بھی نِھنّی گھڑی یوں ہی نکھانی جائیں۔

اس وقت لکھنؤ کی شاعری میں تصنّع۔ تکلف اور بناوٹ سے کام لیا جاتا تھا۔
وہاں شاعری کا کمال صرف یہ سمجھا جاتا تھا کہ الفاظ با معنی نظم کئے جائیں۔ قافئے
اور ردیف مربوط رہیں اور شعر کے دونوں مصرعے دولخت نہوں۔ قریب قریب جملہ
شعرا دور از کار تشبیہیں اور استعارے۔ خلاف قیاس مبالغے۔ فوق العادت
واقعات۔ مُنافی فطرت معاملات نظم کیا کرتے تھے۔ مشاعروں کی طرحیں اکثر
مُقیّدَ قافیوں کے ساتھ ہوتی تھیں۔ شعرا یہ قافئے بطور خود اپنے اشعار میں لاتے
تھے۔ اور طباعی و نازک خیالی کی داد پاتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُردو کی شاعری
لفظی رہ گئی۔ لفظ کے واسطے مضمون تلاش کئے جانے لگے اور مضمون کے واسطے الفاظ
کی فکر چھوڑ دی گئی۔ دوسرا مصرع پہلے کہا جاتا اور اس کے لفظ لفظ بلکہ حرف حرف پر
نظر کرکے پہلا مصرع لگایا جاتا۔ یہی اب تک ہو رہا ہے۔ رعایت لفظی شعر کا جزو لاینفک
خیال کی جاتی تھی جس کی وجہ سے پیش پا اُفتادہ مضمون کبھی کبھی پس افگندہ سے
بدتر ہو جاتا۔ اسی کی طرف اشارہ کرکے جان صاحب نے کہا ہے ؎

معنی کے بدلے رہ گئی اب شعر میں جُگت ‌ ‌ ‌ اے جان پہنو انگرکھا تھی کے تھان کا

عام طور پر شعرا کتابی شاعری کرتے تھے۔ مشاہدے سے بالکل کام نہ لیتے تھے۔ یہ
خرابیاں ایسی نہ تھیں جن سے نواب عاشور علی خاں عاشور کا سا قابل شخص واقف
نہ ہوتا۔ کیونکہ معلومات کے اعتبار سے وہ اپنے زمانے میں یکتا تھے۔ سُنا گیا ہے

کہ جب خواجہ وزیر نے یہ غزل کہی تھی ؎

گر اُلٹ کر دیکھئے تصویر پشت آئینہ
سیدھی ہو جائے ابھی تقدیر پشت آئینہ

تو اس میں تسخیر پشت آئینہ بھی کہا تھا۔ **نواب صاحب** نے سنا تو کہا آپ نے جن غیر معتبر شعرا کے واسطے اور قافئے چھوڑ دئے ہیں انھیں کے واسطے تسخیر[1] بھی چھوڑ دیجئے کیونکہ یہ لفظ بظاہر تو عربی معلوم ہوتا ہے مگر عربی میں مستعمل نہیں اس پر خواجہ وزیر نے وہ شعر غزل سے نکال دیا۔ یہ بھی سُنا گیا ہے کہ جب آتش و ناسخ دونوں کا انتقال ہو گیا تو شعرا کی طباعیوں کا اندازہ کرنے کے واسطے لکھنؤ میں ایک مشاعرہ کیا گیا جس کے حَکَم **نواب صاحب** موصوف قرار دئے گئے۔ مشاعرے کے بعد آپ نے فرمایا کہ قوتِ نظم تو خواجہ وزیر کی زیادہ ہے مگر معلومات کے لحاظ سے میر وزیر علی صبا افضل ہیں۔ نواب صاحب سے یہ چند شعر یادگار ہیں ؎

کعبۂ صدق و صفا مشرقِ انوارِ دل
عالم علم خفی مخزنِ اسرارِ دل

خضر طریق وفا۔ عیسے معجز نما
برق تجلی طور طالبِ دیدار دل

خاکی و قدسی سرشت۔ نو گل باغ بہشت
آئینہ حق نما شمع شبِ تار دل

نالۂ قلب سقیم گوہر اشک یتیم
کشتۂ گلگوں قبا بزم عزادار دل

جان صاحب نے انھیں کی شاگردی اختیار کی۔ جہاں تک پتا لگتا ہے **جان صاحب** کی ولادت فرخ آباد میں غالباً ۱۲۳۴ھ میں ہوئی تھی نام تو اُن کا میر یار علی تھا مگر والدین پیار سے **جان صاحب** کہتے تھے اس لئے **ریختی** کی مناسبت سے اسی عرف کو تخلص قرار دیا۔ اِن کے والد میر امن تو فرخ آباد

---

[1] تسخیر عربی میں مستعمل ہے۔ مبین

کے رہنے والے تھے لیکن یہ بچپن ہی میں لکھنؤ پہنچ گئے تھے۔ یہیں ان کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ یہ تو نہیں دریافت ہو سکا کہ علمی استعداد کتنی تھی مگر سنہ ۱۲۷۷ھ میں لفظ اتبشار کی صحت کے متعلق لکھنؤ میں ایک بحث چھڑی تھی اور اس کے بارے میں بہت سے محققین اور اہل علم سے استفتا کیا گیا تھا۔ جو جواب وصول ہوئے تھے وہ سب اس استفتے کے ساتھ ایک رسالے کی شکل میں شائع کر دیے گئے تھے۔ رسالے کا نام معارضۃ النثر ہے اور یہ سنہ ۱۲۷۸ھ میں مطبع نولکشور میں چھپا ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو استفتا جناب سلطان العلما سید محمد صاحب مجتہد و جناب مفتی میر عباس صاحب و مرزا غالب و مرزا دبیر و میر عشق کے پاس بھیجا گیا تھا وہی جان صاحب کے پاس بھی بھیجا گیا تھا۔ اس کے جواب میں جان صاحب نے دو مختصر نظمیں کہی ہیں جو یہ ہیں

مثنوی

نہ تاج المصادر میں آیا کہیں
نہ یہ منتخب میں ہے پایا کہیں

نہ اس لفظ کا چھوڑا ہے صحاح
یہ ہے بے گھر الفظ بولی صراح

میاں لفظ یہ جمہری میں نہیں
نہ قاموس والے نے لکھا کہیں

کہ ہو جس معانی یہ دیتے قرار
غلط ہے غلط ہے غلط اتبشار

یہ تازی میں کرتی ہوں تم سے کلام
ہوئی آپ کی ساری ترکی تمام

گدھا او ہی کس طرح گھوڑا بنے
بنانے سے کیونکر نگوڑا بنے

چھری لوگ دیتے ہیں بولے جو بید
بھلا بانگ مرغی کی کب ہے سند

جو مشہور ہے اقصرائی کتاب
وہی چیرے والوں کا نسخہ جناب

اسی قول پر متفق ہیں فصیح | غلط ہے بشتر ہے بشر صحیح
بشارت تو کیا اوبھی دے گی شراب | سرور اس کا ہے فعل سنیئے جناب
ہیں مقصود کے اعتراض ایسے سب | نظامی و سعدی سے اٹھیں وہ کب
نہیں مارسکتی کرے لاکھ گھات | حماقی کی گھوڑی عراقی کو لات
مرے مُہری یہ شعر ہے لا کلام | نہ للّو سے مطلب نہ جگدھر سے کام
جو معلوم تھا میں نے روشن کیا | جبیبن بوا میں نے یہ لکھ دیا

قطعہ

جناب مجتہد العصر قبلہ وکعبہ | اُنھوں نے مُہر کی فرمایا ابتشار غلط
مدرسی میں یہ اکمل ہیں مدرسے میں جناب | غلط وہ ہے جو کرے ان کا اعتبار غلط
جناب مولوی احمد علی وہ فاضل ہیں | نہ ہو گا قول کبھی ان کا زینہار غلط
عرب میں جا کے ہوئے فخر عالموں کے جناب | ہے اس معانی پہ یہ بولے ابتشار غلط
جناب قبلہ وکعبہ کے ہیں اجی ہمنام | جب ایسے لوگ کہیں کب ہو اشتہار غلط
بیان کرتے ہیں لوشیتوں کے بھی فضلا | ہے افتعال کے یہ باب میں شمار غلط
بشارۃُ کو مجرد یہاں نہیں پایا | پڑھے وہ کیسے ہیں لکھتے ہیں بار بار غلط
عروض داں ہیں جو مفتی جناب سعد اللہ | صحیح لفظ کو کرتے ہیں آشکار غلط
جناب ایسے ہی ہیں مولوی تراب علی | غلط جو ہو تو کہیں یہ ہزار بار غلط
محقق ان کو سمجھتے ہیں شاعری میں کمال | یہ جن جناب نے فرمایا ابتشار غلط
سری ہے مہر انھیں کی انھیں کا قول یہ ہے | جو جہل کرتے ہیں کرنے دو ہے ہزار غلط
دبیر عشق - زکی اور ظہیر اور اسیر | نہیں ہے ان میں سے کوئی رقم نگار غلط

یہ وہ ہیں مردوے شاعر ہر ایک منشی ہے — کرے نہ نظم کبھی لفظ نہیار غلط
ہے شاعروں کو سوار ہتی لفظ کی تحقیق — نہ ہو سکے گا کبھی ان کا اعتبار غلط
ہے شیر دہلی کا غالب کا قول غالب ہے — غلط نہ کیوں ہو کہے جب یہ باوقار غلط
ہے لاکلام سند حق ہے حسرتی کا کلام — ہمارا ہو نہیں سکتا ہے انحصار غلط
ہیں یہ بھی دہلی کے مفتی جناب صدر الدین — یہ بولے لفظ کا اچھا کیا شکار غلط
غلط کو لکھے اگر مدعا علیہ صحیح — بنے گا وہ نہیں بگڑے گا لاکھ بار غلط
صحیح کہتے ہیں جو انتشاریوں ہی سہی — ہزاروں لکھے پڑھے لکھتے ہیں گنوار غلط
وہ دے کے کو دول پڑے ہیں کبھی نہ سمجھیں گے — جو کوئی بولے تو کیا اپنا اختیار غلط
جو اتنے لوگوں کو جھوٹا کرے میاں مقصود — یہ سمجھو پیدا ہوئے پانچوں سوار غلط

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جان صاحب کا شمار اس زمانے کے اہل علم میں تھا اور دیوان سے یہ بھی بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ ریختی کے لئے جس معلومات کی ضرورت ہے وہ پوری پوری تھی۔ عروض بھی بقدر ضرورت جانتے تھے۔ میانہ قد۔ اکہرا جسم۔ گیہواں رنگ تھا۔ داڑھی منڈاتے تھے۔ شاہی زمانے کی وضع اخیر عمر تک رکھی۔ کج گوشیا ٹوپی۔ بند دار انگرکھا (جس کے نیچے کبھی کرتہ ہوتا تھا کبھی نہ ہوتا تھا) اور گھیتلی جوتی پہنتے تھے۔ چلتے تھے تو سر جھکا لیتے تھے۔ مشاعروں میں کبھی اصرار ہوتا تھا تو عورتوں کا دوپٹا اوڑھ لیتے تھے اور عورتوں ہی کی طرح بتا بتا کے شعر پڑھتے تھے۔ چنانچہ وہ خود کہتے ہیں ؎

ریختی کہہ کے بڑھاپے میں مٹکتا ہے بوا — جان صاحب کی اجی دیکھو حماقت نہ گئی

مگر عبداللہ خاں محشر ریختی گو کے پڑھنے کے انداز کو اپنے انداز سے بہتر سمجھتے تھے

کہتے ہیں ؎

ڈھاتا ہے حشر پڑھتا قیامت ہے ریختی
فتنہ غضب کا آیا تھا محشر ہمارے پاس

فرزند ہے رئیس کا عبداللہ خاں ہے نام
محفل میں ہو کے بیٹھا نہ ہمسر ہمارے پاس

دلّی کے خانموں میں بھلا آدمی بنا
بیٹھا ہو کی طرح سے جھک کر ہمارے پاس

شاگرد ہوں میں آپ کی اُستانی آپ میں
یہ لفظ کہتا آیا وہ اکثر ہمارے پاس

وہ بولا گھر پہ آؤں گی میں بولی شوق سے
جب چاہے آئیو میاں بہتر ہمارے پاس

دعوت کی اس کی ہم نے ہیں اس نے نذر دی
خورشید کی طرح رہا دن بھر ہمارے پاس

کہنے سے اس کے پڑھنا بہت خوب ہے اچی
جو اس میں ہے وہ ہے نہیں جوہر ہمارے پاس

ستھری زبان نظم میں کردیتے اس کی ہم
عیاشی مردوانہ رہا پر ہمارے پاس

بی جادی صاحبہ نے بھی کی پرورش بڑی
مداح ان کا وہ ہوا اکثر ہمارے پاس

اِن اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ محشر بعد کے ریختی گو ہیں۔ جان صاحب کی شہرت پہلے ہو چکی تھی۔ محشر کی بابت سخن شعرا میں نساخ یہ لکھتے ہیں۔

محشر تخلص۔ عبداللہ خاں باشندہ رامپور ریختی پڑھنے میں کمال رکھتے ہیں یعنی ریختی پڑھنے میں اس طرح پر بتلاتے ہیں کہ دیکھنے سے علاقہ رکھتا ہے۔ بیان سے باہر ہے۔ دہلی سے ڈھاکہ تک بیشتر شہروں میں رہے ہیں اور ہر جگہ کے لوگ اِن کو پہچانتے ہیں۔ ان میں ایک بڑا عیب ہے کہ اوروں کے شعر اپنے نام سے پڑھتے ہیں۔ راقم کے ملاقاتی ہیں۔ ریختی میں خانم جان تخلص کرتے ہیں۔ اِن کے اشعار یہ ہیں ؎

مجھ کو قسمت سے میسر یار بھی اُلّو ہوا
مفت میں مٹھے بٹھائے جان کا لاگو ہوا

یہ اٹنگا اٹنگا پاجاما

اندھیرے مُنہ جو اُٹھا گھر سے ہو گیا چمپت
ہوائی دیدہ ہے باندی نہیں جھکاتی آنکھ
کیا مردوں سے آنکھ لڑاتی ہے بیسوا
بے طور گھورتی ہے جوانان باغ کو
دوتوں آنکھیں مٹھ کر دیدے ٹِم ہو جائیں گے
کام چوری کے لئے دیدہ و دانستہ مزدور
کُھلا ہے سینہ دوپٹے تلک کا ہوش نہیں
دوپہریا کو کُھلی آنکھ جو سونے سے کبھی
سڑن ہے چھوکری چلتی ہے آنکھ بند کئے
ٹھنڈیاں نکلی ہیں بچے کے پڑا پھرتا ہے
آشنائی کر کے کیا خوش تھی جو کر لیتی نکاح
باندی نرگس کیا ملاتی تم سے آنکھ
صاف بجلی سی یہاں آنکھوں کے آگے چمکی
بلا کی ڈھیٹ یہ باندی چڑیل ہے مُردار
دے کے کاجل یہ ندیدی موئی اتراتی ہے
چڑھاؤں گی آنکھیں میں درگاہ میں
کیا طعنے دے گی مجکو وہ درزن کی چھوکری

نوج جیسے غریب کی ماما

ملا ہے یار موا صبح خیز یا کیسا
شلنگے مار کے کرتی ہے کھو جبڑا کھویا
نرگس تری تو آنکھ کا پانی ہی ڈھل گیا
نرگس نے جب سے آنکھ کا پردہ اُٹھا دیا
چھوٹی دائی گر پڑی روئی اُٹھائی جھوٹ سچ
آنکھوں میں تیل لگا لیتی ہے باندی مردار
کنواری بالی ہے آنچل کو دیکھ بھال کے چل
کھا کے افیون کا انٹا وہ ہوئے انٹا غفیل
مجھے یہ ڈر ہے نہ پڑ جائے اونچ نیچ میں پانوں
کچھ کسی بات کی بھی آن[1] ہے گوئیاں تم کو
توبہ توبہ باز آئی میں نگھسّے کام سے
باجی آنکھوں ہی سے وہ معذور ہے
مسکرا کر جو دوگانا نے دکھائی بجلی
نہ خوف دل میں ہے جس کے نہ آنکھ میں ڈر ہے
آنکھیں کس ناز سے نرگس مری پھڑکاتی ہے
جو نرگس کے دیدے سلامت رہے
گوئیاں میں سات پشت کو رکھ دوں اُدھیڑ کے

---

[1] آن یعنی روک ممانعت۔

دائی پسلی کو دبا ے ترے قربان گئی — ٹیس پہلو میں اُٹھی اوہی مری جان گئی
کھسکئے یہاں سے نہ جُل کیجئے — یہ بُتے کسی اور کو دیجئے
کیا بُرے ہیں یہ جلے دل کے جلانے والے — اور یہ آگ میں آگ آئے لگانے والے
ہاتھ باندھا کرو منہدی نہ لگاؤں گی کبھی — پانوں پڑ پڑ کے یہ ہیں رنگ جمانے والے
جاؤگے ٹنڈیاں کسوا کے زرا چھو دیکھو — لوبڑے آئے مرے ہاتھ لگانے والے
سر مُڑھانگو گے اس مُنہ سے زبردستی تم — جوتیاں کھاتے ہیں ٹانگوں کے اُٹھانے والے
کہنے سُننے پہ کسی کے نہ تم آنا خانم — آگ پانی میں لگاتے ہیں لگانے والے

جب تک لکھنؤ میں شاہی رہی **جان صاحب** نوابوں اور امیروں کے یہاں ریختی سنانے کو اکثر طلب ہوتے اور خوب انعام پاتے۔ ولی عہد اور شہزادے بھی اپنے درباروں میں انہیں بُلاتے اور ان کے کلام کی قدر کرتے جیسا اِن اشعار سے معلوم ہوتا ہے ؎

جانصاحب کا اجی ہو گیا کچھ اور دماغ — جب سے جانے لگے دربار میں شہزادوں کے
ثریا جاہ عادل میں سراسر قدر دانی ہے — مری کیا اصل ہے مہتاب اُن کی مہربانی ہے
جان صاحب مرا دل شاد نہ کیونکر ہووے — ہے ولی عہد بہادر نے کیا یاد مجھے
ایسی ہی اک ریختی کہ **جان صاحب** اور بھی — حکم آیا ہے مرے نواب کی سرکار سے

مگر بعض تذکروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب **جان صاحب** کے کلام کی پوری پوری قدر لکھنؤ میں نہ ہوئی تو وہ دہلی چلے گئے اور وہاں بھی جب زمانہ موافق نہ دیکھا تو بھوپال کا سفر کیا۔ وہاں بھی ناکام رہے تو پھر لکھنؤ واپس آئے۔ اپنے پہلے دیوان میں ناقدری کی شکایت انھوں نے اس طرح کی ہے ؎

اے جان لکھنؤ سے نکل جاؤں گی میں اب — او قات مجھ نبختی کی ہوتی بسر نہیں

۱۸۵۷ء میں جب غدر ہوا تو وہ لکھنؤ ہی میں رہے اور بھاگ کے کہیں باہر نہیں گئے۔ کہتے ہیں ؎

وہ سوٗرمی رنڈی ہوں نہ گوروں سے ڈری میں — بھگدر میں قدم شہر سے باہر نہ نکالا

بھگدر کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں ؎

اس انقلاب نے ہر ایک کو کیا محتاج — زمانہ ہو گیا بھگدر سے اے بوا محتاج

جو لوگ بھگدر میں نہیں بھاگے تھے اُنھوں نے خالی پا کے محلہ لوٹ لیا تھا اس لیے شکایت کرتے ہیں کہ ؎

نگوڑے مرد جو بھگدر میں بھی نہیں بھاگے — اُنھوں نے لوٹا محلے کو کر دیا محتاج
لُٹے ذرا بھی نہیں کہتے ہیں کہ خوب لٹے — یہ اُن کی لکھتا ہے خستؔ کا ماجرا محتاج

عوض میں دینے کے دلوائیں دھکے گالیاں دیں — جو اُن کے در پہ کوئی جا کے ہو کھڑا محتاج
کہیں کہ تجھ سے سوا ہم فقیر ہیں چل دور — یہاں نہ کوڑی ملے گی ہوا ہو جا محتاج

غدر کے بعد جب سرکار نے ہتھیار چھینے ہیں اور بعض مکانوں کی تلاشی لی ہے تو نصیحت کرتے ہیں کہ ؎

چاقو تک رکھنا نہ اب گھر میں بہادر مرزا — حکم سے ہوتے ہیں سرکار کے ہتھیار تلاش
سیسا شورہ اجی گندھک ہو کہ گولا بارود — رات دن کرتی ہے یاں خبروں کی سرکار تلاش

جب امن اور انگریزوں کا تسلط ہو گیا اور ملکہ وکٹوریہ نے معافی کا اعلان کیا اور لوگوں کو تنخواہیں اور وثیقے ملے تو خوش ہو کے کہا ؎

۱؎ سوٗر مذکر ہے سوٗرمی مؤنث ہے۔

کیا ہر ایک کو ملکہ معظمہ نے نہال — امیر چھوٹا بڑا اک نہیں رہا محتاج
تصدق اپنا عطا کچھلی سب کو کی تنخواہ — وثیقے والوں میں ہے کونسا بھلا محتاج
رحیمہ ایسی کریمہ ہیں عادلہ ملکہ — خطا معاف کی کُل کی غنی ہو یا محتاج

بعضوں نے پرامیسری نوٹ خریدے تھے اُنھوں نے اُن کو اس طرح متنبہ کیا ؎

انگریزی رہے قیامت تک — دے نہ اک دن کہیں خسارا لوٹ

جان صاحب نے اپنا پہلا دیوان مطبع مرتضوی لکھنؤ میں ۱۲۶۲ھ (۱۸۴۵ء) میں چھپوایا تھا اور اس کی تاریخ یہ کہی تھی ؎

میں صدقے گئی آ کے یہ قطعہ دیکھو — مرے جان صاحب نے لکھا ہے باجی
چھٹی نبض بیمار کی مل گئی ہے — اگر دور سے شعر دیکھا ہے باجی
کہا سچ یہ نرگس نے ہر شعر اس کا — مسیحا کا عالم دکھاتا ہے باجی
بھرے اس کے مضمون میں معجزے ہیں — کیا مجھ سے مردے کو زندا ہے باجی
دوا کی ہے تاثیر ہر لفظ رکھتی — جو ہے حرف وہ قرص گویا ہے باجی
غذا قافیہ بحر ہر ایک پانی — ردیفوں کو پرہیز باندھا ہے باجی
اجی اس کی تاریخ نبرت الشفا ہے — یہ دیوان چاہت کا نسخا ہے باجی
۱۲۶۲ھ

مگر یہ بہت غلط چھپا تو اس خیال سے کہ کہیں اغلاط کتابت ان کے اغلاط نہ سمجھے جائیں صاف صاف کہہ دیا ؎

پہلا دیوان سب غلط میرا — اس میں ظاہر ہے تین چار ہیں عیب
شعر موزوں تو قافیہ مہمل — سب یہ چھپنے کے آشکار ہیں عیب

جب دوسرا دیوان تیار رہوا اور اُنھوں نے یہ دیکھا کہ پہلے دیوان کی قدر جیسی چاہیئے ویسی نہیں ہوئی تو کہا ؎

قدر کیا پہلے کی ہے اس کو جو پوچھے گا کوئی | جان صاحب یہ کہا دوسرا دیوان عبث

دوسرا دیوان مطبع بلیغی صاحب میں حافظ محمد باقر معروف بہ اچھے صاحب کے اہتمام سے سنہ ۱۲۶۹ھ میں چھپا تھا چنانچہ کہتے ہیں ؎

بیتے آنا چوک سے مزا کروں گی سیر میں | جان صاحب کا چھپا ہے دوسرا دیوان اب

اس میں پہلا دیوان بھی شامل تھا۔ اس لئے تاریخ یہ کہی ؎

اک ہفتے میں بک جائیں گے ہیں درشنی ہنڈی | مطبع سے تو نکلیں یہ ارے صاحبو دونو

منشی جی ہیں مطبع کے بجا مہتمم اچھے | تجویز یہ نسخے وہ کئے صاحبو دونو

بی جان کہی جان نے تاریخ بھی اب اچھی | دیوان بہت خوب چھپے صاحبو دونو

اس زمانے میں لکھنؤ شاہی کا لکھنؤ نہیں رہا تھا۔ انگریزی عملداری ہوگئی تھی۔ واجد علی شاہ کلکتہ چلے گئے تھے۔ اہل فن و کمال مارے مارے پھرتے تھے۔ تھوڑی بہت جو قدر پہلے ہوتی تھی وہ بھی اب نہ رہی تھی۔ اس واسطے جان صاحب نے جل کے کہا ؎

ہم ہوئے بڑھیا جواں اپنا ہوا جس دم کمال | قدرداں ملتا نہیں اب کوئی بھڑوا بدنصیب

وہ یہ دیکھتے تھے کہ ؎

قلی ہو یا جی ہو بھڑوا ہو مسخرا یا ہو | ہے اِن کے لکھنؤ میں روزگار کی صورت

یہ پوچھے جاتے ہیں چاروں کی قدر ہوتی ہے | شریف کے ہے نہیں اعتبار کی صورت

ذلیل سب سے سوا اب ہے شاعری کا فن | نہ شاعروں کے رہی کچھ وقار کی صورت

اس لئے بیزار ہو کر کہہ دیا ہے

یہاں سے جان چل آ کربلا مُعلّےٰ کو — خدا دکھائے نہ پھر اس دیار کی صورت

وہ بھی اسے جانتے تھے اور سخن فہم بھی مانتے تھے کہ لکھنؤ اور دہلی میں کوئی ریختی کہنے والا اُن کا ہم پلہ نہیں لہٰذا وہ برسرِ مشاعرہ اکثر اپنے کمال پر فخر کرتے تھے جیسا ان اشعار سے ثابت ہوتا ہے

تو شاعروں میں نامی ہے آج جان صاحب — ہے ملکوں ملکوں شہرہ اُجڑے ترے سخن کا
اے جان لکھنؤ میں تو ریختی ہے پڑھتا — بُلبُل چہک رہا ہے اُجڑے ہوئے چمن میں
اے جان خوب کہتا ہے تو ہر زمین میں — تیرے ہی شعر سب کے ہوئے دل پذیر ہیں
مزہ ہے ریختی میں مردؤں کے شعر کہنے کا — مُوا اپنے موافق جان صاحب خوب کہتا ہے
کیا ریختی کہہ کہہ کے کیا نام ہے پیدا — اے جان ترا عیب بھی بہتر ہے ہنر سے
جان صاحب تو رہے جم جم سلامت ہیچ تو ہے — نام روشن ہو گیا میرا ترے اقبال سے

کبھی اپنی کس مپرس حالت دیکھ کے دل کے پھپھولے اس طرح پھوڑتے تھے

بھڑوے بے فیضوں کے آگے جان صاحب نہ پڑھ — قدر کچھ کرتے نہیں ہے ریختی کہنا عبث
قدر کیا نامرد جانیں مردوے جو مرد ہیں — جان صاحب شاد ہوتے ہیں وہی سنکر مجھے

کبھی معاصرین پر حملے بھی کر جاتے تھے

ہزار ریختی گو جان منہ چڑھائیں مرا — ملے گا ایسا نہ اُن کے فرشتے خاں کو شرف
جیسا تمھارا نام ہوا ہے نہ ہوئے گا — اے جان کوئی لاکھ کہے اس زبان میں
اے جان ہر زبان میں وہ ریختی کہی — سُن سُن کے ہوش پریوں کے باختہ ہوئے

کہے وہ ریختی اے جان اس کا منہ کیا ہے | تمام عمر نہ آئے گی یہ زبان اسے
کہانی بن گئے کچھ فقرے داستاں کے لئے | مرے وہ چور ہیں جواب ہیں ریختی پڑھتے

ان کے حملوں اور تعلیوں سے اکثر لوگ رنجیدہ ہو گئے تھے اس لئے محمد علی خاں مسیحا اخبار نویس شاہی نے امجد علی خاں عصمت اور ہداتن کو ریختی میں مقابلہ کرنے کے واسطے تیار کیا وہ دونوں ان پر مشاعروں میں آوازے کسنے لگے۔ سنتے سنتے جب یہ تنگ آ گئے تو کہا ؎

شیخانی کی یہ پوتیاں آ کر ہمارے پاس | چھانٹیں رموزیں بیٹھ کے دلبر ہمارے پاس
گھن آئے گتے کوّوں کو جن گالیوں سے جی | سر مکھ سنائیں سوت وہ بن کر ہمارے پاس
سو تیں نہیں فروغ نہ پایا کسی نے بھی | بیٹھیں چٹک مٹک کے برابر ہمارے پاس
کیا جائیں اوہی ریختی کہنا چڑھائیں منہ | ایسی پڑی ہیں جیب میں ستر ہمارے پاس
خضر و ہداتن اور یہ عصمت بھی مال کیا | سب آئیں زہر کھا کے یہ ہم پر ہمارے پاس

اسی زمانے میں نواب غضنفر الدولہ بہادر نے مشاعرہ کیا جس کی طرح کا مصرع آغا حجو ہندی کے مشورے سے یہ ہوا۔

ع۔ پھولوں میں تل رہا ہے کانٹا مرے چمن کا

انھوں نے جو غزل کہی اس میں عصمت اور ہداتن پر دل کا بخار خوب نکالا مگر اتنی مدت کے بعد اب یہ پتا نہیں لگتا کہ چوٹیں کیا کی تھیں۔

جب ان کا پہلا دیوان چھپا تو لوگوں نے اس پر اعتراض کئے۔ ایک جگہ مشاعرہ تھا اس میں کسی نے کہا کہ اس شعر میں ؎

روتی ہے شمع رات بھر عاشق کے گور پر | پروانے باجی صبح سے مرتے ہیں شام تک

عاشق کا عین گر گیا ہے یہ خود تو موجود نہ تھے اِن کے طرفداروں نے جواب دے
اور ایک صاحب نے اپنی غزل میں یہ شعر بھی بڑھا دیا ؎

جان صاحب نے ریختی کہہ کے — شاعری کا کمال دکھلایا

اس پر بڑی قال وقیل ہوئی۔ جان صاحب نے یہ سُنا تو کہا ؎

شاعری میں بوا ہزار ہیں عیب — ایک دو کیسے بے شمار ہیں عیب
پہلا دیوان سب غلط میرا — اس میں ظاہر یہ تین چار ہیں عیب
شعر موزوں تو قافیہ مہمل — سب یہ چھپنے کے آشکار ہیں عیب
واچھڑے ایسے اب رہے شاعر — شعر میں ایک حُسن چار ہیں عیب
دھونتیا پرشاد لکھنی چند تلک — یہ سمجھنے لگے گنوار ہیں عیب
معترض دل میں گھاو ڈالتے ہیں — اِن کی چھُریاں ہمیں کٹار ہیں عیب
نابلد ہیں محاورے میں وہ — علم سے جن کو آشکار ہیں عیب
گو کتابیں پڑھی ہیں حکمت کی — فکر کے سر پہ یہ سوار ہیں عیب
ہو نسا[1] کے محاورے میں صحیح — ہوں غلط اپنے افتخار ہیں عیب
عیب اُستادوں کے ہنر کے ہیں ساتھ — کھوتے اِن کا نہیں وقار ہیں عیب
جس جگہ زور ہی نہیں چلتا — جبر سے کرتے اختیار ہیں عیب
بی بُرائی کی خو بشر میں ہے — اس بشر کے بوا حصار ہیں عیب
دونوں بچے یہ سوت کے بھابھی — جان کے کرتے بار بار ہیں عیب
نظم کے ہے چمن میں ساتھ ان کا — گُل اگر حسن ہے تو خار ہیں عیب

---

[1] نسا کے محاورے ہیں یعنی عورتوں کے محاورے ہیں۔

حُسن کا اک زمانہ عاشق ہے — سب کو بے شبہ ناگوار ہیں عیب
جوتی پیزار ان پہ چلتی ہے — محفلوں میں عجب چمار ہیں عیب
جان صاحب کسی کو کیا ٹوکے — ایک اس میں ہی نو ہزار ہیں عیب

ایسے ہی اعتراضوں کے جواب میں جان صاحب نے یہ اشعار بھی کہے تھے ؎

کرتے بہت ہیں غیر کے کہنے پر اعتراض — اپنا کلام سوجھتا ہے جان کم غلط
مردوں کا بھی ہیں جانتی ہوں کام سنو جان — تم رنڈی سمجھ کر مرے اشعار نہ ٹوکو
اعتراضوں سے ارے اوہی تجھے کیا مطلب — جان صاحب ہو چخے تو بھی کوئی شاعر ہے

اور جب قدر دانوں کی کمی اور اپنی بُری حالت دیکھی تو یہ اشعار کہے ؎

جو قدر دان اپنے تھے اے جان چل بسے — جب تو ہمارا ان دنوں یہ حال ہو گیا
جان صاحب رہا دہ تنگ سدا — جس کو حاصل کوئی کمال ہوا
لکھنؤ سے شہر میں دیکھا نہ پنپا آج تک — جان صاحب سے نہیں کوئی زیادا بدنصیب
جان صاحب نہ رہی جبکہ کسی بات کی قدر — جو ہنر یاد مجھے تھے وہ ہنر بھول گئے
اے جان بسر ہو گی یہ کس طرح سے اوقات — میرا کہیں منصب ہے نہ جاگیر تمھاری

عصمت اور ہدایت تیار تو اس غرض سے کئے گئے تھے کہ جان صاحب سے مقابلہ کریں مگر اتفاق سے دونوں آپس میں لڑ گئے جان صاحب نے سُنا تو اسے اس طرح نظم کر دیا ؎

سنا ہے میں نے ہدایت سے اور عصمت سے — چلی یہ جوتی رہیں جوتیاں نہیں باقی
ہلدی جوتی سے نخاس میں ہوئے بدنام — رہیں زمانے کی رسوائیاں نہیں باقی

بنیں حماقی کی گھوڑی تھیں سوکنیں اے جان   رہیں اب ان کی بھی مُنہ زوریاں نہیں باقی

اس وقت دہلی کے ریختی گو شعرا میں مرزا علی بیگ نازنیں بہت مشہور تھے۔ اُن کی بابت مرزا قادر بخش بہادر صابر نے تذکرۂ گلستان سخن میں لکھا ہے کہ

راقم ہیچمدان صابر کم استعداد نے اُن تینوں (یعنی رنگین وانشا و جان صاحب) کی ریختی کو نظر غور سے دیکھا اور چشم انصاف سے ملاحظہ کیا ایسا مقام کم پایا کہ زبان ریختی کو لطف شاعری کے ساتھ انضمام دے کر ایک مفرح دلنواز تیار کی ہو۔ بشتیر صرف عورتوں کی گفتگو اور اُن معاملوں کے سوا کہ مرتبہ شناسان سخن کے نزدیک فضول اور نازک دماغوں کے آگے نامعقول ہیں اور کچھ نہیں اور نامعقولیت سے نہ یہ مراد ہے کہ کلام فحش آمیز یا کلمات شہوت انگیز سے قلم کو آلودہ کیا ہے۔ یہ تو اُس نظم کے گوش و گردن کا پیرایہ بل[1] اس طرز کا خمیر مایہ ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ وہ باتیں جو عورتوں کو اثنائے خانہ داری میں پیش آتی ہیں مثلاً کسی بہن بھیلی کے گھر مہمان جانا یا کسی بھائی بند کا اپنے گھر بلانا۔ خصم سے ٹوم چھلے کے گھڑوانے کی تمنا اور کرتی انگیا رنگوانے کا تقاضا ایسی طرح خرچ کی ہیں کہ اُن سے کچھ لطیفہ یا نکتہ کہ شاعر خوش مذاق کو لذت دے حاصل نہیں ہوتا اور مرزائے مرزا منش (یعنی نازنین) نے اُن معاملات کو اس لطافت سے ادا کیا ہے کہ سامع کا جی نکل جاوے اور سننے والا کلیجہ پکڑ کے بیٹھ جاوے۔

مگر اس تحسین میں ضرورت سے زیادہ مبالغہ ہے جس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ نازنین مرزا صابر کے شاگرد اور دوست تھے اور نساخ نے نازنین کی بابت سخن شعرا میں جو یہ لکھا ہے کہ برخلاف جان صاحب کے ان کی شاعری میں کچھ مزہ بھی ہوتا ہے۔ تو اس ترجیح کا سبب یہ ہے کہ لکھنؤ والوں نے نساخ کے

---

[1] بل یعنی بلکہ۔

اشعار پر بہت سے بجا اعتراضات کئے تھے جن کے جواب میں اُنھوں نے ناسخ و آتش و صبا و وزیر دبیر و امیر و انیس و دبیر کی تنقیص کی اور لکھنوی ہونے کی علت میں جان صاحب کو نازنین سے بغیر ثبوت بیّن کے گھٹا دیا۔ سخن فہم اس کا اندازہ کلام سے خود ہی کر لیں گے۔

انتخاب کلامِ نازنین

ہوئی عشاق میں مشہور یوسف سا جواں نا کا
ہوا ہم عورتوں میں تھا بڑا دیدہ زلیخا کا

میں اپنے سر کو دھوتی ہوں ہوا اور یہ تماشا ہے
موا بیٹھا ہے کیا خوش خوش کہ دن آیا تقاضا کا[1]

مجھے کہتی ہیں باجی تو نے تا کا چھوٹے دیور کو
نہیں ڈرنے کی میں بھی ہاں نہیں تاب کا تو اب تا کا

اگر اے نازنیں تو دُبلی پتلی کامنی سی ہے
چھریرا سا بدن نامِ خدا ہے تیرے دولھا کا

رو گئے کو مستعد کیا رات درباں ہو گیا
جان کر یہ مردوا دیکھو تو انجان ہو گیا[2]

صحبت اب مردوں کو ہے ان شوخ دیدوں سے برا
چھوڑنا گھر والیوں کا کیا ہی آساں ہو گیا

کوئی بیٹھا ہو تجھے ہے کام اپنے کام سے
اے نگوڑے آدمی سے تو تو حیواں ہو گیا

میں نے تو رکھا نہ تھا منہ پر ولیکن آپ ہی
سوچ کر کچھ مردوا دل میں پشیماں ہو گیا

کیونکہ چاہیتی نے چھوڑا جو ہمارے دن پھرے
آج آنا مردوے کیونکر ترا یاں ہو گیا

بدزبانی چھوڑ اب تو کھو جھڑے پیٹی کہیں
چاہنے والا خصم تجھ سے گریزاں ہو گیا

سونا کبھی شوہر[3] کو میسّر نہیں ہوتا
عورت انھیں باتوں سے کبھی گھر نہیں ہوتا

اب کے وہ خصم میں نہیں ہوتا ہے گھر اُس کا
کچھ پلّے پنجتی کے اگر زر نہیں ہوتا

کیا جانئے کیا کسبیوں میں شہد گھلا ہے
گھر والیوں سے خوش کوئی شوہر نہیں ہوتا

---

[1] لکھنؤ میں تقاضا کا کی جگہ تقاضے کا بولتے ہیں [2] چونکہ انجان ہندی لفظ ہے اس لئے اسے بتخفیف نون نظم کرنا غلط ہے۔ بیبن [3] منشی منیر نے اعتراض کیا ہے کہ اس شعر میں شوہر غلط ہے خصم کہنا چاہیئے (سنان دلخراش)

کچھ ہو نہیں سکتا ہے اور اُس پر ہے اکڑتا
نیچا تو نگوڑے کا کبھی سر نہیں ہوتا

اے نازنین رنڈی کے لئے لڑ نہ خصم سے
سر چڑھنا بہت مرد کے بہتر نہیں ہوتا

وہ سانولا مجھ گوری سے ہمخواب نہیں تھا
چاندی کا یہ تھیوا تھا وہ نیلم کا نگیں تھا

اُڑتے تھے مزے دھوکے ہی دھوکے میں بہت سے
جن روزوں میں اُن کو مری عفت کا یقیں تھا

رنڈی ترے کہنے پہ کوئی یار میں کرتی
پر نام ڈبونا مجھے کبنے کا نہیں تھا

لسا کسی قحبہ نے لُبھایا تھا کہ شب بھر
لیٹا تو رہا پاس پہ کوسوں ہی نہیں تھا

مجھے کہے ہے ترے گھر میں شب کو یار آیا
قسم کا بھی تو موے کو نہ اعتبار آیا

قطعہ

پڑا ہی رہتا تھا رنڈی کے رات دن پر آج
سحر سے شام تلک گھر میں بے شمار آیا

پڑی نہ ہو کہیں اُس بدنظر کی تجھ پہ نگاہ
لوا مجھے تو ترا دھیان بار بار آیا

وہ نقد مال سمجھ کر مجھے چمٹتا ہے
مجھی پہ کھا کے کہیں مردوا اُدھار آیا

میری نماز کھوئی اس مردوے نے آکر
اُٹھی تھی اے ددا میں کمبخت ابھی نہا کر

یہ کل بگڑ گئی ہے رہنا نہیں حمل پھر
پچھتائی میں تو آیا پہلا حمل گرا کر

گھبراؤ تم نہ باجی لڑ کر خصم سے اتنا
اِک دن وہ آپ تم کو لے جائیں گے منا کر

ایسی جوان رنڈی اے نازنین نہ تو تم
لے جائے گا تمہارا شوہر اسے اڑا کر

گر مردوں کو پاس نہیں اپنی بات کا
پھر کس لئے یہ لیتے ہیں باجی پرائے دل

اے زناخی مردوا ہے بدگماں
تو نہ کر باتیں ہمارے کان میں

نازنین اتنا بھی ہرجائی پنا
یہ تمہارے آگیا کیا دھیان میں

قطعہ

روز اک دھگڑے کی ہیں مہمانیاں
روز رہتی ہو اسی سامان میں

یار کرنے کی عبث مجھ پہ ہے تہمت باجی
اس زمانے میں کسی کا بھی کوئی یار نہیں

دس گھر تو چھٹ چکے ہیں کہاں تک کروں خصم
کس جا بٹھائے دیکھئے اب آسماں مجھے

بوا در گور ایسے مردوے کا منہ کروں کالا
کیا جب تک نہ منہ کالا الٰہی ہرگز نہ وہ یاں سے

تو مسٹنڈا ہے اور میں نازنین کیونکر نبھے صحبت
موے اُجڑے نگوڑے بنیلے چل دور ہو یاں سے

رات بھر ہے وہی بات اور وہی چوما چاٹی
اے ددا ایسے ندیدے سے پڑا کار مجھے

دن چڑھے پر بھی دبوچے ہی پڑا رہتا ہے
مفت نظروں میں جٹھانی کے کیا خوار مجھے

مرد میں کیا کوئی جادو ہے کہ ہوں دل سے خفا
اور بوا دیکھتے ہی آئے ہے اک پیار مجھے

چھوڑ یاروں کو ہوئی تو ہوں خصم پہ شاکر
پر یہ بنتی نظر آتی نہیں زنہار مجھے

ہمسائی آئی تھی مرے گھر میں بنی ٹھنی
ان کو تو دیکھو رات اسی بھبل پڑے

مجکو تو بے کلی اور اُسے روز کی یہ لت
اچھی بتاؤ تو کہ مجھے کیونکہ کل پڑے

فوارہ کی طرح سے ذرا بھی نہ تھم سکے
تم ایک بوند پانی پہ کتنا اُچھل پڑے

کچھ بھید کھل گیا مرے شوہر پہ نازنین
جو آج مردوے کی جبیں پر ہیں بل پڑے

دیکھا ہو بات کرتے کسی سے مجھے تو خیر
طعنے بھی دینے اچھے لگی تو ددا مجھے

اس پاس رات نوچ گئی تھی کہ صبح تک
کہا کیا بُری طرح سے ملا اور دلا مجھے

تاریخ مرگ ذوق

نہیں نازنین رنج کرتی کسی کا
کہا جب سے یار اور حرمت ہے کھوئی

بلا سے رکھوں شاد دل کو تو اپنے
اگر میں نے کہنے کی عزت ڈبوئی

خصم جب موا لونڈیوں کو رلایا
کہ اس پردے میں نام رکھے نہ کوئی

و لیکن مجھے کاملوں سے ہے الفت
غم ذوق میں رات بھر میں نہ سوئی

لکھی ان کی تاریخ اور یہ ہوا غم
میاں ذوق کو میں بوا آپ روئی

١٢٧١ھ

تاریخ طبع گلستان سخن

اے میں قربان اپنے صابر کے — مجھ کو سب کچھ انھوں نے سکھلایا
ان سے دو بول سے ہوئی واقف — ان سے آیا جو کچھ مجھے آیا
میں تو اک بے تمیز رنڈی تھی — نیک بد سب انھوں نے بتلایا
ان کے صدقے سے مجھ سی عورت نے — رتبہ مردوں سے بھی سوا پایا
ہیں وہ شہزادہ بلند نژاد — رتبہ اللہ کے گھر سے ہے پایا
بس کہ علم و ہنر میں کامل ہیں — ان کا سب سے بلند ہے پایا
ڈالا اصلاح کے جو دامن کا — سر پہ میرے کلام کے سایا
تھے بڑے جو کہ مرد کامل فن — ان کو میرے سخن نے شرمایا
دیکھ شوخی زبان عورت کی — رشک سے زہر مردوں نے کھایا
تذکرہ شاعروں کا لکھا ہے — اور مجکو بھی ہے وہ دکھلایا
کس طرح کہ سکوں میں اس کی صفت — کیا مرا منہ ہے کیا مرا پایا
اللہ اللہ عبارتیں اس کی — بحر مضموں ہے جوش میں آیا
رنگ معنی یہ تازگی حروف — جیسے گلشن پہ ابر ہے چھایا
وہ سخن ان کے لب پہ ہے گویا — لب عیسے پہ معجزہ آیا
لے کے ان سے وہ تذکرہ اک دم — نازنیں کو بھی میں نے دکھلایا
اس نے تاریخ یہ کہی مجھ سے — اے ہیں صدقے یہ خوب فرمایا

١٢٧٠ھ

شاہی کے بعد لکھنؤ میں تراہ تراہ مچ گئی۔ نفسی نفسی پڑ گئی۔ سیکڑوں بھرے گھر ویران ہو گئے۔ ہزاروں فارغ البال پریشان ہو گئے۔ نئے انتظام سے سب کی

حالت ابتر تھی بلند اقبالوں کی صورت مفلسوں سے بدتر تھی۔ یہی دیکھ کے میر انیس نے کہا تھا ؎

امیر جس درِ دولت پر اک زمانہ ہوا　　وہ گھر تباہ وہ برباد کارخانہ ہوا

اب جان صاحب کو بھلا پوچھتا کون۔ جب تک رہا گیا لکھنؤ میں رہے آخر مجبور ہو کے شہر چھوڑنے پر تیار ہوئے اس وقت رامپور میں نواب کلب علی خاں مرحوم لکھنؤ والوں کی قدر کر رہے تھے۔ علما۔ شعرا۔ اہل فن و کمال سب کا وہیں مجمع تھا۔ جان صاحب بھی اخیر عمر میں پہنچے اور درباری شعرا میں شامل ہو گئے مگر لکھنؤ کا آرام وہاں کہاں تھا تنگ رہتے تھے اور جبراً و قہراً برداشت کرتے تھے۔ نواب مرحوم نے ان کے گزارے کا بندوبست تو کر دیا تھا لیکن جتنا یہ چاہتے تھے اُتنا نہیں تھا۔ قصیدیوں پر جو انعام ملتا تھا اسے یہ کم سمجھتے تھے۔ شعروں کی جو داد پاتے تھے اسے یہ کافی نہ جانتے تھے۔ قسمت کا شکوہ نصیبوں کا گلہ کرتے اور دل مسوس کر رہ جاتے۔ کہیں مشاعرہ ہوتا تو جاتے۔ کبھی طرح کی غزل پڑھتے کبھی پُرانا کلام سناتے۔ ایک مشاعرے میں پھٹے کپڑوں پر رضائی اوڑھ کے گئے شعر پڑھنے میں اتفاق سے وہ کھسک گئی۔ میر مشاعرہ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو کپڑوں کا سامان کر دیا۔ سخن فہم ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور اہل فن میں شمار کرتے۔ منشی اسمٰعیل حسین منیر نے ایک قصیدہ نواب مرحوم کی شان میں اسی زمانے میں کہا تھا جس میں درباری شعرا کا نام لیا ہے۔ ان کا بھی ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں

ع۔ جان صاحب کی ریختی پیاری۔

یہ اخیر وقت تک رامپور میں رہے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ کوئی اولاد نرینہ

نہیں چھوڑی۔ لکھنؤ میں ان کا گھر رستم نگر میں تھا جس کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

دل شیر ہوا میرا کہ میکے میں اب آئی ڈولی میں سُنا میں نے جو رستم نگر آیا

رامپور میں ملا ظریف کی بزریا میں رہتے تھے۔ گھر کی دہلیز میں ایک مزار تھا۔ چونکہ یہ روحوں اور جنّوں سے بہت ڈرتے تھے اس لئے چھپ چھپ کر لوگ انھیں ڈرایا کرتے تھے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ یہ بنوٹ بھی جانتے تھے کیونکہ ایک تذکرے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ لکھنؤ میں شام کو انھیں ڈاکوؤں نے گھیر لیا تھا مگر اُنھوں نے سب کو مار کے بھگا دیا۔ دیوان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُردو کے شعرا میں اگر کوئی دل کا ترجمان کہا جاسکتا ہے تو وہ صرف جان صاحب ہیں۔ اگرچہ اُنھوں نے عورت کے دل کی ترجمانی کی ہے مگر اس میں زرا شک نہیں کہ ان کا کہا قال ہی نہیں حال بھی ہے۔ اعلےٰ طبقے سے لے کے ادنےٰ طبقے تک کی عورتوں کو جو معاملات پیش آتے ہیں۔ جو کام وہ کرتی ہیں جو باتیں وہ کہتی ہیں جو خیال ان کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں سب کا ذکر جان صاحب نے کر دیا ہے۔ باپ کا پیار۔ ماں کی ممتا۔ بھائی بہن کی اُلفت۔ میاں بی بی کی محبّت۔ آپس کے جھگڑے۔ سَوت کا جلاپا۔ آشنا کے ناز نخرے۔ ساس نندوں کی لڑائی۔ دلہن کا حجاب۔ سالیوں کا مذاق۔ زچہ خانے کی کیفیت۔ بچّوں کی حالت۔ ان کی تعلیم و تربیت۔ خانہ داری کے امور۔ شادی بیاہ کی رسمیں۔ ارباب نشاط کی باتیں۔ لونڈی غلام سے برتاؤ۔ بیمار کا تیمار۔ مردے کا ماتم۔ ٹونے ٹوٹکے۔ ضعیف الاعتقادیاں۔ کپڑے۔ زیور۔ بناؤ سنگار کی چیزیں۔

مختصر یہ کہ دُنیا بھر کی باتیں بتا دی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اُس وقت سوسائٹی کی جو حالت تھی اس کی تصویر یہ دیوان ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دو عورتوں میں محبّت ہو جاتی تھی تو ایک دوسرے کو دگانا کہنے لگتی تھیں۔ یہ رشتہ اس طرح قائم ہوتا تھا کہ ایک عورت دوسری کو بھلاوا دے کے کبھی دگانہ بادام۔ کبھی دگانہ کیلا۔ کبھی دگانہ ڈلی۔ کبھی دگانہ اخروٹ کبھی کوئی اور دگانہ پھل دیتی۔ جب وہ داہنے ہاتھ میں لے لیتی تو دینے والی فراموش کہہ دیتی۔ لینے والی کو لازم ہوتا کہ دو سو سے دو لاکھ تک وہی چیز دینے والی کو دے۔ جب دے دیتی تو وہ چیز عزیزوں رشتہ داروں میں بانٹی جاتی اور دونوں عورتیں ایک دوسرے کی دُگانا ہو جاتیں۔ یہ بھی ہوتا کہ حاملہ کا ہاتھ ایک عورت دوسری عورت کے داہنے ہاتھ میں دے کے فراموش کہتی اور لونڈی غلام مانگتی۔ دگانہ سے زیادہ تر تو محبّت ہی رہتی جس کا اظہار اس طرح ہوتا ہے

ترے صدقے جاؤں میں واری دگانا — مری بھولی بھولی ہے پیاری دُگانا

لگے تیری چالوں کو لوگا نگوڑی — تو ہی بازی جیتی میں ہاری دگانا

ترے گھر میں جمعہ کو آوں گی جنیاں — میں آپ اپنی دوں گی کہاری دُگانا

اگر بگاڑ ہو جاتا تو اس قسم کی باتیں بھی سُنا دی جاتیں ہے

کیا میری دل کو ہے عاری کہوں کیا — نکل میرے گھر سے تو جا ری دگانا

کہیں دیدے گھٹنوں کے آگے نہ آئے — قسم جھوٹی سچی نہ کھاری دگانا

جو عورت دُگانا کی دوست ہوتی وہ سہ گانا کہی جاتی۔

ایک عورت دوسری کو زناخی بھی کہتی جیسے ہے

کیا ہم کو بڑی کوئی زناخی کے گھر آیا　　اچھا نہیں کرنا ہے اجی ذکر پرایا

یہ وہ عورت ہوتی تھی جو دوسری عورت کے ساتھ زناخ (یعنی مرغ یا کبوتر وغیرہ کے سینے کی ہڈی جو دو شاخہ ہوتی ہے) توڑ کر ہمدم و ہمراز بنتی۔

جب ایک الاچی کے دانے دو عورتیں کھائیں تو ایک دوسری کو الاچی کہتیں۔

چھوچھو زیادہ تر اُس لونڈی کو کہتی ہیں جو ہم عمر ہوتی ہے اور ساتھ کھیل کے بڑی ہوتی ہے ؎

چھوچھو کے واسطے نہ کھلائی کے واسطے　　بیٹی جنی ہوں جوڑا ہو دائی کے واسطے

خصم = شوہر کو کہتی ہیں ؎

اوّل خصم ہی کرنا نہ تھا گر کیا کیا　　اور کر کے اُس کو چھوڑ دیا یہ بُرا کیا

دَدا کھلائی کو کہتی ہیں یہ وہ بوڑھی لونڈی ہوتی ہے جس نے بچپن میں خدمت کی ہو ؎

چھپتا نہیں ہے پیٹ دَدا دائی کے آگے　　جو کچھ بڑی بیگم ہیں کوئی مجھ سے تو پوچھے

گوئیاں اپنی سہیلیوں کو کہتی ہیں ؎

چھپا مو بات چوٹی میں نہیں گوئیاں نے ڈالا ہے　　لیٹیا ادھی رستی کا یہ بچہ کوڑیالا ہے

کوکہ دودھ شریک بھائی اور کوکی دودھ شریک بہن کو کہتی ہیں مگر جان صاحب نے کوکی نہیں کہا کوکا کہا ہے ؎

کوکا کو گر رکھا ہوگا　　لڑکا گھر گھر رسوا ہوگا

خیلا = احمق یا پھوہڑ کو کہتی ہیں۔ جیسے ؎

اے جان یہ دکھاکسی خیلا کو گھات تو　　چینڈرا کے چھند سے نہ کر اب مجھ سے بات تو

مغلانی ۔ امیروں کے گھر کی وہ ملازمہ جس کے سپرد کپڑے سینے کی خدمت ہو ؎

الٰہی کوڑھ ٹپکے ایسی مغلانی کے ہاتھوں میں　　کتر کے کر دیا غارت مری انگیا کے بازو کو

آتو یا آتوں = اُستانی جو لڑکیوں کو پڑھنا لکھنا سکھائے ؎

آتو جی شادی کرنے پہ مائل ہے فاضلہ　　پڑھنے کو حُسن و عشق کی اُس کو کتاب دو

جو کپڑے پوشاک بنانے کے کام میں زیادہ آتے تھے وہ یہ ہیں۔

آب رواں = ایک قسم کا باریک کپڑا ہوتا ہے جس سے زیادہ تر دوپٹا بناتی ہیں معمولاً سوتی ہوتا ہے۔ (مذکر)

آڑا = ایک قسم کا ریشمی کپڑا جس میں دھاریاں ہوتی ہیں۔ (مذکر)

بادلہ = زربفت ۔ زری کا کپڑا جو ریشم اور چاندی کے تاروں سے بنا جاتا ہے (مذکر)

بلبل چشم = ایک ریشمی کپڑا جس کی بناوٹ کھیس کی طرح ہوتی ہے اور اُس میں بلبل کی آنکھوں کی سی بوٹیاں ہوتی ہیں۔ (مذکر)

پھولام = ایک قسم کا ریشمی کپڑا اس میں سوت کا میل بھی کبھی ہوتا ہے۔ (مذکر)

تاش = ایک قسم کا ریشمی زری کا کپڑا ۔ زربفت (مذکر)

ترچھا = ایک قسم کا کپڑا جس کے پائجامے بنائے جاتے ہیں۔ (مذکر)

تنزیب = ایک قسم کا باریک سفید کپڑا جو معمولاً سوتی ہوتا ہے۔ (مؤنث)

چارخانہ = ایک قسم کا خانہ دار کپڑا۔ (مذکر)

چاند تارا = پھولدار ململ ۔ (مذکر)

ڈھاکا = شہر ڈھاکا کی بنی ہوئی ململ۔ (مذکر)

رادھانگری = ایک ریشمی کپڑا جو رادھانگر میں بنایا جاتا ہے۔ (مذکر)
سنگی = ایک قسم کا ریشمی کپڑا جس میں سوت ملا ہوتا ہے زیادہ تر پائجامے کے کام آتی ہے۔ (مؤنث)
سوسی = ایک قسم کا رنگین دھاری دار کپڑا۔ زیادہ تر پائجامے کے کام آتی ہے (مؤنث)
شبنم = ایک سفید نہایت باریک کپڑا۔ (مؤنث)
تنزیب = ایک نہایت باریک اور نفیس کپڑا۔ زیادہ تر سوتی ہوتا ہے۔ (مؤنث)
صحن = ایک قسم کا عمدہ ریشمی کپڑا۔ (مذکر)
قلندری = ایک قسم کا ریشمی کپڑا۔ (مؤنث)
کام لیٹ = (انگریزی لفظ سے بنا ہے) ایک قسم کا معمولی موٹا کپڑا۔ (مؤنث)
کمخواب = ایک قسم کا ریشمی کپڑا جو زر بفت کے تاروں کی آمیزش سے بنا جاتا ہے۔ (مؤنث)
گاچ = جالی کی طرح کا ایک مہین کپڑا۔ (مؤنث)
گاڑھا = ایک سوتی موٹا کپڑا۔ (مذکر)
گزی = ایک سوتی موٹا کپڑا جس کا عرض گاڑھے سے زیادہ ہوتا ہے۔ (مؤنث)
گلبدن = ایک ریشمی کپڑا جو پائجامے کے کام آتا ہے۔ (مذکر)
لمدراز = ایک قسم کی ہلکی مارکین جس کا دوپٹا غریب عورتیں بناتی ہیں (مؤنث کو بیچ ہے)
لٹھا = (انگریزی لانگ کلاتھ سے بنا ہے) - ایک سفید موٹا کپڑا (مؤنث)
محرمات = ایک کپڑا جس پر لال دھاریاں ہوتی ہیں پائجامے کے کام آتا ہے (مؤنث)
محمودی = ایک قسم کی باریک ململ۔ (مؤنث)

مخمل = نہایت ملائم رُوئیں کا ایک کپڑا ہوتا ہے۔ (مؤنث کو ترجیح ہے)

مشجر = ایک کپڑا جس پر بیل بوٹے بنے ہوں (مذکر)

ململ = ایک سوتی باریک کپڑا۔ (مؤنث)

مومی چھینٹ = ایک قسم کی نہایت ملائم چھینٹ۔ (مؤنث)

نَین سکھ = ایک قسم کا موٹا کپڑا۔ (مذکر)

نینو = ایک سوتی کپڑا جس پر آنکھ کی طرح کے تارے بنے ہوتے ہیں۔ (مذکر)

عورتیں جو زیور زیادہ تر پہنتی ہیں وہ یہ ہیں۔

آرسی = بائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں پہننے کا ایک چھلا جس پر شیشہ جڑا ہوتا ہے۔ (مؤنث)

اکّا = بازو کا ایک زیور جس میں ایک بڑا نگینہ جڑا ہوتا ہے۔ (مذکر)

انگوٹھی = انگشتری (مؤنث)

بالے = کانوں کے زیور تار موڑ کر گول بنائے جاتے ہیں عورتیں ان میں کبھی موتی کبھی مچھلی کی صورت کا زیور بنا کے ڈال دیتی ہیں۔ (مذکر)

بالیاں = کانوں میں پہننے کے چھوٹے بالے۔ (مؤنث)

بجلی = کانوں کا ایک زیور جو بیچ میں چوڑا اور کنارے پر تپلا ہوتا ہے۔ (مؤنث)

پہنچی = کلائی کا ایک زیور جو ریشم یا سوت میں گوندھ کے پہنتی ہیں۔ (مؤنث)

تعویذ = ایک زیور جس پر اسمائے الٰہی کندہ کر کے گلے یا بازو میں باندھتی ہیں۔ (مذکر)

توڑا = ایک قسم کی زنجیر جس کو گلے یا ہاتھ پاؤں میں پہنتی ہیں۔ (مذکر)

جگنو = گلے کا ایک زیور۔ (مذکر)

جوشن = بازو کا ایک زیور۔ (مذکر)

جھومر = ماتھے کا ایک زیور۔ (مذکر)

چاند = ماتھے کا ایک زیور۔ (مذکر)

چوڑیاں = کانچ یا سونے چاندی کے حلقے جو سہاگنیں پہنتی ہیں (مؤنث)

چھپکا = ایک زیور جو جھومر کی طرح بالوں میں باندھ کے ماتھے پر لٹکا (مذکر)

چھڑے = پانوں کی ایک قسم کی چوڑیاں۔ (مذکر)

چھلا = سونے چاندی کا حلقہ جو ہاتھ پانوں کی انگلیوں میں پہنتی ہیں۔ (مذکر)

دھکدھکی = گلے کا ایک زیور جو سینے سے اوپر لٹکتا رہتا ہے۔ (مؤنث)

زنجیر = گلے کا ایک زیور جس میں کڑیاں ہوتی ہیں۔ (مؤنث)

طوق = گلے میں پہننے کا ایک قسم کا حلقہ۔ (مذکر)

کڑے = سونے چاندی وغیرہ کے موٹے حلقے جو ہاتھ پانوں میں پہنتی ہیں۔ (مذکر)

کنگن = کلائی کا ایک زیور۔ (مذکر)

گجرا = گلے کا ایک زیور جو کبھی ہاتھوں میں بھی پہنا جاتا ہے۔ (مذکر)

گھنگرو = ایک قسم کے بجنے والے زیور جو زیادہ تر پانوں میں پہنتی ہیں۔ (مذکر)

نتھ = ناک میں پہننے کا ایک حلقہ جو صرف سہاگنیں پہنتی ہیں۔ (مؤنث)

نورتن = بازو کا ایک زیور جس میں نو نگ ہوتے ہیں۔ ہر نگ پر اسمائے الٰہی کبھی کبھی کندہ ہوتے ہیں۔ (مذکر)

نونگے = بازو کا ایک زیور جس میں نو نگ ہوتے ہیں۔ ان پر اسمائے الٰہی کندہ نہیں ہوتے۔ (مذکر)

ہار = گلے کا ایک زیور جس میں کبھی کبھی کئی لڑیں ہوتی ہیں۔ (مذکر)

انگیا کے مختلف حصوں کے نام۔

انگیا۔ شاماکچہ وسینہ بند۔ چھوٹا کپڑا جسے عورتیں چھاتیوں کے چھپانے اور تنے اور تھمے رہنے کے لئے پہنتی ہیں۔ مشہور ہے کہ سب سے پہلے اس کو زیب النسا (عالمگیر بادشاہ دہلی کی بیٹی) نے کہ زکی الطبع اور قابلہ و شاعرہ تھی ایجاد کیا ہے۔

(ناسخ)۔ اے پری تو نے جو پہنی ہے سنہری انگیا آج آتی ہے نظر سونے کی چڑیا مجکو

۱۔ انگیا کا بنگلا۔ کٹوریوں پر مسالا ٹانکنے کی صورتیں ہیں جو چھ پھانکا ٹنکا ہوتا ہے اس کو بنگلا اور دس بارہ پھانکیں بنائی جاتی ہیں تو خربوزہ کہتے ہیں اور ماہی پشت کام جال اور جلیبیوں کی طرح حلقہ نما ہو تو چکر کہلاتا ہے۔

(بحر) بندیہ کھینچے کہ گاؤں سے ملادیں چھاتیاں آئنوں سے سج دیا بنگلہ تری شاما کا

۲۔ انگیا کا کنٹھا۔ انگیا کا گھاٹ۔

(منیر) آپ کے دل کی کدورت بن گئی خاک شفا کربلائی دیکھئے انگیا کا کنٹھا ہو گیا

۳۔ انگیا کا گھاٹ۔ انگیا کا گریبان۔

(مرزا والاجاہ عاشق) ٹکرا گئے حباب نہ سینے کے ایک روز انگیا کا ہے یہ گھاٹ کہ پانی کا بند ہے

۴۔ انگیا کے بازو۔ انگیا کے وہ حصے جو دونوں پہلوؤں کو چھپاتے ہیں۔

(جان صاحب) الہٰی کو ڈھٹکے ایسی مغلانی کے ہاتھوں میں کتر کے کر دیا غارت مری انگیا کے بازو کو

۵۔ انگیا کے بند۔ انگیا کے ٹکڑے جن سے پشت کی طرف انگیا کسی جاتی ہے۔

(رند) کھولئے شوق سے بند انگیا کے لیٹ کر ساتھ نہ شرمائیے آپ

۶۔ انگیا کے پان۔ کٹوریوں میں کپڑے کے دو ٹکڑے ہوتے ہیں۔ چھوٹے کو پان کہتے ہیں اور بڑے کو دیوار یا دوال۔

(مرزا دلاجاہ عاشق) سینے پہ آج زلف کو پھیلا کے کہتے ہیں ہم نے رگیں بنائی ہیں انگیا کے پان میں

۷- انگیا کے پٹھے۔ وہ چوڑی گوٹ جو انگیا کی آستینوں میں لگاتے ہیں۔

(بحر) انگیا کی آستینوں سے اللہ کی پناہ باڑھیں سروہیوں کی ہیں پٹھے چڑھے نہیں

۸- انگیا کے پچھوے۔ انگیا کے وہ ٹکڑے جو پشت کی جانب ہوتے ہیں دلی میں اسے پچھاؤں بھی کہتے ہیں۔

(رنگین) کیا اس انگیا کے پچھاوے کو بُرا کہتا ہے جھول مٹتا ہی نہیں کتنا کسے مغلانی

(دلم) کل جو مغلانی نے سی دے گے مروڑی انگیا ہو گئی تنگ پچھاؤں سے نگوڑی انگیا

۹- انگیا کی چڑیا۔ وہ سیون جو دونوں کٹوریوں کے بیچ میں ہوتی ہے۔

(وزیر) وصل کی شب دیکھ کر انگیا کی چڑیا اڑ گئے صاف ہم کو شبہ مرغ سحر ہونے لگا

(ناسخ) مار ڈالا ہے تری انگیا کی چڑیا نے صنم مرغ دل کو کم نہیں کنجشک بھی شہباز سے

۱۰- انگیا کی خسی = انگیا کی خواصی۔ وہ سیون جو کٹوریوں کو آستینوں سے وصل کرتی ہے۔

۱۱- انگیا کی دیواریں یا دوالیں۔ کٹوریوں میں کپڑے کے دو ٹکڑے ہوتے ہیں۔ چھوٹے کو پان کہتے ہیں بڑے کو دیوار۔

۱۲- انگیا کی ڈوری۔ وہ مقیشی یا ریشمی ڈور جو انگیا کے کنٹھے اور پٹھے میں زیبائش کے لئے ٹانکی جائے۔

(بحر) خط محور پر تری انگیا کی ڈوری ڈور ہے بغیرت قطبین ہیں اے ماہ پیکر چھاتیاں

(قلق) گلوں پہ صاف دھوکا ہو گیا رنگیں کٹوری کا رگ گل میں جو عالم ہو گیا انگیا کی ڈوری کا

۱۳- انگیا کی کٹوریاں۔ انگیا کے وہ حصے جن میں چھاتیاں رہتی ہیں۔

(ناسخ) اس کی انگیا کی کٹوری کو ہوا دیکھ کے مست ساقیا اب نہ دکھا ساغرِ صہبا مجکو

(سحر) پھول انگیا میں جو رکھے اس بہارِ حسن نے پھولوں کے دونے کی صورت ہر کٹوری ہو گئی

۱۴- انگیا کی لہر- کٹوریوں پر ٹکنا ٹکا ہوا مسالا۔

(اسیر) انگیا کی لہر دیکھ کے پستان یار پر کہئے حباب سے یہ ہوا ہے قران موج

۱۵- انگیا کا بھرا- وہ بٹا ہوا دھاگا جس کو عورتیں انگیا کے نیچے گوٹ میں داخل کرتی ہیں۔

۱۶- محرم کی آستین- وہ کپڑا جو محرم میں لگا ہوا بازو پر رہتا ہے۔ محرم انگیا کی کٹوری کو بھی کہتے ہیں اور انگیا کو بھی کہتے ہیں۔

عورتوں اور مردوں کے وہ نام جو جانصاحب نے دیوان میں لفظی رعایت پیدا کرنے کے لئے استعمال کئے ہیں۔

آبادی- اجالی- اسد خاں- اسلام- اشرفی خانم- آفتاب- الف خاں- الفن- الماس- امام باندی- امامی جان- امبا پرشاد- امداد- امراد بھو- امرت لال- امینہ- بادل خاں- باز خاں- برفی خانم- بسنت- بسنتی- بندی جان- بنفشہ- بنو- نبی جان- بہار- بہار افروز- بھورے خاں- بی جان- بیگا- بیگیا- پری خانم- پنا- پیارے خاں- پیازو- ستارا- تراب- ٹیپو خاں- جمشید- جمنا خیگو- جواہر نگار- جوہر- جھنگا- چاند خاں- چاندنی خانم- چت لگن- چراغن- چمپا- چمیلی- چندو- چینی- چھبا- چھمن- چھوٹی- حرمت- حسینی جان- حمزہ- حیاتن- حیدری خانم- خاکی شاہ- خانم- خسرو- راحت- خورشید- خیرن- دانیاں- دردانہ- دل آرام- دل شاد- دولت قدم- دولت نسا- رسول خاں- رمضان خاں- رویا- روشن- زعفران- زلفن- زلیخا- زہرہ- سبزہ- ستارہ-

سرفرازو۔ سلیمان۔ سنبل نسا۔ سنگی خانم۔ سورج۔ سوسن۔ سیفو۔ شام برن۔ شمّن۔
شکرو۔ شمشاد۔ شہباز خاں۔ شہزادی جان۔ شیریں۔ صبا کنور۔ صبح کنور۔ صندل۔
صنوبر۔ صوفیہ خانم۔ عزیزن۔ عصمت۔ عنبر۔ عیدو۔ فاضلہ۔ فتح خاں۔ فتّو۔ فضّہ۔
فضیلت۔ فولاد۔ فہیم۔ فیروز۔ قدرو۔ قطبن۔ قنبر۔ کریم۔ کریما۔ کلو۔ کملو۔ کمّن۔
کندن۔ کوڑیا خانم۔ کوکلا۔ گل اندام۔ گلبدن۔ گل چمن۔ گل خاں۔ گلزار خاں۔
گلشن۔ گمانی جان۔ گنگا۔ گنگو۔ گوہر۔ لاڈو۔ لال خاں۔ لالن۔ لچھمی۔ مانی۔
محبوبن۔ محبوبی۔ مخدوم۔ مرجان۔ مرزا۔ مرزا تراب۔ مرزا مقیم۔ مرزا منیم (مرزا منعم)
مریم نسا۔ مشکی۔ مصری۔ مکھو خاں۔ مندر۔ منصور۔ منگلو۔ موتی بیگم۔ موجی رام۔
موسی۔ مونگا۔ مہتاب۔ مہر نسا۔ میر بکری۔ میر گل۔ میر مچھلی۔ مینا۔ نباتی جان۔
نبی بخش۔ نجبن۔ نرگس۔ نسبت۔ نسرین۔ نسیم۔ نعمت خاں۔ نوبہار۔ نورتن۔ نورن۔ نوروزی جان۔
نہال۔ نیک قدم۔ نین سکھ۔ ولایتی۔ ہرگوپال۔ ہزاری۔ ہمندہ۔ ہیرا۔ یاقوت۔ یسین۔ یوسف۔

جان صاحب کی شاعری

نواب سید محمد مرحوم لکھنؤ میں ایک معمر اور معتبر بزرگ تھے۔ ان کا مکان چوک کی کوتوالی کے سامنے اب تک موجود ہے وہ غدر کے ہنگامے اور جان صاحب کے معرکے آنکھوں دیکھے بیان کیا کرتے تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ جان صاحب نے بہت سے اشعار میں اُس زمانے کے واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو واقعات انھوں نے بیان کئے ہیں وہ یہاں لکھے جاتے ہیں :۔

۱۔ ایک دفعہ ایک میوہ فروش عورت کسی بڑے گھر میں ڈال لی گئی۔ شہر میں اس کا بڑا چرچا ہوا۔ یہاں تک کہ بادشاہ کو بھی پرچہ گزرا۔ اتفاق سے انھیں دنوں

ایک جگہ مشاعرہ تھا۔ جان صاحب بھی غزل کہہ رہے تھے اس میں یہ شعر داخل کر لیا ؎

ہے خدا کی شان وہ افضل نسا خانم بنی　　　بیچتی پھرتی تھی گلیوں میں جو کھرنی فالسے

۲۔ جان صاحب بیمار تھے۔ عصمت ان کی عیادت کو گئے اور اپنے اُستاد کی طرف سے مزاج پُرسی کرنے لگے۔ جان صاحب مسکرائے کہا۔ کہہ دینا ؎

اپنی حرم سے تم نے منگائی مری خبر　　　بیری سے کوئی پوچھتا ہے یار کا مزاج

۳۔ جان صاحب کے یہاں ایک رنگریز میاں کلّن آیا کرتے تھے اُنھوں نے ایک مالدار کریہ منظر بوڑھی طوائف گھر میں ڈال لی تھی اور رنگریزی کا پیشہ ترک کر دیا تھا ایک دن وہ جان صاحب کے یہاں آئے ہوئے تھے کسی نے پوچھا ارے میاں کلّن ایسی بڑھیا بد صورت میں تم نے کیا دیکھا کہ لٹّو ہو گئے اور اپنا کام چھوڑ بیٹھے۔ کہیں یہ جان صاحب نے سُن پایا فوراً اُن کی طرف سے جواب دیا ؎

کالا ہو یا کہ گورا پسند آئے دل کو جو　　　اس پر نثار کیجیے ستّر ہزار رنگ

پھر غزل کہی۔

۴۔ ایک نواب صاحب کی شادی شاہی خاندان میں ہوئی تھی۔ بیوی بدمزاج تھیں قابو میں نہیں آتی تھیں۔ کہیں اس کا ذکر انھوں نے جان صاحب سے کیا جان صاحب نے برجستہ یہ شعر کہا ؎

چلتی نہیں جورو پہ جو تدبیر تمھاری　　　بٹیا میں اسے کیا کروں تقدیر تمھاری

۵۔ شاہ اودھ نے ایک گویئے کو خطاب دے کر اپنا مقرب بنا لیا تھا جب تک رسائی نہیں ہوئی تھی اور شاہی خطاب نہیں ملا تھا وہ ایک معمولی سازندہ سمجھا

جاتا تھا۔ خطاب کے ملنے سے وہ بہت مغرور ہو گیا۔ اپنے دوستوں کے ساتھ نخاس میں گھوڑے دوڑاتا پھرتا۔ لوگ اس کی اصل تو نہ بھولے تھے مگر شاہی تقرب کی وجہ سے جھک جھک کے سلام کرتے۔ اس شان سے ایک دن جان صاحب نے بھی اسے دیکھ لیا۔ پوچھا یہ اُس رنڈی کا سازندہ تو نہیں جو نواب چھبّن صاحب کی برات میں ناچی تھی۔ لوگوں نے کہا ہاں وہی ہے جان صاحب نے اُسی وقت یہ شعر کہا ؎

گھوڑے پہ چڑھ کے کیوں نہ وہ منہ زوریاں کریں
جو عمر بھر گدھے پہ نگوڑے چڑھے نہیں

۶- مہدی علی خاں قبول کا مکان ایک نالے کے قریب تھا۔ اُنھوں نے اپنے یہاں مشاعرہ کیا جان صاحب بھی گئے۔ اتفاق سے ان کا جوتا چوری گیا فوراً قبول کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا ؎

گیا جوتا نیا میرا اُلٹی میں آن کے ہے ہے
تمھارا گھر ہے اے مہدی کہ یہ کاندو کا نالا ہے

قبول مرحوم نے ان کو دوسرا جوتا منگوا دیا۔ انھوں نے مصرع اس طرح کر دیا۔

ع۔ تمھارا گھر ہے بی ہمسائی یا کاندو کا نالا ہے۔

۷۔ غدر کے کچھ دنوں بعد لکھنؤ میں ایک مشاعرہ ہوا جس کی طرح یہ تھی۔

ع۔ کوئی امیر ہوا کوئی ہو گیا محتاج

ایک خوش حال نواب صاحب ان کے پاس طرح کا مصرع لائے اور کہنے لگے اُستاد جب جانیں خدا محتاج کہہ کے ثابت کر دیجیے۔ انھوں نے کہا ذہن لڑ جائے گا تو کہہ دیں گے۔ نواب صاحب کہنے لگے۔ نہیں ابھی کہیے۔ ان کو بُرا معلوم ہوا۔ کہا اچھا اگر امتحان لیتے ہیں تو شعر کیسا پوری غزل سُنیے اور یہ مطلع پڑھا ؎

خدانخواستہ ہوا وہی آشنا محتاج | کرے نہ سوت سی دشمن کو بھی خدا محتاج

اور پوری غزل فی البدیہ کہدی جس میں نواب صاحب پر خوب حملے کئے۔

۸۔ ثریا جاہ کے یہاں مشاعرہ تھا محمد علی خاں مسیحا اور امجد علی خاں عصمت بھی موجود تھے۔ عصمت نے غزل پڑھی تو دو تین شعروں پر بڑی واہ واہ ہوئی۔ ایک شعر میں اُنھوں نے جان صاحب پر حملہ بھی کیا۔ جان صاحب کی باری آئی تو مسیحا کو مخاطب کرکے اُنھوں نے یہ شعر پڑھا ؎

مجھ سے لڑتے ہیں جو آپ کے میاں کے شاگرد | یہ تو انجھر ہیں پڑھائے ہوئے اُستادوں کے

مطلب یہ تھا کہ عصمت کچھ نہیں کہتے جو کچھ کہتے ہو تم کہتے ہو۔

۹۔ نواب عاشور علی خاں کے مکان پر ان کے شاگردوں کا مجمع تھا۔ کسی نے آتش کا یہ مطلع پڑھا ؎

طریق عشق میں مارا پڑا جو دل بھٹکا | یہی وہ راہ ہے جس میں ہے جان کا کھٹکا

نواب صاحب نے جان صاحب سے کہا بھئی تم بھی تو کچھ فکر کرو مگر ان کا ذہن نہ لڑا۔ سوچتے ہوئے گھر آئے۔ بیٹھ کے کنگھی کرنے لگے۔ اتفاق سے اُس دن نوچندی کا میلا تھا۔ شیخ بہادر علی شجاعت شاگرد ناسخ آ گئے۔ ان سے پوچھنے لگے کیا میلے کی تیاریاں ہیں۔ کہا نہیں میلے تو نہ جاؤں گا مگر آپ کے پوچھنے سے اُستاد کے حکم کی تعمیل ہو گئی اور یہ شعر پڑھا ؎

نہ پوچھ حال دوگانا نگوڑے نٹ کھٹ کا | لگایا میں نے جو سرمہ موا وہیں کھٹکا

دوسرے دن جا کے نواب صاحب کو شعر سنایا تو اُنھوں نے کہا پہلا مصرع کھٹکا کی رعایت سے اس طرح کردو۔

ع - یہ بدگماں ہے دل اس نگوڑے نٹ کھٹ کا۔

۱۰۔ جس زمانے میں امجد علی خاں **عصمت** جان صاحب کے اشعار پر اعتراض کر رہے تھے۔ میرن صاحب نامی نے یہ چاہا کہ دونوں میں دو بدو گفتگو ہو جائے اور آئے دن کی توتو میں میں سے نجات مل جائے۔ انھوں نے اپنے یہاں مشاعرہ کیا اور **عصمت** و **جان صاحب** دونوں کو بلایا۔ جانصاحب ایسے جھگڑوں سے اپنے کو بچاتے تھے اس لئے یہ شعر لکھ کے انھوں نے نامی کے پاس بھیج دیا ؎

اُلٹی سیدھی سوت مزائی سے ہو تقریر نوج   میں گریباں گیر ہوں یا وہ ہو دامنگیر نوج

لکھنؤ میں ایک اور کہن سال بزرگ محمد رضا تھے جو صحافی کا پیشہ کرتے تھے اور حیدر گنج میں رہتے تھے۔ اُن کی بھی آمد و رفت جان صاحب کے یہاں بہت تھی۔ وہ بیان کرتے تھے کہ جان صاحب کے ماننے والوں میں ایک صاحب کا نام منجھلے آغا تھا۔ وہ اپنے احباب کو لے کر جان صاحب کے مکان پر جایا کرتے۔ جب زیادہ بے تکلفی ہو گئی تو جان صاحب اکثر پردہ کرا کے انھیں اندر بلا لیتے۔ ایک دن ایک مرزا صاحب کی کچھ ناگفتہ بہ باتیں جان صاحب کو ناگوار ہوئیں۔ انھوں نے بگڑ کے کہدیا کہ تم لوگ ہمارے یہاں نہ آیا کرو۔ کئی روز کے بعد محمد رضا کے پاس منجھلے آغا آئے اور انھیں یہ شعر ؎

ہو دل سے عذر خواہ جو انساں قصور کا   کر دے حضور قلب تقرب حضور کا

پرچے پر لکھ کر دیا کہ جان صاحب کے پاس پہنچا دیں جان صاحب نے شعر پڑھا تو زبانی شکوہ و شکایت کر کے اُسی کے نیچے یہ اشعار لکھ دیئے ؎

کب کب آتے تھے جو مرزا میرے گھر آنے لگے   فیلسوفی سے زنانخی کے مگر آنے لگے

جم جم آئیں منچلے آغا منع ہیں کرتی نہیں　　قہر یہ ہے ساتھ اُن کے بدنظر آنے لگے

محمد رضا مرحوم یہ بھی بیان کرتے تھے کہ ایک نواب صاحب چھوٹے صاحب کہے جاتے تھے۔ ان کے یہاں مصاحبوں کا مجمع تھا کہیں ایک برہمن آنکلا اور لوگوں کے ہاتھ دیکھ دیکھ کے پیشین گوئیاں کرنے لگا۔ کسی مصاحب سے کہا کہ ابھی تو دھوم اٹھا تین چار بیاہ اور کریں گے۔ نواب صاحب نے سنا تو بہت ہنسے۔ اتفاق سے جان صاحب بھی آ گئے۔ نواب صاحب نے ان سے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا ذرا آپ تو اپنا ہاتھ دکھائیے۔ انھوں نے کہا ہاتھ تو میں بعد کو دکھاؤں گا پہلے یہ شعر سُن لیجئے

باہمن یہ مجھ سے کہتے ہیں یو تھی بچار کے　　پھندے میں تم پھنسو گی ابھی تین چار کے

خصوصیات

جان صاحب نے عورت کے دل کی پوری پوری ترجمانی کی ہے۔ اشعار نہیں کہے خیالات کا عکس اُتارا ہے۔ معاملات نہیں نظم کئے جذبات کی تصویر کھینچی ہے۔ جو کچھ بیاں کیا ہے وہ حقیقت ہے۔ جو قال ہے وہ حال کی صورت ہے۔ ان کا دیوان ایک مرقع ہے جس میں اعلیٰ سے لے کے ادنیٰ تک کے فوٹو موجود ہیں۔ ایک تاریخ ہے جس میں شریف سے لے کے رذیل تک کے حالات مذکور ہیں۔ یہاں چند شعر نقل کئے جاتے ہیں جن سے کلام کے یہ خصوصیات ظاہر ہو جائیں گے۔

باپ کا پیار

بے ماں کے ہٹ اٹھاتے نہیں زینہار باپ　　جورو کے منہ سے کرتے ہیں بچوں کو پیار باپ

پاپوش مارتے نہیں اولاد کو بہن　　بعضے نگوڑے ہوتے ہیں ایسے چمار باپ

ماں کی مامتا

باجی میں کیا کہوں اسی اولاد کے لئے
پوجی ہے سیتلا جو کبھی دانہ ہوگیا
سر پھوڑ کے لہو کی بہاؤں گی ندیاں
گر بال بانکا ہوگا اجی میرے لال کا

بھائی بہن کی اُلفت

ساتھ سوتیلوں کے تم جاتے ہو بھیا پردیس
رہنا ہشیار ذرا بھائی بہن سے باہر

بھاوج کی شکایت

کھیر الکڑی کیا بچوں کو مرے بھابھی نے
کو سنا آج تک اُن کا نہیں بھیا بھولا

میاں بیوی کے معاملات

میرا نہ تو خصم ہے تیری نہ میں ہوں جورو
اب میرے تیرے رشتہ ہے بھائی اور بہن کا
خصم کسی کا نہیں کُھپنا اپنی آنکھوں میں
ہمیں ہے مردوے کی اپنے آن بان پسند
جیتی جب تک ہوں میں ہے ساری محبت صاحب
ایسے تم بیاہ کروگے نہ بھلا میرے بعد
پھر تم بھلا خصم بنے کس دن کے واسطے
احسان کیا تمھارا اگر خرچیں دام، ہم
قدم سے سوت کے آباد کرنا سیج تم اپنی
کروں در گور سمجھوں اب جنازہ چارپائی کو
دے ہاتھ میں جورو کے جو رو رو کے کمائی
باجی وہ کماؤ ہے نکھٹّو سے زیادہ

سوت کا جلاپا

کانٹے ہیں دونوں سوتیں ہوں غیر یا کہ اپنی
ہر خار دے گا ایذا گلشن کا ہو کہ بن کا
سوت کے مُنہ کو لگے سات تووں کی کالک
میرے چوتھے میں اسی نے بوا گاڑا تعویذ
سوت کی بھتی نہ کھائی بانجھ دنیا سے چلی
دل میں میرے رہ گئے افسوس یہ ارمان دو
سوت کا پیٹ ہے یہ غم ٹھہرے
اور میرا نہ ہے ستم ٹھہرے

رانڈ ہو گور کا مُنہ یا اری کمتن دیکھے	نوج غم سوت کا دنیا میں سہاگن دیکھے

آشنا

بیسا نٹھا پاس رہتے تھے ہر آن آشنا	یا دور دور کرتے ہیں اے جان آشنا
دیکھوں گی بیقرار ہوں مرتی ہوں سچ یہ ہے	آنکھیں ہے دل ہے جان ہے ایمان آشنا

ساس نند

کیسی ہیں بوڑھے چونڈے پہ یہ مہربانیاں	پوچھا جو آج ساس گنہگار کا مزاج
ہم کو ماں سے سوا ہے پیاری ساس	باجی دنیا ہو اور ہماری ساس
جو ہر ان کے کھلے ہیں بہوؤں پر	چھریاں نندیں ہیں اور کٹاری ساس
ساس نندیں ہمیں جو چاہیں کہیں اے باجی	ایسا ہی رکھتی ہیں کم بختیں یہ رشتا دونوں

دولھا دولہن

ہو خیر دلہن دولھا کی ماتھا مرا ٹھنکا	اچھا نہیں بی ٹوٹنا سہرے کی لڑی کا
نہ دیکھ دولھا کو ساس نندوں کے آگے گھونگھٹ اُٹھا اُٹھا کر	نئی نویلی دلہن ہے بچی ابھی تو دو چار دن حیا کر
ہے دلہن جان تجھے دولھا سے بیکار لحاظ	رات کو بنو نہیں رہنے کا زنہار لحاظ

زچہ

زچہ کی جان کا رہتا ہے ڈر لے جان جننے میں	خدا ہی کام ہے رنڈی کے آتا ایسی مشکل میں

بچّے

تماشا کرتے یہ بچّے تمھارے پھرتے ہیں	میں صدقے دیکھو اجی پیارے پیارے پھرتے ہیں
یہ گر کے حوض میں کھوئیں گے آبرو میری	بلاؤ بچّوں کو باجی کنارے پھرتے ہیں

لے اس شعر میں لف و نشر مرتب ہے۔

شادی بیاہ

چپکے رہنے میں تھا حرام وہ کام ایک دو بولوں سے حلال ہوا
دولھا نے جب دلہن کو زنانخی کیا سوار ہمجولیوں کے رونے سے کہرام ہو گیا
بن کے بگڑی بات کیا قسمت ہے تاراجان کی چاند سا بر آ کے دروازے پہ کیسا پھر گیا
چھلا جڑاؤ سونے کا دولھا کے سامنے میں نے دلہن پہ ڈومنی کو وار کر دیا
بیاہ کے لائی بہو نیگ جو دوں تھوڑا ہے کس خوشی کا ہے وہ آج کا دن آج کی رات
دو روپے بھی گر نہیں تھے پاس دینے کے لئے اشرفی خانم بہو کا تو نے منہ دیکھا عبث
ماں جائی ہوں میں ڈالوں گی آنچل ہے یہ کام جوتا چھپا کے نیگ لیں دولھا کی سالیاں
بے شک اجی ہے شک مجھے دولھا کی ذات میں کیسے ہوئے ہیں جمع براتی برات میں
چالے بھی چار ہو چکے کب تک رہے گی شرم گھونگھٹ اُٹھا ڈاو ہی خصم کو جواب دو
یہ چوتھی کو تو صورت میں ذرا دیکھوں دلہن کی بندھوا کے اٹھنی مجھے لادو اجی گھن کی

ناچنا گانا

لے کا خیال سُر کا نہ ہے تال کا اسے میں سچا گا رہی ہوں یہ دیتا ہے سم غلط
جنگلا ہے پیلو بھیت کا پیسو بجائیے ویرانی جائے دل کی اجی دے ستار رنگ
مرزا خیال سچ ہے کہ ویران ہو گا گھر جنگلا وہ روز گاتی ہے آ کے سامنے
نہ بھولوں گی کبھی یاد اس کی باجی ایک ڈھاڑی سے سنی ہے دادرے میں چیز میں نے وہ کدارے کی

ٹونے ٹوٹکے

بتاؤں ٹوٹکا وہ چھوڑ دیں رنڈی کو خود بھیا تو اپنی بائیں لٹ چھٹنے لگے جس دم گھن دھونا
نکلی ہے کھوٹ شیخ کی گر فال میں بوا چھلا اُٹھاؤ دھو کے بی آسا کے نام کا —

رکھیں ہمسائی مرا مال چرا کے گھر میں
اینٹ الٹوں گی دوگانا میں خدا کے گھر میں

یہ ٹوٹکا کیا ٹانگوں میں اپنا ڈال کے منہ
گئی ہیں چولھے کے آگے انھیں پکار آئی

ضرب المثل و محاورات

وہ سونا پھوٹ پڑے جس سے کہ ٹوٹے کان اے گوہر
پہن کے بالیاں کندن نے کی کیا کان کی صورت

گربہ کشتن روز اول مردوں کی ہے مثل
قرق تم جورو پہ اب کرتے ہو اے بٹیا عبث

یہ بیل بھی منڈھے چڑھے پھولے پھلے بھو
دل باغ باغ ہو وہ خدا اب دکھائے باغ

پانوں کی جوتی بھی کیا خوب لگی سر چڑھنے
مجھ سے ہر بات میں کیا کرتی ہے تکرار اصیل

لے گئے اس طرح بالی کان کاٹے چور کے
پانوں چوموں آپ کا ہے کون سا دہنا قدم

یونہی چھریاں پھکیں یہ غم خدا دے ان کی جائی کو
مرے پلے ہے جن لوگوں نے باندھا اس قصائی کو

اسی زمانے میں واجد علی شاہ کی ایک ممتوعہ نے بھی جن کا تخلص بیگم تھا ریختی کہی مگر وہ زیادہ مشہور نہ ہوئیں۔ ان کے چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں ؎

ہے منظور باجی سنانا تمھارا
گلہ کرتی ہے جو دوگانا تمھارا

نہ بھیجوں گی سسرال میں تم کو خانم
نہیں مجکو دو بھر ہے کھانا تمھارا

مری کنگھی چوٹی کی لیتی خبر ہو
ہے احسان سر پر دوگانا تمھارا

ہوا بال بیکا جو مرزا ہمارا
تو پھر سنگ ہے اور شانا تمھارا

گھر نہ گانا کے دوگانا مری مہمان گئی
میں یہ انگاروں پہ لوٹی کہ مری جان گئی

جب واجد علی شاہ کلکتہ میں جا کے رہنے لگے تو عبداللہ خاں محشر کی دیکھا دیکھی وہاں عابد مرزا بیگم نے بھی ریختی کہنا شروع کی۔ عبداللہ خاں محشر وہی ہیں جن کا تخلص ریختی میں خانم تھا اور جن کا کلام اوپر لکھا جا چکا ہے۔ ان بیگم نے نواب

گلشن الدولہ بہادر کی شاگردی اختیار کی اور جان صاحب کا کلام پیش نظر رکھ کے اشعار کہے مگر اس نقل میں اصل کا رنگ نہ آسکا۔ جب ۱۳۱۵ھ میں ایک مشاعرہ نواب لطف علی خاں مرحوم کے بیٹے نواب ابراہیم خاں کے مکان پر پٹنہ (عظیم آباد) میں ہوا تو بیگم بھی بلائے گئے۔ اتفاق سے مشاعرے میں بعض شعرا نے ایسی لمبی چوڑی غزلیں پڑھیں کہ سامعین اکتا گئے بلکہ جن شعرا کے پڑھنے کی باری نہیں آئی تھی وہ یہ سمجھے کہ طول دینے سے غرض صرف یہ ہے کہ مشاعرے کا رنگ خراب ہوجائے اور کلام کی داد نہ دی جاسکے۔ وہاں میر علی محمد شاد بہت مشہور تھے اور انھیں کے شاگردوں نے مشاعرے کو طول دیا تھا اس لئے بیگم کی باری آئی تو انھوں نے یہ دو رباعیاں طنزاً پڑھیں ؎

(۱)

جاہل شاعر ہوئے بوڑچی کے میٹ ۔ اوروں کے کلام کو مگوڑے دیا میٹ
تیرے ہی لئے کہی گئی تھی یہ مثل ۔ رکھوا لیا جیٹھ کے بھروسے پر پیٹ

(۲)

جو شاد تھا اس کے دل کو ناشاد کیا ۔ محفل کو مشاعرے کی برباد کیا
کہوا کے جو دوسرے سے لایا تھا غزل ۔ آکے مجھ سے موے نہ کیوں یاد کیا

شاد مرحوم کو یہ ناگوار ہوا اور انھوں نے امتحاناً اشعار کہنے کی فرمائش کی مگر بیگم نے اشعار سنائے تو خوش ہوگئے اور اٹھ کے بغلگیر ہوئے۔ پٹنہ سے بیگم حیدرآباد آئے۔ یہاں مرحوم نظام محبوب علی خاں غفران مکان ان کے قدرافزا ہوئے۔

؎ باورچی۔

دو ہزار کا بھاری ٹُلوان دوپٹا عنایت فرمایا اور بیگم نے بھاؤ بتا بتا کے خوب خوب اشعار پڑھے۔ مشاعرے کے بعد غفران مکان نے نواب مرزا داغ سے دریافت فرمایا کہ بیگم کا کلام کیسا ہے۔ خدا جانے کیوں داغ مرحوم نے یہ کہدیا کہ ریختی کہنے والے کم علم اور کم استعداد ہوتے ہیں اور ان کی شاعری قابل اعتنا نہیں۔ اس بات سے بیگم برافروختہ ہوگئے اور جواب میں یہ قطعہ کہا ؎

سناتے ہو مجھے باتیں ہزاروں | کہوں میں بھی جو کچھ اپنی زباں سے
تو اس دم کرکری ہو جائے گی بس | سبھوں کے سامنے میرے بیاں سے
جسے کہتے ہیں اردو ہے وہ لشکر | سنی باتیں جو لشکر کی زباں سے
اسی کا نام اُردو ہو گیا ہے | کوئی منکر نہیں میرے بیاں سے
ہوئی جب چھاونی دہلی میں لے بی | وہاں لوگ آگئے سارے جہاں سے
ہوا ہر قوم کے لوگوں کا مجمع | کوئی کابل کوئی مازندراں سے
عرب تھا کوئی اور کوئی عجم تھا | کوئی شیراز کوئی شیرواں سے
جو کیں آپس میں ان لوگوں نے باتیں | تو اُردو کی زباں نکلی یہاں سے
زباں یا ست نجا بھونا ہوا تھا | کہ گرما گرم آیا ہو دکاں سے
نمک مرچیں ملی ہیں لکھنؤ میں | کہ اب تک رال بہتی ہے زباں سے
وہ اُردو تھی کہ اک لکڑی کا چیلا | نہ نکلے جس کے کانٹے باغباں سے
خدا دا لکھنؤ والوں نے اس کو | تمھیں کیوں فخر تم لائیں کہاں سے
مری جاں لکھنؤ والوں کے آگے | بہت مشکل ہے کچھ کہنا زباں سے
نہ کہنا اب کبھی میں ہوں زباں داں | ذرا اللہ کو رو گو اس بیاں سے

میں اپنے وقت کی زیب النسا ہوں — جواب اپنا کوئی لائے کہاں سے
یہ کہنا ہے بہت بیجا دوگانا — کہ اچھی ہوں میں ہی سارے جہاں سے
نہیں کرتا زمانے کا ہے دستور — ثنا اپنی کوئی اپنی زباں سے
ہے فضلنا بڑی روٹی میں آیا — ذرا پوچھو میاں حافظ کی ماں سے
کیا خالق نے پیدا ایک پر ایک — سنا میں نے یہ آتوں کی زباں سے
زباں کے خلد کی ہے حور عورت — اگر ہو لکھنؤ کے بوستاں سے
زباں کے ملک کا سکہ ہے عورت — انوکھا ہے چلن سارے جہاں سے
زباں کا فیصلہ ہے عورتوں پر — یہ باتیں مردوے لائے کہاں سے
زباں دانی ہے حصہ بیگموں کا — لڑائے کیا زباں کوئی زباں سے
نگوڑی سوت جل ککڑی کے ہاتھوں — تنگ آئی بہت میں اب یہاں سے

یہ بیکاری بنی ہے سوت میری — نکلتی ہی نہیں میرے مکاں سے
وطن چھوڑا اسی شفتل کے چلتے — دکن میں آئی میں ہندوستاں سے
چھڑایا مجکو پیاروں سے اسی نے — چھپا کے منہ چلی آئی وہاں سے
موئی کو لاگ مجھ سے ہو گئی ہے — یہاں بھی آن لپٹی میری جاں سے
سند اس نے مجھے دی مفلسی کی — نتیجہ خوب نکلا امتحاں سے
غرض ہونا ہے جو ہو جائے مجھ پر — میں کچھ کہتی نہیں اپنی زباں سے
مری اب پرورش فرمائیں آصف — کنیزی میں ہوں میں دل سے جاں سے
تو میری مفلسی اس طرح بھاگے — کہ جیسے تیر چھٹتا ہے کماں سے
جو مجھ کو عرض کرنا تھا کیا بس — دعا بیگم یہ ہے دل سے زباں سے

بجے چاروں طرف آصف کا ڈنکا　　خراج اس کو ملے سارے جہاں سے

چونکہ قطعہ میں دہلی کی زبان پر لکھنؤ کی زبان کو ترجیح دی گئی ہے لہذا نظام غفران مکان نے اس قسم کی چشمکوں کی ممانعت کردی۔

بیگم کی ایک غزل یہاں درج کی جاتی ہے جس سے ان کے کلام کا رنگ معلوم ہو جائے گا۔

مردوے تلوار کا کس بل نہیں، دم خم نہیں　　بل ہے تیوری پر تو ہو بندی کو اس کا غم نہیں

زال تو بیشک ہے تو بیٹا اگر رستم نہیں　　بار دو دو جوڑوں کا اور کمر میں خم نہیں

پھر موئی عورتوں پر جو نہ ہو تھوڑا ہے ظلم　　کونسلوں میں جب کوئی بیگم نہیں خانم نہیں

ہاتھ میں جن کے قلم ہے بات میں جن کی اثر　　اے بوا وہ عورتیں بھی مردوں سے کم نہیں

بیویاں بہتیری لیکن ان کی مجلس بھی تو ہو　　چند تصویریں ہیں حیراں اور کوئی ایم نہیں

جنگ سے ہے صلح بدتر نوج ہو ایسا ملاپ　　کونسا ہے دن یہاں ہل چل نہیں اودھم نہیں

کہدو مرزا سے جمی جم آئیں محفل میں مری　　وقت کے کچھ اپنے اسکندر نہیں، وہ جم نہیں

دل کسی کو کیوں دیا بی ہاتھ ملتی ہو جواب　　چیز اپنی جب تک اپنے پاس ہے، جو کھم نہیں

تیری باتوں کے مرے دل میں ہزاروں گھاؤ ہیں　　اور پھر بخیہ نہیں ٹانکے نہیں مرہم نہیں

سوت بازی مجھ سے لے جائے، خدا کی شان ہے　　وہ ہے چھتیسی اگر میں بھی کچھ اس سے کم نہیں

یار ہے گی سوت گھر میں یا رہیں گے رنج ہم　　اب تو دل میں ٹھان لی ہے وہ نہیں یا ہم نہیں

جان صاحب کے بعد زنانی زبان میں جو تغیرات ہوئے وہ اس نثر سے ظاہر ہو جائیں گے۔

بہو سے ساس کی گفتگو

ایک دن جیسے سلام کرکے بیٹھی ہوں کہ انھوں نے پھر چھیڑ نکالی اور کہا کہ ادئی

لڑکی تو نے تنکا توڑنا ہاتھ لگانا تک چھوڑ دیا۔ ساری گھرداری مجھی نگوڑی کے ذمے۔ ذرا بھول چوک ہو اور چار آئے گئے الزام دینے کو موجود۔ ہم نے بہو بیٹوں کے یہ دیترے نہیں دیکھے کہ نہاری بیگ کے لونڈے بنے پھریں اور حکومت سے کام کاج لیں اور بڑے بوڑھے خدمت لینے کو ہوتے ہیں نہ خدمت کرنے کو۔ کسی نے تجھے اچھی اُلٹی پٹی پڑھائی ہے کہ صحنچی میں مٹھی راج رچنا اور چیلی چاپڑوں سے کام لینا بات کیا ہے کہ ایک تو اپنا گھر نہیں سمجھتی دوسرے کسی کی شرکت منظور نہیں۔ جہاں دوسرے نے ہاتھ لگایا اور تو نے اپنا پانوں نکالا پھنک کے الگ۔ ساجھے کی ہنڈیا چوراہے پر پورا اپنا قبضہ ہو کوئی دخل نہ دے۔ اللہ رے تیری چند فندیہ بڑھاپا اور ہر روز بکنے سے سر اُٹھاتے ہی چولھے میں ہمارا منہ دینا تجھے نہیں سوجھائی دیتا ہمارے یہ دن ہیں کہ ہم بیٹھ کر روزہ دو وقتہ دنیا بھر کے کام کریں۔ بوڑھے مُردے تو اُٹھا بیٹھی کیا کریں اور زندہ جوان میر فرش بنے بیٹھے رہیں۔

(از افسانہ نادر جہاں)

انتخاب دیوان اوّل جان صاحب

شاں ہیں اللہ کی مطلع وہ ہو دیوان کا
جیسے بسم اللہ پھاٹک ہے ہوا قرآن کا

سوتی ہیں اب وہ چین سے مخمل کے فرش پر
گھٹا ہوا نصیبہ نہ جن کو پیال کا

وہ دل در گور جنیاں نے کبھی جو نام الفت کا
کسی دشمن کے دشمن کو نہو آزار چاہت کا

خصم دو جوروں کا اے بوا جو نسر کا پانسا ہے
بدی جس سے کرے گا سامنا ہووے گا ذلت کا

متانی سوت پر پڑے خالق مرا وبال
پڑ جائے اس کے حلق میں پھندا شراب کا

لاکھ ٹیڑھا اجی گو سانپ ہے باہر چلتا
ہے مثل سیدھا وہ ہے بانبی کے اندر چلتا

کیا ہم کو پڑی کوئی زناخی کے گھر آیا
اچھا نہیں کرنا ہے اجی ذکر پرایا

گرگٹ کی طرح کالا کبھی لال ہو گیا
غصے سے مردوے کا عجب حال ہو گیا

جو قدر دان اپنے تھے اے جان چل بسے ۔۔۔ جب تو ہمارا ان دنوں یہ حال ہو گیا
خالی کے مہینے سے وہ خالا نہیں رہتا ۔۔۔ در گور مرے پاس رذالا نہیں رہتا
کھلتی ہے جبھی ٹھوکریں کھانے کی حقیقت ۔۔۔ سر پر جو کوئی چاہنے والا نہیں رہتا
نہ کر رات کو کنگھی سر میں تو اپنے ۔۔۔ زناخی بہت دل پریشان ہو گا
خدا نے پدمنی کو قوم میں ان کی کیا پیدا ۔۔۔ بڑا ہر ایک سے رتبہ نہ کیوں سمجھیں چمار اپنا
کیا ہوا چل دور ہو تجھ سے موئے ۔۔۔ بیاہ میرا اور ہی جا ہو گیا
خورشید کیا کہوں انھیں آنکھوں کے سامنے ۔۔۔ گرگٹ کی طرح رنگ زمانہ بدل گیا
دائی یقین دل کو ہے گر جائے گا حمل ۔۔۔ ننھا سا لڑکا خواب میں کل پیٹ مل گیا
کل کا پنور ناک کر کھاکی کاٹ کے ۔۔۔ لڑکا بغل میں لے کے گلستاں نکل گیا۔
ہے حلالی مرے بچے کو حرامی جو کہے ۔۔۔ ایسا بچہ ہو لوا اس کی لوا سے پیدا
کیا ہو گا خیر شر کریں مجھ سے دوگانا جان ۔۔۔ اس سے مرے جواب نہ دیں وہ سلام کا
پرہیزا اپنا اوہی بنفشہ نے توڑ کے ۔۔۔ دو پیسے بھر کا سیر بھر آزار کر دیا

میں پاس بیٹھی تھی دولھا بھیا کے گروہ سنتے تو ہوتی آفت
کیا غضب کیا یہ تم نے مرزا جو نام لے کر مرا پکارا
رہوں گی میکے میں اپنے جا کر سواری منگوا دو مجکو صاحب
یہ ساس نندوں کی بولی ٹھولی کروں میں کب تک بھلا گوارا
تری جو جورو ہے سہرے جلوے کی اس پہ جا کر یہ قرق کر تو
ملیں گے جا کر اسی سے ہم تو جسے کہ چاہے گا دل ہمارا
کھانا چرا کے خوب نہیں ماں سے پان کا ۔۔۔ مُنہ کی کہیں کھلائے نہ چسکا زبان کا

پہ چھوٹے دیور سے مرے پردا کیا　　باجی صاحب اوہی تم نے کیا کیا

ایک تم نے کی تو میں نے دو کئے　　یہ تو بولو اوہی میرا کیا کیا

کرتا رہا وعدہ تو یوں ہی دھوکے دھڑی کا　　مانوں گی میں اقرار نہ اب ایک گھڑی کا

کوٹھے پہ رہو آکے یہ دالان کرو ترک　　بی بولنا منحوس ہے اس چھت کی کڑی کا

نام دہے نہ جورو سے اب تک خبر ہوا　　قربان اس حیا کے ہوا سال بھر ہوا

ہو باندی بچہ بی بی مشجر پہناتا ہے　　قسمت سے بے نصیب ننجتی کو بر ہوا

کھلا جنگل میں آکے حال ان چڑیوں کی چوں چوں کا

ہر اک عاشق کو دیتی ہیں یہ پرسا اپنے مجنوں کا

اجی کس پیار سے خانے میں مادہ کو بلاتا ہے

تماشا دیکھو بھورے خاں کبوتر کی توغوں غوں کا

نہ کیوں دھک سے کلیجہ ہو کہ کنگھی روز کرتی ہوں

مری تو مانگ میں تل ہے تمہیں دھوکا ہوا جوں کا

اول خصم ہی کرنا نہ تھا۔ گر کیا کیا　　کر کے جو رنڈی چھوڑ دیا یہ بُرا کیا

راحت تو دل کی ہو گئی کیا رنج روز کا　　چھوڑا موئے بُرے کو زنا خی بھلا کیا

لچھمی یہ چار پیسے جو کوئی لگائے گا　　کیونکر نہ قرق کو ڑیا خانم بٹھائے گا

دل لے کے رنج دے گا اسر کسی کو جو　　بی اپنے دیدے گھٹنے کے آگے وہ پائے گا

یہ بدگماں ہے دل اس نگوڑے نٹ کھٹ کا　　لگا یا میں نے جو سرمہ موا وہیں کھٹکا

مجھے نفرت ہے صورت سے نگوڑے جان صاحب کی　　وہ اس کی شکل کیا ہے لے ہوا قربان کی صورت

سمجھو مطلب تو ذرا کیا کہا سمدھن نے مری　　طعن کی طعن ہے یہ اور اجی بات کی بات

بی دوگانا سنا ایمان ہے جاتا اس میں | بول اُٹھا نہ کرو اوہی خرافات کی بات
خوبوا جی سکھاتے ہیں اپنی انھیں موے | یا جی خراب کرتے ہیں سردار کا مزاج
پہلے نہیں کی۔ بعد کیا جس نے جو کہا | ہے ہے بہت بُرا ہے یہ انکار کا مزاج
سوکن سے میری نکلی زمانے کی احتیاج | ہوتی ہے اس کو روز نہانے کی احتیاج
جو دال دلیا ہووے میسّر مجھے وہ کھائیں | بھائی کو بھابی کیا ہے کمانے کی احتیاج
سب سہوں گی خصم کی اے شکرو | نہیں سہنے کی بات جانی تلخ
بھائی بہنی کے گھر گے پانی کو | جانتی ہوں شراب کے مانند
جو اس کی لاٹھی میں آواز ہے تو پاؤں گی | سوا خدا کے کروں کس سے بیگما فریاد
جیبنے جی بندی کا اللہ دکھائے سہرا | مجھکو کیا لوگو جو گھر اس کا بسا میرے بعد
کارخانے میں خدا کے نہیں کچھ دخل بوا | بچہ تم پہلے جنیں بیاہ ہوا میرے بعد
منہ پر جو چاہتیں کہ لیتیں بُرا یا کہ بھلا | ان سے کرنا تھا نہ باجی کو گلا میرے بعد
نرگس خدا دے عشق کے بیمار کو شفا | یہ کو دنا مرض تو اجل کے ہے زور پر
سچ کہا اے جان شکرو کی بڑی ہمشیر نے | دودھ پیتے جو ہوں ان کا فاتحہ دو شیر پر
نکاحی بیاہی کو چھوڑ بیٹھے متاعی رنڈی کو گھر میں ڈالا | یہ بنایا صاحب ابا مبارک اضرار کی مسجد کو تم نے ڈھا کر
تم کو لازم ہے باپ ماں کا پاس | میں ہوں جورو کرو نہ میرا پاس
کافی ہے نیک بخت کو بی جان ایک مرد | کسی کو روز چاہیئے دو چار کی تلاش
باندی بچے سے لو میں بیاہ کروں | نوج اس بندی کی ہو ساس خواص
دانا بی کا نہ کھاؤں گی کہ میلے سر سے ہوں | جان صاحب اوہی منگل کو نہاؤں کیا غرض
خواہش پلاؤ کی ہے نہ پھولام سے غرض | تن پیٹ بھر دو ہے اجی آرام سے غرض

مٹتا نہیں کسی کے مٹائے سے جان لے
پیشانی پر جو لکھ چکا پروردگار خط

انگیا مسالیدار نہ اک دن ہوئی نصیب
لہسن ہے پیاز رو پاؤں میں تیرے پدم غلط

ہر گھڑی آکے جٹھانی مرے سر چڑھتی ہیں
ایک دو بار کروں گی نہ کہ ہر بار لحاظ

سیج کہتی چت لگن ہے نہیں پیتے اس کا گل
روشن جو ہو مراد کی اے نوبہار شمع

اے جان دل میں شک ہو اللہ مرے مراد
گل ہو گئی مراد کی، دو تین بار شمع

جو نہ ماں باپ کا اپنے ہو ممانی سیج ہے
اوہی کیا ہوگا وہ جورو کا نگوڑا عاشق

برسات کالی رو رو کے اس گھر میں لے بوا
پانی تھا گھٹنے گھٹنے کہیں ران ران تک

منہ زرد آنکھیں لال پھٹے کپڑے جی اداس
عاشق کے بوجھنے کے بوا ہیں یہ چار رنگ

بڑھیا کے پیچھے نیچے جوانی خراب کی
کس سے لگایا تو نے ہے آفت کے مارے دل

چلتا نہیں ہے زور محبت میں اس سے کچھ
عورت یہ جس کی چاہے نگوڑا اتارے دل

اور آجائے گی بازار سے کر ڈالو حلال
ٹینی مرغی ہے یہ کب سے ہوئی مردار اصیل

جب اوہی اپنا کر چکے بدنام نام ہم
اب کہتے ہو کہ تجھ سے نہیں رکھتے کام ہم

جب ہم سی ڈھونڈھ لاؤ گے تم نیک پارسا
اس دن کریں گے آپ کو جھک کر سلام ہم

گیلی سوکھی دونوں جلتی ہیں بوا سرکار میں
بی اجالی نت رہا اندھیر ہر دربار میں

سوت میری پانچ ہے میں اس سے چھتیسی سوا
وہ تو ہے دس بیس میں ہیں ایک ہوں دو چار میں

جھاڑو بی بی کی پھرے ہو جائے گھر بھری کا صاف
کوڑی کوڑی بھیک مانگے وہ موا بازار میں

او جلی بگڑی ہے عبث اس کی تو بن آئی ہے
کپڑے لڑکے مرے دو روز میں گو کرتے ہیں

الٰہی جو موئے بدنام میرا نام کریں
انھیں کی ننھی بڑی کو مرے غلام کریں

اکیلی جاؤں جو مسجد میں طاق بھرنے کو
دوگانا جان تمھیں جھک کے ہم سلام کریں

دال آٹے کا سُنو بھاؤ ہے اس دم کھُلتا
چاہنے والے اجی جبکہ بچھڑ جاتے ہیں

لاکھ تدبیر کرو ایک نہیں بنتی ہے
دن مقدر کے جب اے جان بگڑ جاتے ہیں

سنتی ہوں ایک روز بلاتی ہیں مردوا
کیا نیک بخت ہیں مری ہمسائے والیاں

جا کے سسرال میں دولھا سے دلھن خانم تم
پہلے ہی روز نہ کر بیٹھیو اقرار کہیں

ہیں تو ہاں ایسی ہوں پھر کس لئے تو آتا ہے
ڈھونڈلے اور کوئی جا کے طرحدار کہیں

اپنے گھر واہے کی وہ جا کے خبر تو لیویں
ان کی بہنا سے زیادہ نہیں مکار ہوں میں

سید اکل کھرے ہیں بوا کائنات میں
لیکن سمائی سب کی ہے شیخوں کی ذات میں

اپنے تو چھوڑ دیتے ہیں غیروں کا کیا گلا
اللہ کام آتا ہے بی مشکلات میں

ہمسائی تم نے خود نہ سُنا ہو گا کیا کہوں
کوٹھے پہ بے پکارے کبھی وہ چڑھے نہیں

زناخی سدا جو ہیں پھولوں پہ سوتے
اُنھیں ایک دن خاک پر دیکھتے ہیں

بھیجا نسبت کا ہے پیام کہاں
کہاں بچی مری غلام کہاں

نگوڑے مردوے کیا کیا گناہ کرتے ہیں
خراب جان کے عقبیٰ کی راہ کرتے ہیں

اُٹھاتے جا کے عدالت میں ہیں بڑی روٹی
دوگانا کام تو جھوٹے گواہ کرتے ہیں

اجی ڈھونڈھ کے باجی ہی یار کریں موئے تیلی تنبولی کو پیار کریں
مرے اس سے زناخی ہزار کریں مری جوتی سے چوہڑے چمار کریں

سانپ بچھو سمجھو اس کو بھیجد و صاحب مجھے
میرے میکے کا تمھارے گھر میں جو اسباب ہو

کمان افسر کی بیٹی تم وہ تیر انداز کا بیٹا
لگا لو اس سے دل گوئیاں نشانہ تم نہ یہ چوکو

روٹی کپڑا مرے تن پیٹ کو گیا دیتے ہو
کیا کھلا دیتے ہو کیا اوہی پہنا دیتے ہو

کنگلا ہے تو میرا ہے تمھیں کیا ہے زناخی
اپنا کوئی دھگڑا مجھے زردار دکھاؤ

وہ تلوے میرے دھو دھو کے پیئیں میں جوتیاں ماروں

بتادے جان صاحب ایسا کوئی ٹوٹکا ہم کو

میں کس سے رہی اوبی روکو زباں کو
چلو چپ رہو جھوٹی سچی نہ ہانکو

تو خصم والی بنی سچ ہے اری ہاں اب تو
دیدہ چربانک ہوا اور بھی گوئیاں اب تو

اُجڑی گھر بار بسا ہو چکی بچوں والی
بیٹھ کر لڑکیوں میں کھیل نہ گڑیاں اب تو

کواریوں سے بھی سوا کرتی ہیں نخرے تلّے
نوجوانوں کو پھنسا لیتی ہیں بڑھیاں اب تو

ناحق نہ کرو پاس تم اس کام سے بھیّا
ماں باپ کا ہے مرتبہ جورو سے زیادہ

منہ سے تو کچھ کہیں یہ کریں نابکار کچھ
مردوں کی بات کا نہیں بی اعتبار کچھ

یہ ورتنے کا جھگڑا ہے سنو چھوٹی ممانی
دو چار بڑے اپنے ہوں دو چار تمھارے

کان جھونٹوں کے بھی کاٹے موئے نکٹے تو نے
ٹلے بالے ہی ہیں دن گزرا نہ آئی بجلی

مجھ سے کیا پوچھا جی اپنے ہی گھر والوں سے
کوئی اچھا نہیں کہنے کا بُری چالوں سے

حق ماں کا بھی سمجھو نہ بیوی ماما دلہن کی
بیٹا تمھیں لازم ہے کرو بات چلن کی

جو کہتے ہو سچ کہتے ہو ہاں میں تو ہوں ایسی
گھروا ہے میں تو جا کے خبر لیجیے بہن کی

بڑی باجی نے ناحق ہی ستم یہ مجھ پہ توڑا ہے
بتائیں تو وہ میرا کونسا دھگڑا نگوڑا ہے

زبردستی کی شیخی کرتے ہیں منہ اپنا بنوائیں
وہ کیا چھوڑیں گے مجکو آپ میرے ان کو چھوڑا ہے

سر پہ باندی جو مرے آکے تو چلّاتی ہے
میں نے جانا اری چندیا تری کھجلاتی ہے

بے کچھ نہ کچھ دال میں کالا نظر آتا ہے مجھے
رات سے آنکھ جو گوئیاں تری شرماتی ہے

دیا ہے کونسا میرا خزانہ بھر تو نے
نگوڑے فاقے ہی کروائے عمر بھر تو نے

چھپا موباف چوٹی میں نہیں گوٹیاں نے ڈالا ہے　　پیٹیا او ہی رسی کا یہ بچہ کوڑیالا ہے

تمانچہ مارا۔ مارا میرے لڑکے کو تمھیں کیا ہے　　نہ کچھ کہنا اسے صاحب مرے بھائی کا سالا ہے

نقشہ ہے بوا گول مصوّر کی بہو کا　　ہاں آدمی کی شکل ہے تصویر نہیں ہے

پایا جو خصم نیک تو بدساس ملی ہے　　کیا بگڑوں بن آتی کوئی تدبیر نہیں ہے

کس طرح سے لوں سوت چھپل پائی کی میں جان　　ٹہنائی نہیں پاس کوئی بیر نہیں ہے

بچے والی مرے نہ دنیا میں　　پیڑ خالق نہ پار وار گرے

نہیں سہج کوئی بات آج باجی آجائے　　نویں مہینے تو مشکل سے بچہ ہوتا ہے

ننگی کھلی نہ بیٹھی ہوں ہمسلئے والیاں　　کوٹھے پہ تم چڑھا کرو صاحب پکار کے

دیکھی جو اپنی چوٹی کی پرچھائیں رات کو　　رسّی سمجھ کے بھاگی میں اک چیخ مار کے

بھلی عورتوں سے بُرائی نہ ہوگی　　بُرے مردوں سے بھلائی نہیں ہوتی

تم سے نسیم کیا کہوں وہ لوگ کیا ہوئے　　اپنے گئے بہار کے دن سب ہوا ہوئے

اپنے بچے چھین لو بندی کو دو صاحب طلاق　　کام کچھ مجکو نہیں اب آپ کے گھر بار سے

ہنستے بچے کو رلا دیتے ہیں کیا خو ہے بُری　　اے کھلائی لے لے باز آئی میں اُن کے پیار سے

اور کیا پھبتی کہوں بن آئے ہو لنگور سے　　ڈاڑھی منڈ واؤ میں باز آئی خدا کے نور سے

کیا برابر کا ہے یہ باجی مرا دیکھے گا کیا　　ہوں خفا ٹھینگے سے مرا کیوں چھپوں مزدور سے

ہے مثل آپ ہی گرتا ہے وہ اس میں خضرو　　کھودتا اور کی خاطر جو کنواں رہتا ہے

کیا جانے کوئی حال خصم جورو کے دل کا　　کس بات پر اس کے مرے انکار ہوا ہے

کھووُں کیوں حرمت میں اپنی دوپہر کے واسطے　　روٹی کپڑا مجکو لکھ دیں عمر بھر کے واسطے

کروں گی دھوم سے شادی بوا نسبت تو ٹھہری ہے　　گلہرا ہے مرا اور منجھلی بھابی کی گلہری ہے

کہار و کیا کہاری ہو گے تم بن بیاہی بیٹی کی — سوائی ہے نہ ڈیوڑھی ہے سواری یہ اکھری ہے

بی بنا آتی ہے بگڑی ہوئی تقدیر کیسے — اچھی سوجھی ہے برے وقت میں تدبیر کیسے

یہ بات سچ ہے جسے جس سے پیار ہوتا ہے — وہ لاکھ جان سے اس پر نثار ہوتا ہے

یہ مرد اپنے ہی مطلب کے آشنا ہیں جان — کہیں ہزاروں میں اک دوستدار ہوتا ہے

جیئے بیٹی مجھے داماد کے دم کا سہارا ہے — مثل ہے مول سے بی جان ہوتا بیاز[1] پیارا ہے

بہو تم ہو خسر کا مال جو ہے وہ تمھارا ہے — امانی جان کے اس میں خصم کا کیا اجارا ہے

خدا شاہد ہے اے باجی نہیں احسان میں کلّو لی — اگر سر سے کسی نے میرے تنکا بھی اتارا ہے

ساس نندوں کی طرح او ہی نگوڑا میلا — بولیاں بول گیا آپ کا داماد مجھے

آئے گا آگے کچھ نہ کھو میٹھے پیچھے تم — چاہو برا نہ غیر کی جائی کے واسطے

کوسا ہے مجھ کو سوت نے برچھی کا پھل لے — اس کو نصیب ہو اجی کوڑی کٹار کی

میرے پھندے میں ایک بھی نہ پھنسا — پانچ بتو تھی جس سے چار الجھے

ایک چپ ٹالتی ہے لاکھ بلا — میں نہ بولوں کوئی ہزار الجھے

لو جنی لوگو دوگانا کی پھوپھی اب بیٹا — شکر خالق کا دعا میں مری تاثیر ہوئی

جو چھنالیں ہیں زمانے کی اڑاتی ہیں مزے — نیک بختوں ہی کی کمبخت یہ تقدیر ہوئی

جانصاحب تمھارے سر کی قسم — زور چلتا نہیں مقدر سے

ایسے اجڑے کی یہی گھات کرا دو آبادی — گوشت الو کا کھلا دے موا الو ہو جائے

کنویں میں گر کے مرجاؤں اٹھاؤں ہاتھ جینے سے

قسم اس سر کی باجی فرق اگر توقیر میں آئے

---

[1] بیاز یعنی سود۔

انتخاب دیوان دوم جان صاحب

سوکن نے پائجامہ پہنا ہے گلبدن کا
جھڑ پکے مردوے سب گل کھل چکا سخن کا

پھولوں میں تل رہا ہے کانٹا مرے چمن کا
کیا رنگ میں دکھاؤں اُجڑے ہوئے چمن کا

کیونکر نہ ہوتی گھر میں بھائی سے خانہ جنگی
آئے تھے چھینکتے وہ ماتھا مرا تھا ٹھنکا

دوگانا جان کے بچے نے موتا مجھ نمازی پر
میانی تر ہوئی ساری پڑا آدھا بدن دھونا

اس پوستی سمدھی نے مرے حوصلہ دل کا
خشخاش کے دانے کے برابر نہ نکالا

تم ہوئیں گھر بار کی بنو بنو انسان اب
جن چکیں بچے کٹی کیا رہگئیں حیوان اب

بی بی گھروالی کو بہنسنی ہوں گی دل میں سمدھنیں
سب کے سب بیٹھے ہیں منہ باندھے ہوئے مہمان اب

سہرے دیکھے ہو چکے بچوں کے بچے اے بوا
کوئی باقی ہے نہیں دل میں مرے ارمان اب

مفلس کی ہے جوانی یہ جاڑے کی چاندنی
بدتر ہے سو بڑھاپے سے اپنا شباب اب

اعمالنامہ میرا فرشتوں سے کھو گیا
صد شکر ہوگا حشر ہیں کیونکر حساب اب

دے نہ دشمن کو خدا اولاد بیٹا بدنصیب
ہوتے ہی مرجائے ہو تجھ سا جو پیدا بدنصیب

بی ماں کے ہٹ اُٹھاتے نہیں زنہار باپ
جورو کے منہ سے کرتے ہیں بچوں کو پیار باپ

بنو مثل یہ سچ ہے پسنہاری ماں بھلی
بہتر نہیں ہے ہو جو تو انگر ہزار باپ

پاپوش مارتے نہیں اولاد کو بہن
بعضے نگوڑے ہوتے ہیں ایسے چمار باپ

بیٹی کے باپ سے بنی خانم بگڑ نہ جائے
ڈالے بہو پہ آنکھ موا بدشعار باپ

دو توں ہیں اپنی جوروں کو روز مارتے
بیٹا بھی نابکار موا نابکار باپ

بچے کو اس کے کہہ نہیں سکتے حرام کا
جیتا ہو جس کا اے بوا ہوا شکار باپ

منگل کے دن میں گوشت نہیں کھاتی ہوں کبھی
پکوائیے گا میرے لئے کل مسور آپ

ماں باپ کی میں بیٹی پچھل پائی سے بری
بازار سے پری کوئی لے آئیں حور آپ

بچہ نہیں ہے پیٹ میں آزار ہے کوئی
دائی کو باجی بھیجئے اپنی ضرور آپ

ہم کریں گے آپ کو اس روز بس جھک کر سلام
آئیں گے محشر میں جب یہ اوڑھ کے سمور آپ

کھائی کا منہ نہ نہائی کے کبھی چھپتے ہیں بال
خود بنا دیتی ہے یہ اپنی صفائی صورت

دل میں مجھ سے تجھے اس بات کا ہے دھیان عبث
اس تمنا میں مرے گا یہ ہے ارمان عبث

مارتی یا پوش پر ہوں ایسی روٹی آپ کی
جوتیاں مارو گے کل دیں گالیاں دو چار آج

خدا غنی ہے حقیقت میں اور کل ہیں فقیر
کسی کو رکھتا نہیں ہے خدا سدا محتاج

بچے امیر کے اجی شوخی کریں ہزار
ان کو کوئی کہے یہ ہے کس کی مجال شوخ

سنتی ہوں جان پیڑ بڑا ہے بہشت میں
طوبیٰ کی ایک ہو گی کئی لاکھ من کی شاخ

خصم کسی کا نہیں کھپتا اپنی آنکھوں میں
ہمیں ہے مردوے کی اپنے آن بان پسند

چنچے ہو لوٹا نہ رکھواؤں اپنی چوکی پر
کریں تم ایسے مجھے اب خدا کی شان پسند

خراب ہوں گے محلے کے بچے اے باجی
کیا ہے کسی نے ہمسائے میں مکان پسند

اب تو کبھی نہ قصائی ہے نہ حجام پسند
سارو دھا ماٹی کا اس دور میں ہے کام پسند

دال دلیا ہی نہیں ملتا کجا کھانا لذیذ
کھا لیا جو مل گیا سمجھی بہت کھایا لذیذ

اے بی شیریں سچ مثل ہے ہم مسلمانوں کو کیا
کھیر گر پکے چماروں میں بہت تحفا لذیذ

ہے بہت کم سن میاں جورو کو ہونے دو جوان
ٹھنڈا کھانا گرم کر کے کھاؤ گے ہو گا لذیذ

جسے جا ہے کر دے یہ بہتر سے بدتر
نہیں کوئی شے ہے مقدر سے بدتر

نصیبن خصم رنڈیوں کو ہے ملتا
مقدر سے بہتر مقدر سے بدتر

مُش ہے جسے چاہے پی وہ سہاگن
وہ بہتر سے بہتر ہیں بدتر سے بدتر

مرا لاکھ کا گھر گیا خاک اُجڑا سے
نہ چھوڑی کوئی چیز بدتر سے بدتر

چاندی کا ہے نہ سونے کا زیور ہمارے پاس
کندن فقط بھرم ہے کہاں زر ہمارے پاس

وہ رات شب برات شب قدر ہے ہمیں
جس روز مردوا رہا شب بھر ہمارے پاس

ڈھونڈ کے آپ نے جو بانک اگر کی رنڈی
مردوا گر لیا ہم نے بھی طرحدار تلاش

بیسوا دنیا کو دن رات ہی ہم ڈھونڈھتے ہیں
ملتی مکارہ نہیں ہوتی ہے بیکار تلاش

بلھوس مردوے ردون کی ہیں چاہت کرتے
پھوٹے دیدوں نہیں بھاتا مجھے ایسا اخلاص

چھوٹی سالی سے کوئی ہنستا ہے یوں بے موجب
اپنی ماں بہنوں سے تم رکھو یہ ہٹیا اخلاص

آشنا مرد ہیں مطلب کی ہوا آبادی
جھوٹ کا پیار ہے ان اُجڑوں کا اجڑا اخلاص

خیر ہے تم کو بی ہمسائی میں اُٹھنے دوں گی
ہاتھ بھر بڑھ کے بڑا پردے کی دیوار کا خط

چست لگن روشن نے حق حق یہ کہی پھبتی بوا
ہے اگر منصور پروانہ تو یہ سولی ہے شمع

شمع کہتی ہے اسے تھوا ہے تو کس باغ کا
کتنا پروانہ ہے تو کس کھیت کی مولی ہے شمع

اپنے ہی اولاد کا چاہیں گی بی سوکن فروغ
میرے بچوں کا نہ ہونے دیں گی یہ دشمن فروغ

سامنے چینی کے کیا مٹی کے ہے برتن کی اصل
بی تراپن مجھ سے کیا لے جائے گی سوکن فروغ

مرد سے عورت کی عزت فی الحقیقت ہے بڑی
دیکھ لو پردے پہ رکھنی ہے بوا چلمن فروغ

جھوٹتے تھے عرش میں کل ٹھوکروں میں آج ہیں
ایسے ہم نے دیکھ ڈالے ہیں بوا بادن فروغ

جو کہ معشوق کا مذہب ہے وہ ہے عاشق کا
حق تو یہ بات ہے کافر ہے نہ دیندار ہے عشق

نہ تن کو ملتا ہے کپڑا نہ پیٹ کو روٹی
ہمیشہ رہتا ہے مفلس خراب حال ہلاک

لالوں کی لال ہوں میں دوتوں جگہ وطن ہیں
سسرال ہے بدخشاں میکا مرا یمن میں

لیلیٰ کو جانتی جب مجنوں صفت سڑن ہے
دانتوں کے بدلے مسّی ملتی اگر بدن میں

بٹھایا سوت کو بھابھی نے جب میرے مقابل میں
یہ بھڑکی آنچ بیڑو کی پھپھولے پڑ گئے دل میں

خصم ہے آپ کا سعدی تو اپنا رنگیں ہے
تمھاری سادی ہے رنگیں ہے زباں میری

برا نہ کہتی کسی کو تو کیوں برا سنتی
خراب کرتی ہے خود مجکو یہ زباں میری

اسی چھنال نے سچ بول کے خراب کیا
نہ اس کی آج سے میں اور نہ یہ زبان میری

نکاح جالئے جھپ جھالئے سے نوج کروں
مثل ہے کیا سڑی جاتی ہیں مچھلیاں میری

سوت کی آگ بجھی سوت کے بچوں سے جلی
ان جہنم کے شراروں کی شرارت نہ گئی

روز اک موٹا سا طوفان ہے مجھ پر رکھتی
سوت بندی کی کسی طرح یہ عادت نہ گئی

سوت کو گھر میں مرے ساتھ ہیں اپنی لائیں
میں نے بھابھی کی جو دعوت کی عداوت ٹھہری

باپ کے چونا لگائیں گے ضرور
دونوں لونڈے یہ موے معمار کے

چار پیسے کی نہ ترکاری ہو دو بچوں کو
جاؤں گھر بھانجے کے ہو کے میں خالا خالی

چڑھ کے منبر یہ عبث اودھی بھری محفل میں
واعظو مغز یہ کیوں کرتے ہو اپنا خالی

وہ اشعار جن سے جانصاحب اور دوسرے ریختی گو شعرا کے انداز بیان میں امتیاز ہوتا ہے

(انشا) لہر میں چوٹی کی تیری ڈر کے مارے ہانپ ہانپ + چونک چونک اٹھتی ہوں میں راتوں کو کہکر سانپ سانپ

(جانصاحب) دیکھی جو اپنی چوٹی کی پرچھائیں رات کو + رسّی سمجھ کے بھاگی میں اک چیخ مار کے

(انشا) باجی کہتی ہیں کہ اک مردوے پر غش ہے تو + مفت ایسا بھی کسی شخص پہ بہتان ہو نوج

(جانصاحب) رنڈی چل دور ہٹ مجھ پہ یہ بہتان نہ کر + میرے بیری مرے دشمن ہوں گرفتار کہیں

۳ (انشا) پائنچے ڈھیلے قبائیں سب نے کیں اب ٹھیک ٹھیک — اُڑ گئے وہ لمبے دامن اور اونچی چولیاں
(جان صاحب) پائنچے ڈھیلے ہوں انگیا چُست ہو میانی کسی — آج کل کی لڑکیوں کو بانکپن مرغوب ہے

۴ (انشا) سوتنیں کمبخت وہ جو بیر دوڑاتی رہیں — اُن سے آخر کیا ہوا اپنا کیا پاتی رہیں
(جان صاحب) آگ پانی میں لگائے سوکن — اپنے اللہ سے پائے سوکن

۵ (انشا) نہیں یاں کسی آشنا کی توقع — ہمیں ہے بس اپنے خدا کی توقع
(جان صاحب) اپنے تو چھوڑ دیتے ہیں غیروں کا کیا گلہ — اللہ کام آتا ہے بی مشکلات میں

۶ (جان صاحب) مر جائے یا جئے کوئی جوتی سے آپ کی — ہے رات دن تمھیں فقط اُس کام سے غرض
(نازنین) کوئی بیٹھا ہو تجھے ہے کام اپنے کام سے — اے نگوڑے آدمی سے تو تو حیوان ہو گیا

۷ (جان صاحب) جو کسبیوں میں لطف ہے وہ ہم میں کہاں ہے — تُھتکاریوں سے پوچھتے ہو حور کی باتیں
(نازنین) کیا جانئے کیا کسبیوں میں شہد گھلا ہے — گھر والیوں سے خوش کوئی شوہر نہیں ہوتا

۸ (جان صاحب) کچھ نہیں نرگس کو مرزا تن بدن کا اپنے ہوش — کام پر دیدہ لگے کیا دل لگا ہے یار میں
(محشر) کیا مردوں سے آنکھ لڑاتی ہے بیسوا — نرگس تری تو آنکھ کا پانی ہی ڈھل گیا

۹ (جان صاحب) کیا بیاں کیجئے دانتوں کی چمک کا عالم — ابر شاد نے ہنس ہنس کے گرائی بجلی
(محشر) صاف بجلی سی یہاں آنکھوں کے آگے چمکی — مُسکرا کر جو دوگانا نے دکھائی بجلی

۱۰ (انشا) جو مجھے ٹوکے سو الٰہی گرے — ہوتے سوتے کو کھاوے اپنے پہاڑ
(جان صاحب) الٰہی جو مجھے بدنام میرا نام کریں — اُنھیں کی ننھی بڑی کو مرے غلام کریں

دیوان اوّل جان صاحب

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

ردیف الف

شان میں اللہ کی مطلع وہ ہو دیوان کا
جیسے بسم اللہ پھاٹک ہے ہوا قرآن کا

ذکر ہر مصرع میں آیا ہے خدا کی شان کا
لوگو[٭] بیت اللہ مطلع ہے مرے دیوان کا

حُسن مطلع اس کا اے نورن نبی کا وصف ہے
قول بے شک سچ ہے یہ میرے محمد جان کا

بولا کاغذ سے قلم یہ قطعہ جب لکھنے لگی
رُعب سے حرفوں کے دل ڈرجائے ہر انسان کا

حیدری خانم خدا کے شیر کی تعریف میں
شعر جو ہے شیر ہے وہ کلک کے میدان کا

وصف میں بی بی کے بچوں کے جو دو مصرع کہے
ہو گیا پُر نور وہ مطلع میرے دیوان کا

مدح میں بارہ اماموں کی کہوں بارہ جو شعر
عرش پر ہو ذکر اس بارہ دری کی شان کا

بیت اہلِ بیت کی تعریف میں جس دم پڑھی
آئینہ ہی آئینہ دل ہو گیا انسان کا

جو نبی کی آل اور اولاد کا دشمن ہے۔ بی،
دین و دنیا میں اسے رُتبہ ملا شیطان کا

آرزو دل کی ہے۔ یہ اس دم پڑھوں یٰسین تو دو
رو نگٹا میلا نہ ہو صاحب مرے اوسان کا

مرتے دم ایذا نہ ہوا اے جان صاحب جان پر
پنجتن کا نام نکلے منہ سے اور رحمان کا

٭ لوگو۔ مخاطب کرنے کے واسطے یا حسنِ کلام کے واسطے عورتیں 'لوگو' کہتی ہیں۔

شکر کا خالق کے بندی نے ادا سجدا کیا — کیا حقیقت ہے مری جیسا مرا تبا کیا
اس کی قدرت ہے نرالی جو کہو وہ ہے بجا — خاک کے پتلے کو اپنی شان سے گویا کیا
پانچ باری جب میں روئی پانچ دریا بہہ گئے — میری آنکھوں نے دوانچا بسے دعوا کیا
بیسویں کے چاند کا پیدا کیا اس نے چلن — چھپ کے آدھی رات کو گھر میں مرے آیا کیا
آملا بچھڑا سجن۔ مانا تھا میں نے بیگما — سونہ جانا۔ جاگتی نوبت کا ہے کونڈا کیا

اس پہ میں مرتی تھی مانگا اس نے جو میں نے دیا
جان صاحب سے کبھی پیارا نہیں میسا کیا

کیا مُنہ ہے مُنہ۔ چڑھائے کوئی اس زبان کا — کس مردوے کو علم ہے میرے بیان کا
مردوں میں اے بہار کترتی رہی ہیں پھول — دیکھا نہ منہ زبان کی قینچی نے سان کا
جمشید کا پیالہ مری فکر ہے بوا — مضمون آئینہ کیا سارا جہان کا

معنی کے بدلے رہ گئی اب شعر میں جگت
اے جان پہنوا نگر کھا ہاتھی کے تھان کا

چوری ہوئی پتا نہیں ملتا ہے مال کا — گھر گھر گلا کروں گی اجی کوتوال کا
زیب النسا کی طرح میں کہتی ہوں وہ غزل — مردوں سے ہو جواب نہ میرے سوال کا
سوتی ہیں اب وہ چین سے مخمل کے فرش پر — گھٹا ہوا نصیب نہ جن کو پیال کا
ہمسائی میرے سر کی قسم آئیو ضرور — کونڈا کروں گی جمعہ کو سید جلال کا
بدنے لگی میں کس لئے پنچایت آپ سے — مالک ہے اب وکیل مرے انفصال کا
چھپ چھپ کے پاس لے بوا شہزادی جان کے — ہے لاکھ بار آیا ہزاری کا بالکا
دردوں کے مارے مرتی ہوں لیتے نہیں خبر — کیا کھولنا تمھیں نہیں آتا ہے فال کا

سر پھوڑ کے لہو کی بہاؤں گی ندیاں ‖ گر بال[1] بانکا ہوگا اجی میرے لال کا

ایسا نکھٹو[2] پلّے سے میرے بندھا ہوا ‖ اُلٹا پڑا ہے جھگڑا گلے روٹی دال کا

اے باجی اس طرح نہیں چھپتا کسی کا عیب ‖ جس طرح چاند[3] رہتا ہے بدلیں ڈھال کا

وہ جان صاحب آپ کی ہے بختی کی دھوم

مندر کے جیسے شہرہ ہے ہر جا خیال[4] کا

کہتی ہوں دل میں جب سے مجھے تو نظر پڑا ‖ خالق بچائے جان ہلا کو نظر پڑا

موسی کٹک فرنگی کو معراج ہوگئی ‖ مریم نسا جو اس کو سپاٹو نظر پڑا

ہوتی تھی عید ہم کو سمندر میں اس گھڑی ‖ ٹھہرا جہاز جب کوئی ٹاپو نظر پڑا

جو چاہیں اپنا زور یہ لاہور میں کریں ‖ مکہ میں اب تک ایک نہ ہندو نظر پڑا

سب جھوٹ ہے میں ان کے لئے ہو چکی خراب ‖ سچا عمل کسی کا نہ جادو نظر پڑا

یہ سات پیڑھیوں کے ہوا بعد اتفاق ‖ کنبے میں بیگما کے دوہا جو نظر پڑا

مسّی خراب ہوتی ہے کوکا تو ڈھونڈ لا ‖ سوسن کو طاق میں نہیں ماجو نظر پڑا

پھل دینی بھائی سے بھی نہ مجکو ملا بہار ‖ دنیا میں کوئی اپنا نہ لاگو نظر پڑا

ہاتھوں سے دل کو تھام کے چوکھٹ پہ گر پڑی ‖ پٹ بھیڑتے میں اس کا جو بازو نظر پڑا

جس مردوے کے پیچھے مرا گھر ہوا تباہ

برسوں کے بعد پھر وہی اُلّو نظر پڑا

وہ دل در گور جنیاں لے کبھی جو نام الفت کا ‖ کسی دشمن کے دشمن کو نہ ہو آزار چاہت کا

---

[1] بال بانکا ہونا یعنے صدمہ پہنچنا - آنچ آنا [2] نکھٹو یعنے نکما [3] ڈھال کا چاند وہ آہنی یا برنجی پھول ہے جو ڈھال میں ہوتا ہے [4] خیال ایک راگ کا نام ہے -

ابھی سے دل پڑا اس کا نگوڑا عشق کے پالے — خدا حافظ ہے اے حرمت تری بیٹی کی حرمت کا

مرا کیا نام بد ہوگا وہ خود بدکار ہے روشن — دیا ہے رنج مجکو جب گلا کرتی موں راحت کا

خصم دو جوروؤں کا اے بوا چوسر کا پانسا ہے — بدی جس سے کرے گا سامنا ہووے گا ذلت کا

لگا میٹھا برس[1] جب سے یہ صورت زہر لگتی ہے — کہیں مشاطہ کر پیغام اب مصری کی نسبت کا

کٹا ہے صبح سے رو رو کے یہ دن شام تک شبّن — اُٹھی جو سو کے منہ دیکھا عجب کمبخت راحت کا

صنوبر آگیا عشق میں ہوئی سو جان سے عاشق — عجب بوٹا سا قد اس کا نمونہ ہے قیامت کا

بدل کر آنکھ توتے کی طرح ٹیں ٹیں لگا کرنے — اُڑے دنیا سے جلدی نام ایسے بے مروت کا

اگر دوزخ نہ ہوتی فکر کرتا کون جنّت کی — ہے رتبہ سوم کی خسّت سے حاتم کی سخاوت کا

نہ مانو مہر تم بجی کے حق میں کانٹے بوتی ہو — نہیں یہ وقت ہے اے بیگما صاحب مروت کا

پڑھائی کیوں زلیخا[2] مولوی صاحب نے یوسف کو — کیا خانہ خراب اس کا دکھایا کوچہ الفت کا

اگر رستم فتح خاں ہے تو ہوں میں سوار نڈی — چلا تلوار کے آگے ہے کس دن زور طاقت کا

وہ تھے اُستاد تجھ کو جاں صاحب ان سے کیا نسبت

کیا پر نام روشن ریختی[3] نے تیری نسبت کا

کلوارنی یہ مرتا ہے تُف اس کی ریش پر — قاضی کے گھر میں کیوں نہ ہو چرچا شراب کا

رو رو کے آہیں کھینچی ہیں اک مست کے لئے — تھیں دیگ آنکھیں بن گئیں بھبکا شراب کا

اماں خدا کے گھر میں جو ہوتا ہمارا دخل — پانی کے بدلے مینہ بھی برستا شراب کا

مرنے کے بعد قبر میں ڈھیلے کی جا بوا — رکھ دینا میرے پہلو میں شیشا شراب کا

مستانی سوت پر پڑے خالق مرا وبال — پڑ جاے اس کے حلق میں پھندا شراب کا

---

[1] میٹھا برس یعنی اٹھاواں سال [2] مثنوی یوسف زلیخا [3] تخلص میر احمد علی ریختی گوے لکھنو۔

آنکھیں کسی کی دیکھ کے بے ہوش ہو گئی
نرگس کے منہ پہ دوا جی چھینٹا شراب کا
مشکیں رگیں ہیں شیشہ ہے دل کیوں نہ مست ہوں
باجی یہ میرا کوٹھا ہے کوٹھا شراب کا

اے جان بے پئے نہیں آتا ہے دل کو چین
بے ڈول پڑ گیا مجھے چسکا شراب کا

راہ رسوائی کی ہے یہ موا اکثر چلتا
دل سے لاچار ہوں کچھ بس نہیں اس پر چلتا
لاکھ ٹیڑھا اجی گو سانپ ہے باہر چلتا
ہے مثل سیدھا وہ ہے بانبی کے اندر چلتا
یہ وہ بچہ ہے نہیں زور ہی اس پر چلتا
دیکھئے گھٹنیوں کب تک ہے مقدر چلتا
تو ہے دیوانی وہاں جاتی ہے سنگی خانم
لونڈیوں میں پری خانم کے ہے پتھر چلتا
اس کو اس باغ میں جیتا ہی میں گڑوا دیتی
میرا شمشاد یہ قابو جو صنوبر چلتا
ساتھ رہتا پری خانم کے وہ سائے کی طرح
عشق ہوتا تو وہ ڈولی کے برابر چلتا
سوت کی مانگ میں دل ان کا ہے اٹکا جاسے
رات کو راہ مسافر بھلا کیونکر چلتا
آئی گردش ہے عجب مردوں کی روزی پر
ہر محل میں بوا چرخا ہے یہ گھر گھر چلتا
موئے کافر جو بڑی روٹی میں پہنے ہوتی
دال کیا گلتی تری۔ جادو نہ مجھ پر چلتا
رشتہ بہناپے کا توڑیں گی وہ جوڑیں طوفاں
خوب ثابت ہوا اب جوڑ ہے مجھ پر چلتا
سوم بنیوں سے جلا ہوں سے جو کھیلے یہ چوسر
چال وہ مجھ سے ٹکے گز کی نہ کیونکر چلتا
دنیا خوراکی ہے رزاق ہے مودی میرا
خرچ اس بندی کا کیا اوہی ہے ان پر چلتا
پنجتن پاک کی ہے آس مجھے اے باجی
جن کے صدقہ میں مرا سارا ہے ٹبر چلتا

جاتی نوچندی میں مہتاب کو اپنے لے کر
جان صاحب جو مرے ساتھ وہ دلبر چلتا

مجھ کو دے لاکر جو کچھ - کیا منہ ہے اس کنگال کا — آج تک پینا نہیں - مارا ہوا ہے کال کا

ہو وہی عالم الٰہی لالہ ہرگوپال کا — جس طرح جیوڑا گیا ہے لالہ امرت لال کا

سوم کے گھر میں میاں کی دال[1] بھی گلتی نہیں — برم راکس جان لے گا - آنکھ لے گی کا لکا

نام پر دینے کے دروانے کی کنڈی بھی نہ دے — چور گھر چوپٹ کریں وہ منہ ہے تجھ کو مال کا

جان صاحب جس سے کھل جاتی ہے سب نیکی بدی

ریختی سیج مچ تری - پانسا ہے یہ رمّال کا

کیا ہم کو پڑی کوئی زناخی کے گھر آیا — اچھا نہیں کرنا ہے اجی ذکر پرایا

اُجڑا ہوا آبادی کا جب گھر نظر آیا — رونے لگی میں دیکھ کے جی میرا بھر آیا

نرگس مجھے بیمار کیا عشق نے جس کے — اک دن نہ خبر لینے کو وہ بے خبر آیا

بدبات کی بو پھیلے گی مشکی کی طرح پھر — صندل مرے گھر میں کبھی عنبر اگر آیا

خورشید نے قطبن کو دیا جوڑا کتاں کا — کرنے مرے مہتاب کا ٹکڑے جگر آیا

گو آنکھ لگا[2] مردوا تھا چھوٹی کا دیور — کنبے میں مرے جا کے بڑا نام کر آیا

مرزا کی جو میں یاد میں روئی کبھی نرگس — بے ہوش ہوئی ہوش نہ دو دو پہر آیا

تو کہتی ہے صبح کنور شام برن سے — کو کامرا کلو سے ہے منہ کالا کر آیا

دل شیر ہوا میرا کہ میکے میں اب آئی — ڈولی میں سنا میں نے جو رستم نگر آیا

پریوں کا طبق چھوڑوں گی دیوانی نہ ہو جاؤں — کچھ کھوٹ ہے جو خواب میں دریا نظر آیا

یکتا نہ تھا کچا تھا وہ جن اے پری خانم — کل سر پہ چڑھا آج نگوڑا اتر آیا

اے جان کبھی تھا وہ مرے حسن کا عالم — آنکھیں تو ہرن دیکھنے - چیتا کمر آیا

---

[1] دال نہیں گلتی یعنی دخل نہیں - رسائی نہیں - دانوں نہیں چلتا [2] آنکھ لگا مردوا اس مرد کو کہتے ہیں جس سے ناجائز تعلق ہوتا ہے -

جان تک مجھ سے نہیں کرتے ہو پیاری مرزا
کس طرح بھولے مجھے یاد تمھاری مرزا

مجھ زلیخا کو خدا نے دیا تم سا یوسف
شکر ہے تم پہ میں سو جان سے واری مرزا

لاکھوں پریوں پہ شرف رکھتی ہے سچ کہتی ہو
آپ کے بوچے کی ہر ایک کہاری مرزا

کیا ہی خوش ہو کے بلائیں لیں پری خانم نے
آپ کی ڈیوڑھی پہ جب آئی سواری مرزا

ساس نندوں کی محبت کے میں قربان گئی
جاؤں میکے مجھے منگوا دو سواری مرزا

تم سلامت رہو صدقے میں تمھارے صاحب
کتنا پہنوں گی ابھی گوٹا کناری مرزا

کروٹیں بدلا میں کی نیند نہ تم بن آئی
کس مصیبت سے کٹی رات ہے ساری مرزا

باتیں رک رک کے یہ بندی سے نہ کرتے ہرگز
چاہ کچھ بھی جو تمھیں ہوتی ہماری مرزا

چلاّ باندھا ہے کہ ناڑا کھلے منت بھی بڑھے
رکھا روزہ جو دوگانا تے ہزاری مرزا

تین یا پانچ آٹھ بتاؤ یہ کسی احمق سے
چال چوسر کی میں کب تم سے ہوں ہاری مرزا

انبہ پرشاد سے اے جان جو شیرینی لائی
وہ مربے کی تو منگوا دو اچاری مرزا

نیا چلن تو اجی عمر بھر نہیں آتا
جسے میں جانتی سو وہ ہنر نہیں آتا

بخار سائے کا ہے تم کو اے پری خانم
کبھی ہے آتا کبھی بیشتر نہیں آتا

جلاؤں ایسا کہ صندل کی طرح ناک گھسے[1]
نہ آئے نس کٹا[2] جو میرے گھر نہیں آتا

بلاتا کون ہے کر مشکلی اس کا منہ کالا
ترے بلانے سے عنبر اگر نہیں آتا

نہ پھینکا ڈھیلا کھنکھارے نہ چپ چلے آئے
کسی کے گھر میں کوئی بے خطر نہیں آتا

ہماری اس کی تو منہ دیکھے کی محبت ہے
مہینوں لے بوا وہ بے خبر نہیں آتا

---

[1] ناک گھسنا یعنی منت کرنا۔ خوشامد کرنا [2] نس کٹا یعنی خواجہ سرا۔

لڑائی جھگڑا بکھیڑا کرے بلا میری رہیں وہ کسبی کے گھر مجکو شر نہیں آتا
نہ کیوں یہ خاک میں مل جائے رنگ کندن سا کسی کے ہاتھ اجی مفت زر نہیں آتا
خصم کا مال تو ہی یار کو کھلا رنڈی
ہمیں تو لاکھ کا گھر خاک کر نہیں آتا

گرگٹ کی طرح کالا کبھی لال ہو گیا غصّے سے مردوے کا عجب حال ہو گیا
نوروزی جان پورے وہ اب دن کہاں رہے بچّہ تو جنتے جنتے تمھیں سال ہو گیا
ایسی گھڑی سے سبز قدم آئی نو بہار پھولا پھلا چمن مرا پامال ہو گیا
ایسا تمانچہ مارا ہے کو کا نے آپ کے سوسن کا میری نیلا اجی گال ہو گیا
رہنے کا ساہو کاروں سے پیدا کیا چلن ہمسائی گھر ترا اجی ٹکسال ہو گیا
کیچڑ میں کوڑی دیکھیں تو دانتوں سے لیں اٹھا ایسا زمانہ اے بوا کنگال ہو گیا
جو قدر دان اپنے تھے اے جان چل بسے
جب تو ہمارا ان دنوں یہ حال ہو گیا

آرزو بندی کی خالق سے ہے اک دن میری سوت کھائے پھل تلوار کا اور پھول سونگھ ڈھال کا[1]
برفی خانم بھونک کر خالی نہ کر اپنا دماغ بے ادب لڑکا تھا کُتّا بن گیا سسرال کا
میر بحری پاس بیگم کا روپیہ بھیجئے پیسا پرسٹ میں ابھی باقی ہے اگلے سال کا
درد بچّی کو لگے۔ کیسی۔ اجی ہو بی کٹر فال کھلواتی نہیں ہو پاس کر کے مال کا
جان صاحب رات کو پھوہڑپنے سے اوڑھ کر
کیا بُرا لیکھا کیا تم نے ہماری شال کا

---

[1] ڈھال کا پھول وہ پیتل کا نشان ہے جو ڈھال پر ہوتا ہے۔ ڈھال کا پھول سونگھنا یعنی مارا جانا۔

خالی کے پھٹنے سے - وہ خالا! نہیں رہتا
درگور[1] مرے پاس رذالا نہیں رہتا

لے جامری گودی سے نہ ہنس روتا ہے بچا
اب نام خدا ہوش سنبھالا نہیں رہتا

کیا شام سے اندھیر ہے بی چاندنی خانم
سنجھ بتی[2] کے بھی وقت اجالا نہیں رہتا

اس گھر کو اجی بھاڑ سے بدتر ہوں سمجھتی
جس گھر میں گرستی کا اٹالا نہیں رہتا

کھلتی ہے جبھی ٹھوکریں کھانے کی حقیقت
سر پر جو کوئی چاہنے والا نہیں رہتا

کیا ڈرتی ہے ماموں سے محرم میں بھی رنڈی
موباف تری چوٹی میں کالا نہیں رہتا

اک پیٹ رہے ہم کو تو سو خطرے ہوں پیدا
مردوں پہ تو کوئی بھی کسالا نہیں رہتا

اے جان مرا خرچ ہے تنخواہ پہ رکھا
رنڈی سے تمہیں حیلہ حوالا نہیں رہتا

اترا ہوا ہے چہرہ کل سے کمال تیرا
جی ہے نڈھال تیرا کیا ہے یہ حال تیرا

کوٹھے پہ چڑھ کے رنڈی کرتی ہے تو جو کنگھی
میں پیچ خوب سمجھی یہ بھی ہے جال تیرا

کوئی تو آ پھنسے گا الو موا نگوڑا
ہے جال ساز بھری ہر بال بال تیرا

محبوب سن جو پایا - عاشق تھی دل کو بھایا
ٹپا کسی نے گایا آیا خیال تیرا

گئی تھی دیکھنے باجی میں سورج کنڈ کا میلا
بچی ہوں پستے پستے مردوں کا یہ ہوا ریلا

اجی پتھر پڑیں ایسی ہنسی پر بنگی خانم کی
لگا ہے او ہی کیسا آ کے میری آنکھ میں ڈھیلا

فتح خاں نام ہے اس کا وہ ہے وکھنی سواروں میں
اسی پر میں ہوں مرتی لے بوا باندھے ہے جو سیلا

مجھے کسبی سمجھ کر گھورتا ہے دیکھو میلے میں
مہینوں بائی جی لڑکا مری گودی میں جو کھیلا

---

[1] درگور ایک کلمہ ہے جو بیزاری ظاہر کرنے کو عورتیں بولتی ہیں [2] سنجھ بتی یعنی سرشام۔

سخاوت کا پتا کوسوں تک اے باجی نہیں ملتا
ہوا حاتم بھی کیا جا کے نگوڑے سوم کا چیلا

کسی نے آج کل مجھ کو دیا گر ایک بھی پیسا
میں سمجھی مارا حاتم نے یہ سر میں سوم کے ڈھیلا

ترے صدقے میں میں نے جانصاحب آج دیکھا ہے
سنا کرتی تھی اک مدت سے سورج کنڈ کا میلا

یہ دل مسوس کے چپ بھی نہیں رہا جاتا
گلہ جو کرتی ہوں چاہت کا ہے مزا جاتا

لگی ہے آگ محبت کی۔ دل میں آ کے بجھا
دوگانا جان خدا کا ہے گھر جلا جاتا

جو سنتا۔ مرتا ہے فرہاد لوگو شیریں پر
وہ بس کی گانٹھ تھا خسرو بھی زہر کھا جاتا

میں بات کرتی جو اپنوں میں تم سے اے صاحب
ذلیل ہوتی وہ بندی تمہارا کیا جاتا

وہ غمزدی ہوئی دنیا میں اے حسینی جان
کہ میرے حال کا ہے مرثیہ پڑھا جاتا

خدا دکھائے نہ پیڑو کی آنچ کا صدمہ
یہ وہ جلاپا ہے ہرگز نہیں سہا جاتا

جو فکر ہوتی ہے روٹی کی شعر کہنے میں
بڑا بھلا یونہی اے جان ہے بکا جاتا

ان کو نوروزی۔ پورا سال ہوا
تھی یہی عید جو وصال ہوا

بن گئیں کس کے غم میں تم مردہ
او ہی درگور کیا یہ حال ہوا

مجکو الفت جیا سے تھی باجی
اس کے مرنے کا غم کمال ہوا

جس نے دولت قدم۔ روپے گاڑے
مال وہ موذیوں کا مال ہوا

تو صنوبر سے دوستی کرکے
موئے شمشاد کیا نہال ہوا

ہے منافع جو مسئلے سے روا
سود کھانا بھی اب حلال ہوا

چپکے رہنے میں تھا حرام وہ کام
ایک دو بولوں سے حلال ہوا

مال تل بھرنہ جائے گا قنبر
کوئی دانا جو کوتوال ہوا
مجھ کو بھی دُھن ہے خوب لاؤں راگ
ڈومنی کا انھیں خیال ہوا

جان صاحب رہا وہ تنگ سدا
جس کو حاصل کوئی کمال ہو

میں گری تو بھی گرا۔ پانوں نہ تیرا ٹوٹا
تیرے دل کو توکل آئی مرا پہنچا ٹوٹا
تندوالوں کے محلے میں گئی تھی مصری
کھا کے ٹھوکر جو گری پانوں کا گٹا ٹوٹا
اے گل اندام یہ خوشبو جو چلی آتی ہے
شاید عطار کے کیوڑے کا قرابا ٹوٹا
کیا لوں تاوان ابینہ سے پری خانم میں
چار پیسے کا موا شیشہ تھا ٹوٹا ٹوٹا
کھاگئی بوٹ بڑا کے تو یہاں تک مارا
سر پہ باندی کے مرے پانوں کا جوتا ٹوٹا
باجی سمدھن ہے مری کرسی کی احمق سے سوا
بیٹھنے کو دیا داماد کو مونڈھا ٹوٹا

باغ کا میوہ اسے توڑ کے سب بھیج دیا
جان صاحب ہے بڑا ڈال کا آیا ٹوٹا

نہ عصمت سے یہ کام بی جان ہوگا
کسی نے کیا اس پہ بہتاں ہو گا
کہوں باجی اماں سے بر مراد ڈھونڈو
یہ مجھ سے نہ ہرگز دداجان ہو گا
نہ کر رات کو کنگھی سر میں تو اپنے
زناخی بہت دل پریشان ہو گا
تم آئی ہو گھر میں وہ آئے گا کیونکر
موا جان کے ایسا انجان ہو گا
مزا دو مری سے نہ پائے گا جس دم
مجھے چھوڑ کر تو پشیمان ہو گا

نہ ہو ناری جانصاحب پہ عاشق
ترا نام رُسوا انبی جان ہو گا

مرے آگے نہ رو رو کھڑا زناخی بار بار اپنا ۔ تری باتوں سے ہوتا ہے اری دل بے قرار اپنا
دیا پھولوں کا گہنا سوت کو یہ خار ہے مجکو ۔ نہ کیوں دس پھول سا کمھلائے اب لے نو بہار اپنا
پھنسا تا ہے یہی دل جان کے چاہت کے پھندے میں ۔ اسی کمبخت پر چلتا نہیں کچھ اختیار اپنا
رہا گلشن سے خوش کانٹے سے بدتر ہم کو وہ سمجھا ۔ کیا گلزار خاں پر دل فدا جگلو ہزار اپنا
نہ بات اس سے کرا و مصری وہ بس کی گانٹھ ہے بھڑوا ۔ نگوڑی جان کے بیری کو جانا تو نے یار اپنا
خدا نے پدمنی کو قوم میں ان کی کیا پیدا ۔ بڑا ہر ایک سے رتبہ نہ کیوں سمجھیں چمار اپنا

ارے تو جا لصاحب بک گیا کیا نوٗرپلی[1] پر
تری جوتی کرے پاؤں پہ ان کے سر نثار اپنا

دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا ۔ میں تری تو جان میرا ہو گیا
پھر گئی اک بار گی مرزا کی آنکھ ۔ دیکھنا بی او ہی یہ کیا ہو گیا
دوستی کس مردسے کی آج کل ۔ حال یہ کیا دشمنوں کا ہو گیا
مر گئی میں جیتے جی اے بگما ۔ عشق میں گھر کھوج میرا ہو گیا
کیا ہوا چل دور ہو تجھ سے موے ۔ بیاہ میرا اور ہی جا ہو گیا
بگما سچ بول تو ہے کیوں خفا ۔ کچھ تو ہے نقصان تیرا ہو گیا

کیوں نہ ہو اس روح کو اے جان چین
آئے وہ دل شاد میرا ہو گیا

جب سے سایہ ان کو جن کا ہو گیا ۔ بی پری خانم کو سودا ہو گیا
ایک نامحرم سے کنڈیا گھاٹ پر ۔ آج محرم دل کا سودا ہو گیا

---

[1] نوٗرپلی یعنی نور وپیہ ۔

خوب بھڑکایا تھا اس کو سوت نے — میں ہوئی جب گرم ٹھنڈا ہو گیا

نیک ہوں روشن تو کہتا ہے بُرا — مُنہ انھیں باتوں سے کالا ہو گیا

دیکھنا اس آنکھ مندی کی چال ڈھال — کس قدر چربانک دیدا ہو گیا

مجھ سے موتی کھو گیا گوہر کا جو — کل تھا جھوٹا آج سچّا ہو گیا

اب نظر میں ان کی میں چڑھتی نہیں — دل سے اتری جب سے چھکلا ہو گیا

میں نہ بولی اس سے دو دن ایک رات — گلبدن جس دم وہ ترچھا ہو گیا

بل بہت کرتا تھا تکلے کی طرح — ایک ہی جھٹکے میں سیدھا ہو گیا

نوح کا طوفان ہیں آنکھیں مری — جس جگہ میں روئی دریا ہو گیا

کیا کہوں سُن سُن کے باتیں ہول کی
جان صاحب مجھ کو دھڑکا ہو گیا

مرزا مزاج آپ کا جب سے بدل گیا — کس کس کا اوہی جوڑ نہیں مجھ پہ چل گیا

تف اس بہادری پہ بنا مردوا ہے کیوں — پہ چھوڑا پڑا تہ میں جتے ترا دل دہل گیا

کیس جس کے آگے باتوں میں مہرن نے گرمیاں — پتھّر کا دل بھی موم کی صورت پگھل گیا

مالن۔ ہے نوبہار بنی موتیا کا پیڑ — دانتوں سے ٹھنڈیوں کے بدن اپنا کھل گیا

خورشید کیا کہوں انھیں آنکھوں کے سامنے — گرگٹ کی طرح رنگ زمانہ بدل گیا

تصویر ان کی دیکھ کے آنسو نکل پڑا — بچہ ہی تھا کھلونے پہ آخر مچل گیا

دے دے کے جھینٹے کر گیا مفلس سٹرن کو ہائے — سقّا نگوڑا ابھی پری خانم کو جھل گیا

دائی یقین دل کو ہے گر جائے گا حمل — ننھا سا بچہ خواب میں کل پیٹ مل گیا

آنکھیں لڑائی ان سے کہاری نے بانس کھائے — اس کا بھی میرے چونڈے پہ ڈولا اُچھل گیا

دیوانی بن گئی تھی میں پریوں کی کھوٹ سے — چھوڑا طبق ہے جب سے مرا دل سنبھل گیا

کرتی ہے چوٹی کنگھی بڑھاپے میں بیگما — رسّی زناخی جل گئی لیکن نہ بل گیا

اے جان ایسا چھاتی سے لپٹایا بھینچ کر
انگیا کا میری سارا مسالا مسل گیا

گھوڑی حمایتی نے عراقی کے ماری لات[1] — سچ ہے مری زباں سے یہ ہاں نکل گیا

منہ زور سب ہیں جتنی ہیں نخاس والیاں — ان کا بدی میں نام ہی جنیاں نکل گیا

بے تے کی مولوی نے فضیلت کی لاگ سے — دق ہو کے مدرسے سے الف خاں نکل گیا

جوتی سے کوڑا ایک قدم پر کریں گے وہ — اپنا تو پاؤں پیچ سے گوئیاں نکل گیا

کل کانپور ناک کریا کی کاٹ کے — لڑکا بغل میں لے کے گلستاں نکل گیا

کوڑی نہ خرچی۔ کہتی ہیں چکلے کی کسبیاں
کیا مفت جان گھور کے پریاں نکل گیا

لے کے دل ہو گیا بیگانہ۔ نہ اپنا نکلا — جس سے کی دوستی دشمن ہی نگوڑا نکلا

باجی دن رات کا پھر وہ ہی بکھیڑا نکلا — کوئی گل پھولے گا پھر سوت کا چرچا نکلا

رات کو جا کے سلیماں سے کھلوائی تھی فال — جن کا لوگو پری خانم پہ ہے سایا نکلا

بھوں میں تل ہے مری مہتاب کے پھبتی میں کہوں — چاند کے پیٹ میں خورشید کا تارا نکلا

یار کے واسطے بی جان خصم کو چھوڑا — تو کھرا سمجھی تھی وہ اس سے بھی کھوٹا نکلا

روئی بچپن میں میں جب سنتی ہوں طوفاں آیا — ایڑیاں ہٹ سے جہاں رگڑی ہیں چشمہ نکلا

مر گئی سوت مگر غم نہیں بھولا مجھ کو
جانصاحب نہ کبھی دل سے یہ کانٹا نکلا

---

[1] حمایتی کی گھوڑی عراقی کو لات مارے یعنے حمایت سے حوصلہ بلند ہو جاتا ہے۔

سرکار میں تجھے تو ارے کام ہوگیا ۔ پاپوش سے تری جو مرا کام ہوگیا

بیگم نے ٹھنڈی سانسیں بھریں کس کے واسطے
خسخانے سے سوا جو یہ حمام ہوگیا

کیوں لونڈی اس کی ہوں نہ زلیخا کی طرح سے
یوسف مرا غلام ہے بے دام ہوگیا

دولھا نے جب دولھن کو زنانخی کیا سوار
ہمجولیوں کے رونے سے کہرام ہوگیا

رنڈی نہ کربلا میں کوئی جائے اے بوا
حاکم کا لکھنؤ کے یہ احکام ہوگیا

گڑیا سنوار دوں گی اری بھیک مانگ کے
مشاطہ کہ ادھر تو سرانجام ہوگیا

جمشید کا میں توڑ کے سر لوں گی دیکھنا
غائب جہاں نما یہ مرا جام ہوگیا

مالن پہن کے آئی ہے تو دیکھ نو بہار
ستا گزی کے مول سے پھولام ہوگیا

تیری جدائی جان کے جانی نے جان دی
شادی کا نام موت کا پیغام ہوگیا

جانصاحب آکے دل مجھ پر ترا کیا پھر گیا
او ہی کیا تقدیر بگڑی بن کے سودا پھر گیا

بن کے بگڑی بات کیا قسمت ہے تارا جان کی
چاند سا بر آکے دروازے پہ کیسا پھر گیا

بے بلائے مردوئے کے گھر میں پھر دوڑی گئی
بے حیا ہے لے کے دل مجکو نگوڑا پھر گیا

گو نباتی جان میٹھی گالیاں بچے کی ہیں
کھاتے کھاتے یہ مٹھائی۔ جی ہمارا پھر گیا

کل جو عیدی آئی لاڈو جان کی سسرال سے
رکھ لیا باجی نے کیا مشاطہ اور کیا پھر گیا

دے کے دل میں جانصاحب کو نہیں رسوا ہوئی
گھر محبت کا بکا لوگو ڈھنڈورا پھر گیا

ہوئے جڑواں جو دوگانا کے نواسے پیدا
گدڑے کیا جیتے ہوئے تھے وہ زرا سے پیدا

اس کے قربان جو دو آنکھوں سے چار آنکھیں دیں
کرتی مضمون ہوں آ تو کی دعا سے پیدا

پیسے والی ہے بنی گوڑیا خانم اب تو | کیا ہی چرخا[1] نے کیا مال دغا سے پیدا
بیچیرے والے پہ نہ یہ بادھنو باندھے نرگس | اور دو روگ ہوئے اس کی دوا سے پیدا
صدقے خالق کے بوا کیا نہیں خالق نے کیا | خاک سے آگ سے پانی سے ہوا سے پیدا
ڈرنہ خیرن سے۔ ہے دیوانی پری خانم تو | ایسے شر ہوتے رہیں تیری بلا سے پیدا
نہ ڈرو نانی کے مردے سے بوا دیکھو ہوئے | بیٹے اور پوتے نواسوں کے کوا سے پیدا

دل تجھے کیا دیا اے جان مرے دشمنوں کے
روز ہوتے ہیں نئے خون کے پیا سے پیدا

ہلکا نہیں ہے بھاری یہ ہے ٹیم ٹام کا | جوڑا بری میں آیا بڑی دھوم دھام کا
کیا ہو گا خیر شر کریں مجھ سے دوگانا جان | اس سے[2] مرے جواب نہ دیں وہ سلام کا
نکلی ہے کھوٹ شیخ کی گر فال میں بوا | چھلا اُٹھا و دھو کے بی آسا کے نام کا
لگتی نہیں زبان ہی تالو سے ایک دم | بکنّی موا رونا نہیں ہے یہ کام کا

اے جانصاحب آپ کو کہتی نہیں ہوں کچھ
رسوائیوں کا پاس ہے اور اپنے نام کا

اندھاپن ہین کے مرا ہار کر دیا | گوہر نے ہار موتیوں کا ہار کر دیا
ہرنی کے اندھے ہونے پہ ایسی دکھائی آنکھ | نرگس کو میری آپ نے بیمار کر دیا
پرہیز اپنا او ہی بنفشہ نے توڑ کے | دو پیسے بھر کا سیر بھر آزار کر دیا
گھورا مجھے جن آنکھوں سے دیدوہ ہوں بٹم | کل جبھیوں نے ہونس کے بیمار کر دیا
تم ایسے جیتے ہو سنو اے میاں بہار | جو جیتے لے لیا نہ کبھی ہار کر دیا

---

[1] چرخا بوڑھی عورت کو کہتی ہیں [2] اس سے مرے یعنی ٹھینگے سے مرے۔

میں اس کی پھر یہ اس کا ہوا سب کے سامنے
لکھ پڑھ دیا زبانی بھی اقرار کر دیا

روپا نے اپنے مال کا بھڑوے سنار کو
سنتی ہوں رتی رتی کا مختار کر دیا

چھلا جڑاؤ سونے کا دولھا کے سامنے
میں نے دلہن پہ ڈومنی کو وار کر دیا

بنّو کی بات غیر سے کرنے کی میں نہیں
سو بار میں نے آپ سے انکار کر دیا

مرزا مقیم سیکڑوں آتے ہیں جوہری
گوہر نے گھر کو جوہری بازار کر دیا

باتیں تمہاری جورو کی چھریوں سے کم نہیں
اے بیٹا ایسا جورو کو خونخوار کر دیا

دولھا بنائے رکھتی میں اے جان آپ کو
بندی کو مفلسی نے ہے لاچار کر دیا

مینہ کا برسنا اور وہ پینا شراب کا
تھا کیا ہی عیش باغ میں جلسا شراب کا

دیوانی ہو گئی پری خانم ہے آج کل
سر پر چڑھا ہے رنڈی کے سودا شراب کا

وہ پینے والی ہوں نہ کبھی میرا دل بھرے
پانی کی جا اگر بہے دریا شراب کا

گھٹی میں میری دائی نے کیا ڈال دی شراب
آتے ہی ہوش پینا خوش آیا شراب کا

مشہور سب میں ہو چکی میں دائم الخمر
چھوٹے گا منہ سے اب نہ پیالا شراب کا

گوندھی گئی تھی خاک مری کیا شراب میں
متوالی کیسی بن گئی پتلا شراب کا

ہوتا ہے دل کباب بس اے جان چپ رہو
میں کب سے سن رہی ہوں یہ جھگڑا شراب کا

پڑی ہیں سر میں جوئیں اب ایسی کہ زچ ہے جینے سے دل ہمارا
ممانی اماں میں سر میں ڈالوں منگا دو تھوڑا سا مجھ کو پارا
کبھی نہ بھولوں بھی آ کے پوچھا کہ تیرے جیوڑے کا حال کیا ہے

یہی تھے اقرار تونے جس دم کنوار چھپس تھا مرا اُتارا

تمانچے کھائے ہیں میں نے ناحق بلا کے خانم کو اپنے گھر میں

مجھے تو اماں نے پھول کی بھی چھڑی سے اب تک نہیں تھا مارا

کہے میں دیتی ہوں لاڈو خانم قسم خدا کی یہ دیکھ لینا

نکال لوں گی میں دونوں دیدے کیا کسی سے جواب اشارا

کئے ہیں فاقے نگوڑے اتنے کہ جان تن میں نہیں ہے باقی

نباہوں تجھ سے بھلا میں کیونکر نہ ہووے روٹی کا جب سہارا

یہ جتنیاں ہیں تماش بینیں نہیں زیارت سے کام ان کو

یہی ہے مطلب کہ جائیں درگاہ مردوں کا کریں نظارا

زمیں پہ کس طرح پاؤں رکھے دماغ اس کا ہے آسماں پر

گئی ہے بیاہی وہ چاند خاں سے نہ چمکے مہرن کا کیوں ستارا

میں پاس بیٹھی تھی دولھا بھیّا کے گروہ سنتے تو ہوتی آفت

کیا غضب کیا یہ تم نے مرزا جو نام لے کر مرا پکارا

رہوں گی میکے میں اپنے جا کر سواری منگوا دو مجکو صاحب

یہ ساس نندوں کی بولی ٹھولی کروں میں کب تک بھلا گوارا

لگی ہوئی ہو جتاؤ میں تم دوگانا جنیاں یہ کیا غضب ہے

سواری دولھا کی آگے اتری دلہن کو اب تک نہیں سنوارا

تری جو جورو ہے سہرے جلوے کی اُس پہ جا کر یہ قُرق کر تو

ملیں گے جا کر اسی سے ہم تو جسے کہ چاہے گا دل ہمارا

بڑی خوشی سے وہ چھوٹی پوتی کا اپنی تم سے نکاح کرتیں
قسم ہے اس سر کی جان صاحب نہ آیا بیگم کو استخارا

کھانا چرا کے خوب نہیں ماں سے پان کا — منہ کی کہیں کھلائے نہ چسکا زبان کا
چوری لگا نہ جوہری چھتّی کے یار کو — دُردانہ موتی لے گئی گوہر کے کان کا
بیڑا تو بی اُٹھلیا خدا سرخرو کرے — سرسبز ہوں پتا جو لگے خاصدان کا
صرفہ نہ کر نواڑ کا غارت نہ کر جہیز — پاپی بھی دے پلنگ نہ بیٹی کو بان کا
مستانیوں کے کیوں نہ کریں تجھ پہ میل دل
اے جان تو ہے مردوں میں ہاتھی نشان کا

چھوٹے دیور سے مرے پردا کیا — باجی صاحب او ہی تم نے کیا کیا
کس سے میں نے آپکا شکوا کیا — جو کیا صاحب نے وہ اچھا کیا
مردوئے کہتا ہے میں نے کیا کیا — تو نے بس بو یا یہ شر پیدا کیا
پیٹ سے اچھے نکالے تو نے پاؤں — ایک گھر سے دوسرا پیدا کیا
کل گئے دن کے دکھائی شکل آج — اپنا کہنا تم نے اے ھرزا کیا
میں تو تڑپی تم نہ آئے رات بھر — یہ کہاں کا آپ نے نخرا کیا
آنا جانا میرے گھر کا چھوڑ دو — تم نے رنڈی کی بہت اچھا کیا
ایک تم نے کی۔ تو میں نے دو کئے — یہ تو بولو او ہی میرا کیا کیا
پھر اجی تم سوت کے جاتے ہو گھر
جان صاحب ربط پھر پیدا کیا

اے اُبخل۔

عشق جس دن سے کیا۔ کیا کہوں کیا کیا بھولا
غیر کی یاد میں سارا ابے مجھے کنبا بھولا

بیاہ ہوتے ہی دلھن جان کو میکا بھولا
چین سسرال میں پائے اجی بھولا بھولا

تم کو ماں باپ کا حق جان کے بیٹا بھولا
ایسے جورو کے ہوئے خوف خدا کا بھولا

دیکھ کے ایسی ہوئی آپ پہ عاشق مرزا
اپنا سب بھان متی کو بھی تماشا بھولا

سچ ہے بی نوج مرے کوئی کسی کے اوپر
یاد رونا رہا گھر بار کا دھندھا بھولا

کھیر الکڑی کیا بچوں کو مرے بھابی نے
ان کا وہ کوسنا اب تک نہیں بھیا بھولا

صدقے میں یاد رہے غیروں کی عیدی بانٹی
جان صاحب ہی کا حق آپ کو مرزا بھولا

چھوڑ کر اوہی خصم تم پہ تو انگر اپنا
کنگلی بن بیٹھی ہوں گھر بار لٹا کر اپنا

کھوجڑے پیٹیا کسی طور نکلتا ہی نہیں
غم موا سمجھا ہے کیا دل کو مرے گھر اپنا

کس کو سمجھاؤں خرابی ہے مری دونوں طرح
بھائی پر زور ہے چلتا نہ خصم پر اپنا

تیرے کہنے سے تو آزاد کیا اے شمشاد
منہ دکھائے نہ مجھے پھر یہ صنوبر اپنا

جان صاحب کی جدائی سے پریشاں ہے یہ
دل نگوڑا کہیں لگتا ہے نہ دم بھر اپنا

اے بوا پتھر کا دل ہے اس موئے بے پیر کا
تھا نکھٹو گھر میں خالق کے مری تقدیر کا

کیا کیا ہے دھوپ میں باندی نے سر اپنا سفید
آج تک آیا نہ شیریں کو پکانا کھیر کا

اشرفی خانم کی چوری لے پری خانم کھلی
ہے بنایا توڑ کے توڑا مری زنجیر کا

بیچ کھوٹے ٹھہریں بٹا نہیں لگنے کا کچھ
ہے اگر کندن کھرا سونا تری زنجیر کا

لے کھیر الکڑی کرنا یعنی کوسنا۔

سچ کہا مہرن نے یہ روشن ہے تاروں سے سوا
ہر ستارہ چاندنی خانم مری زنجیر کا
اے نگوڑی کیا پھرے گی ہو کے تو ننگے گلے
بن نہ سودائی اری سودا نہ کر زنجیر کا

جان صاحب سامنے مانی کے کیوں ہونے لگی
کھینچ لے نقشہ خیالی وہ مری تصویر کا

پیسا تھا پاس رہتے تھے ہر آن آشنا
یا دور دور کرتے ہیں اے جان آشنا
ایسا لہو زمانے کا اب ہو گیا سپید
دشمن ہوئے ہیں جو تھے مری جان آشنا
دیکھوں گی بے قرار ہوں مرتی ہوں سچ یہ ہے
آنکھیں ہیں دل ہے جان ہے ایمان آشنا
قالب ہوں جس کے دو اجی اور جان ایک ہو
وہ آشنا یہ ہوتے ہیں قربان آشنا

اے جان عاشقانہ کہو طور[1] کی طرح
ہیں جن محاوروں سے مرے کان آشنا

کرتا رہا وعدہ تو یوں ہی دھوکے دھڑی کا
مانوں گی میں اقرار نہ اب ایک گھڑی کا
منہ کالا کرے کون لگا اس کو ہے بڑھ کیس
سر ہلتا ہے پر شوق ہے مسّی کی دھڑی کا
بیگن سے سوا ہونٹھ ہیں اودے ترے سوسن
کیا رنگ دھواں دھار ہے مسّی کی دھڑی کا
ہو خیر دلہن دولھا کی ماتھا[2] مرا ٹھنکا
اچھا نہیں بی ٹوٹنا سہرے کی لڑی کا
میں بیٹیوں بدی سے جو کوئی ہاتھ اٹھائے
کب نیل پڑا چوتھی میں پھولوں کی چھڑی کا
آ بیٹھنا ہے تم کو تو آ بیٹھو زنا خی
حجت نہ کرو کام ہے دو چار گھڑی کا
چھوٹی مری کھائے گی ہرے پان کا بیڑا
مجھلی کا نہ سنجھلی کا نہ ہے بیاہ بڑی کا
گوہر جو بندھا آنسوؤں کا تار نہ ٹوٹا
عالم مرے رونے میں ہے ساون کی جھڑی کا

---

[1] طور ایک شاعر کا نام [2] ماتھا ٹھنکنا یعنے کسی ہونے والی بری بات کے آثار ظاہر ہونا۔

کوٹھے میں رہو آکے یہ دالان کرو ترک   بی بولنا منحوس ہے اس چھت کی کڑی کا

یہ قول ہے مردوں کا خدا پر ہے اے جان
تعویذ کا قائل ہو نہ بوٹی نہ جڑی کا

میں او ہی گلا کیا کروں ہر بار تمھارا   بے درد ہو بس دیکھ لیا پیار تمھارا

ہاں اور نہیں چور ہے زنہار تمھارا   گوہر نے لیا موتیوں کا ہار تمھارا

دریا میں محبت کے سدا کھائے ہیں غوطے   خضر و کبھی بیڑا نہ ہوا پار تمھار

لو بہن کے نوچندی میں مہتاب کو گھورو   مہرن نے کیا جوڑا ہے تیار تمھارا

ٹوٹا جو ہوا ہے تو میں کردوں گی سفارش   گھبرایا ہے بے فائدہ پھر یار تمھارا

کیوں پاؤں پہ سر رکھتے ہو تم ہاتھ نہ جوڑو   کولا[1] اجی کیا کاٹے گی سرکار تمھارا

دل لے کے ہوئے جان مری جاں کے دشمن
لو کھاؤ قسم تھا۔ یہی اقرار تمھارا

دکھ میں نے بھرے بھابھی کو سکھیاں ہوا   میرے سر ڈھکنے سے بھیا کو بھی روماں[2] ہوا

مجھ سے تم کڑوی نہ ہو ڈالو نہ تم نیم کے پھول   جال کرتی کا مری جان کو جنجال ہوا

ناک کٹوا کے میں منڈواؤں گی بی سوت کا سر   دشمنوں کا مرے ٹیڑھا اگر اک بال ہوا

خاک میں مل گئی جل جل کے سُنا مہر نسا   سوت نوروزی کو پورا نہ اجی سال ہوا

راگ لائی ہے صنوبر مجھے آزاد کرو   آشنا حال میں باندی کا جو قوال ہوا

ہوگئی گور کے مردے سے ہوں بدتر بنّو
جان صاحب کی جدائی سے عجب حال ہوا

---

[1] کولا کاٹنا یعنے سزا دینا۔ صدمہ پہنچانا [2] روماں ہونا کنایتہً خلعت میں رومال ملنا۔

نامرد ہے نہ جورو سے اب تک خبر ہوا — قربان اس حیا کے بوا سال بھر ہوا

گھسواؤں اس موے کو بھی عنبر کے ہاتھ سے — صندل بھی سیدھی باتوں سے ٹیڑھا اگر ہوا

ہمسائی روز بجتی ہے تھپڑی میں کیا کروں — بھٹیار خانے سے بھی سوا میرا گھر ہوا

ہو باندی بچہ بی بی مشجر پہناتا ہے — قسمت سے ہے نصیب نبختی کو بر ہوا

ہو جاتا خون مردوں کا رنڈی خدا سے ڈر — کچھ خیر تھی اسی میں زیادہ نہ شر ہوا

سولہ روپے کے واسطے ٹکسال ہے چڑھی — عزت سے پیارا اشرفی خانم کو زر ہوا

پردیسی جانتی تو میں کرتی نہ چاند خاں — ہے کس مہینے بیں نہیں تم کو سفر ہوا

اے جان تو جہاں رہا ایسا ہے سورما
مشہور وہ محلہ بھی رستم نگر ہوا

بے نقط

کس کا ہوا اور کس کا ہو گا — کس کس کا گھر گھالا ہو گا

کوکا کو گر رکھا ہو گا — لڑکا گھر گھر رسوا ہو گا

رکھا سارا مال رہا لو — مردوا آ کر کودا ہو گا

حال ہوا معلوم محل کا — عمدہ اس کا لگا ہو گا

دور کر آ۔ او ماما کلو — کوسا ہو گا کوسا ہو گا

سوکھا ساکھا گورا گورا — کملو کا گھر والا ہو گا

جان کا گر۔ گمراہ ہوا دل
روح کو ہمدم۔ صدما ہو گا

بچی جو موتی میری۔ داماد بہت رویا — مرنے پہ کھلی الفت ناشاد بہت رویا

لو سوت کے کہنے سے چھریاں تو مرے بھونکیں　　کس واسطے پھر بھڑوا جلاد بہت رویا
میں نے جو کیا لو گو آزاد صنوبر کو　　کچھ پانی تو مرتا تھا شمشاد بہت رویا
سب ہنستے تھے سیفو کو جس وقت کھلے جوہر　　اک اس کی حماقت پر فولاد بہت رویا

دل میں مرے بجے کے اے جان یہ کیا آئی
روتے جو مجھے دیکھا امداد بہت رویا

کھلا جنگل میں آکے حال ان چڑیوں کی چوں چوں کا
ہر اک عاشق کو دیتی ہیں یہ پرسا اپنے مجنوں کا
اجی کس پیار سے خانے میں مادہ کو بلاتا ہے
تماشا دیکھو بھورے خاں کبوتر کی تو غوں غوں کا
نہ کیوں دھک سے کلیجہ ہو کہ کنگھی روز کرتی ہوں
مری تو مانگ میں نل ہے تمھیں دھوکا ہوا جوں کا
دھرا رہتا ہے گھر میں اور کسی کو تو نہیں دیتا
ترا دیوان ہے اے جان صاحب گنج قاروں کا

جو دل میں ہو جو روسے وہ تدبیر نہ کہنا　　پائے گا خطا او موے بے پیر نہ کہنا
صندل کو گھسا میں نے تو بو اس کی نہ چھوٹے　　عنبر سے مرا حال ملاگیر نہ کہنا
بی جان کوئی سوت کو ہشیار ہے کرتا　　ٹھہرائی جو ہو اس سے وہ تدبیر نہ کہنا
مصری اجی لائی ہے مزا چکھ کے تو سمجھو　　بیجوں کی رساول ہے اسے کھیر نہ کہنا
سید کی جہاں گائے ہو یا شیخ کا بکرا　　ٹھنکار ا سمجھنا اسے تم پیر نہ کہنا
ہے چاند سے وہ چند کہیں جان کی صورت　　واری اسے اس کی کہیں تصویر نہ کہنا

مرزا تراب خیر ہے کہتے ہو کیا کیا ‏ ‏ گھر خاک میں ملایا مثل ہے ہوا کیا

اول خصم ہی کرنا نہ تھا۔ گر کیا کیا ‏ ‏ کر کے جو رنڈی چھوڑ دیا۔ یہ بُرا کیا

اس سر کی ہے قسم ہوا چھوٹا جو میرا پیر ‏ ‏ مجھ پر نگوڑی سوت نے کچھ ٹوٹکا کیا

راحت تو دل کی ہو گئی گیا رنج روز کا ‏ ‏ پہ چھوڑا موئے بُرے کو زناخی بھلا کیا

بیٹی پتنگ باز کی ہوں کاٹ دوں ابھی ‏ ‏ گو پیچ ڈور والے نے مجھ سے نیا کیا

دم ہوش[1] شمع والی یہ پروانہ تم رہے ‏ ‏ جب تک رہی جوان مرا دل جلا کیا

لعنت تمہارے دل کو نہ تم آئے آئے ہم
اے جان خوف اپنی نہیں جاں کا کیا

ہمزہ سے بھی ذہین ہے بیٹا کریم کا ‏ ‏ سیپارہ پڑھ چکا یہ الف لام میم کا

حافظ کی بیٹی ناظرہ کیا ہی۔ غلط پڑھی ‏ ‏ سورہ دوگانا کل جو سنا حا میم کا

ہے ڈیل کا نہ بالوں کا ان کے نہ منہ کا وصف ‏ ‏ لکھتی ہوں ترجمہ یہ الف لام میم کا

ویدا ہے تیرا کھیل میں پڑھتی ہے کس لئے ‏ ‏ پہنچانتی اری نہیں شوشہ بھی میم کا

ہیں پھول نو بہار کے گر باغ میں نسیم ‏ ‏ سیپارہ تم بھی پڑھو الف لام میم کا

بکری کی طرح میمے لگی کرنے سب ہنسے ‏ ‏ صاحب کی میم نام جو کل بھولی میم کا

اے جان تیرا مُنہ یہ مجھے ہے جو تو کہے
سو بار قافیہ میں کہوں ایک میم کا

پروانہ لاکھ لائے وہ مرزا اثیم کا ‏ ‏ لوں گی کبھی نہ مول جواہر یتیم کا

اک ایک نقطے پر اجی لڑتے ہیں مردوئے ‏ ‏ محفل مشاعرہ کی اکھاڑا ہے بھیم کا

---

[1] دم ہوش یعنی جان و دل سے۔

بابا مرض نہ کھوئی مری بگیا کی جان ‏ ‏ غارت ہو دائی نکلے جنازہ حکیم کا

گلشن کی تو روش نہ مرے دل کو خار ہے ‏ ‏ پھولے گا گل بہار نہ دم بھر[1] نسیم کا

بی بی بنی۔ نہ جائے گی باندی پنے کی بو ‏ ‏ کیا ہو منڈھے جو بادلے سے پیڑ نیم کا

گلشن کی طرح پھولوں سماتی نہیں ہے یہ ‏ ‏ ہے پیٹ نو بہار کو شاید نسیم کا

اے جان ذکر آیا ہے تیسوں کلام میں

سنتی ہوں میں مسیح کا حضرت کلیم کا

لچھمی پہ چار پیسے جو کوئی لگائے گا ‏ ‏ کیونکر نہ فرق کوڑیا خانم بٹھائے گا

دل لے کے رنج دے گا سراسر کسی کو جو ‏ ‏ بی اپنے دیدے گھٹنے کے آگے وہ پائے گا

اک دم نہ یاد بھولوں گی مرزا تراب کی ‏ ‏ گوئیاں یہ عشق خاک میں مجکو ملائے گا

مٹی خراب ہو گی نہ آوں گی ہاتھ میں ‏ ‏ مردہ اسی فراق میں تکیے کو جائے گا

بے علم ہو کے چاہے گا جو سرخرو ہوں میں

اے جان فاضلوں میں وہی منہ کی کھائے گا

یہ بدگمان ہے دل اس نگوڑے نٹ کھٹ کا ‏ ‏ لگایا میں نے جو سرمہ موئے کا دل کھٹکا

بڑھا جو باجی نہ پھر دانیال آپھٹکا ‏ ‏ کہ جس کی ماں نے سدا غلہ میرے گھر پھٹکا

یہ رنگ ہے مرے شمشاد کی اجی ہٹ کا ‏ ‏ قدم نہ باغ میں رکھا ہزار سر پٹکا

نہ آئے پاؤں پڑے لاکھ سب نے سر پٹکا ‏ ‏ نکاح بندھنے کو بھیجا کٹارا اور ٹیکا

چلن رہا نہیں دنیا میں اے زناخی جان ‏ ‏ کھجوری[2] چوٹی فتح پیچ[3] کی گوندھاوٹ کا

---

[1] دم بھرنا۔ تعریف کرنا [2] کھجوری چوٹی ایک قسم کی لہردار مضبوط گندھی ہوئی چوٹی ہوتی ہے

[3] فتح پیچ۔ عورتوں کی چوٹی کے گندھے ہوئے بال کے ایک پیچ کا نام۔

جوان لڑکیاں مرتی ہیں ڈھیلے پاینچوں پر
ہے شوق بڑھیوں کو اب میانی کی کساوٹ کا

وبال جان تجھے ہوگی اپنی اے باندی
جو بال کنگھی سے ٹوٹا اجی مری لٹ کا

ہوئے پہنا جو مالن کو بازو بند نصیب
یہ نوبہار تصدق ہے میری چوکھٹ کا

دھوئیں ہوا ابھی سوسن کے پھول اُڑ جائیں
وہ رنگ ہے مری مسی کی بھی اوداہٹ کا

خبر نہ لی مری رکھوا کے پیٹ بھڑوے نے
الٰہی اُس کو بھی آزار ہووے بروٹ کا

یہ آئینہ ہے وہ فانوس باجی کب دیتی
چراغ دان بھونے دیا نہ گھونگھٹ[1] کا

یہ لونڈا جان تلابازیاں جو کھاتا ہے
کبوتری کا جنا ہے ویا کسی ٹٹ کا

ردیف ب

میاں سے باہر ہیں اندر کچھ نہیں اسباب اب
اک مرے قبضے میں ہے شمشیر خاں کی ڈاب اب

کانپتی ہیں ڈر سے گایوں کی طرح سب رنڈیاں
صدر کا حاکم ہوا وہ مردوا قصاب اب

کیوں سدا جاگوں نہ شب کو نیند غم سے اُڑ گئی
میری ضد سے سوت کو پہنائیں گے کمخواب اب

ایسی بہیا آئی اے مہتاب خسرو سے سُنا
ل گیا دریا میں سورج کنڈ کا تالاب اب

دور ہو یرقان نرگس کا بنفشہ کا بخار
ایک کو بنّو عمل دو ایک کو جلاب اب

ان کا مطلب رات کو مجھ سے جدا رہنے کا تھا
سمجھی اے خورشید وہ ہیں پائتے سرخاب اب

مولوی یوسف زلیخا میری لے پالک جو ہے
اُس کو وہ تعویذ لکھ دو ہو نہیں بدخواب اب

زہر شیریں نے ہے کھانے میں ملایا دیکھ لو
چینی خانے سے منگا کے باجی سچی قاب اب

اُڑ گئے ہیں ہوش مرزا کی جدائی سے مرے
جان صاحب دل ہے پارے کی طرح بیتاب اب

---

[1] گھونگھٹ کا چراغدان ایک قسم کا چراغدان ہوتا ہے۔

یہ نہیں خورشید کے چشمے میں آب وتاب اب — چاند خاں جو ہے حسین آباد کا نالاب اب
نو کھنڈا بارہ دری ہے عرش کرسی سے سوا — بُرج ایسے ہوں گے گردوں پر لے مہتاب اب
حور ہیں بھٹیاریاں غلماں مسافر ہیں بوا — نہ دیکھی دنیا کی سرا میں ہے سرانایاب اب
باغ تو جنت ہے اور رضواں مرے چھوٹے میاں — حضرو کوثر ہے حسین آباد کا نالاب اب

جانصاحب حشر تک آباد یہ رستہ رہے
اور ملکوں میں تو ہے ایسی سڑک نایاب اب

غیبت کی۔ اوہی۔ یہ کیا شیطان کیا غضب — ٹوٹے گا تیرے جنڈڑے[1] پر اللہ کا غضب
کیونکر نواب خاں کے نہ گھر جاؤں لے نسیم — اڑتی ہے خاک جلتی ہے کیسی ہوا غضب

اڑتے ہیں میرے ہوش چھلاوا تو یہ نہیں
مینا تمھاری کرنی ہے باتیں بوا غضب

کورے بچو گے تم مجھے کر کے میاں خراب — پکڑوں گی جب کمر تو بہت ہو گے ہاں خراب
مفلس ہے تو وہ اشرفی خانم کی جائی ہے — پیسے کی کیا روپئے کی کرے کوڑیاں خراب

ماں باپ کا لحاظ تو دل سے اُٹھا دیا
اے باجی آج کل کی ہیں سب لڑکیاں خراب

ردیف ت

خدا نے دی ہے بی۔ نامِ خدا کس شان کی صورت — خدا شاہد ہے لکھنؤ میں اک سنڈی جان کی صورت
مری مینا تو اے جنگلو تھی اک انسان کی صورت — لگا کے دل بنی انسان سے حیوان کی صورت
وہ دل ہی اور تھا پروانہ تھی جب شمع والے پر — پڑھوں لاحول اب دیکھوں جو اس شیطان کی صورت

[1] جنڈڑی تصغیر ہے لفظ جان کی۔

جوے میں بیل ہارا رتھ مری جھگڑے میں چھوڑ آیا
قدیمی فیض آبادی ہے گاڑی بان کی صورت

وہ سونا پھٹ پڑے جس سے کہ ٹوٹے کان اے گوہر
بہن کے بالیاں کندن نے کی کیا کان کی صورت

بوا وہ جانور جب سے پھنسا پارے کی کسبی سے
جلی ہوں یہ محبت اڑ گئی اوسان کی صورت

ہنسی اچھی نہیں مسین منہ پر تھوک دینے کی
ادب لازم ہے چہرے کا میاں قرآن کی صورت

وکیونکر آنسوؤں سے بہ رہیں پلکیں مری بھیگی
سدا پانی میں رہتا کھیت ہے یہ دھان کی صورت

موے وحشی بنایا آکے اس جنگل میں گھر تو نے
جہاں کوسوں نظر آتی نہیں انسان کی صورت

مجھے اس نس کٹے کے ہاتھ سے یہ رنج پہنچا ہے
کبھی دیکھوں شہ مونگا اس موئے مرجان کی صورت

مرے نواب سے لالن کا اپنی سر وہ ڈھکوائیں
یہ ہے اک سرخرو ہونے کی مونگا جان کی صورت

مجھے نفرت ہے صورت سے نگوڑے جانصاحب کی
وہ اس کی شکل کیا ہے اے بوا قربان کی صورت

ہے دوالی سے سوا آج کا دن آج کی رات
گھر سے نکلو نہ ذرا آج کا دن آج کی رات

اے میاں ناچ نہ موقوف ہو سارے مہماں
دیکھ لیں اور مزا آج کا دن آج کی رات

قد نظر آتا ہے بوٹا سا مجھے چاند سی شکل
ہے قیامت سے سوا آج کا دن آج کی رات

صبح کو دیکھا ہے منہ شام برن کا میں نے
خیر سے کاٹے خدا آج کا دن آج کی رات

بیاہ کے لائی ہو۔ نیگ جو دوں تھوڑا ہے
کس خوشی کا ہے دوا آج کا دن آج کی رات

تیسرے دن نہیں جاتے ہیں کسی کے گھر سے
اور رہ جاؤ بوا آج کا دن آج کی رات

جان کی خیر ہو صدقہ اجی کچھ دے ڈالو
جان تم پر ہے کڑا آج کا دن آج کی رات

کہہ دی مہتاب نے مہرن سے ملاقات کی بات
پیٹ کی ہلکی ہے اک دن نہ پچی رات کی بات

آپ کے دم میں جو آجاتی ہوں میں بھولی ہوں
گھاتیئے تم ہو تمھیں سوجھتی ہے گھات کی بات

نیک بختی میں لگے اشرفی خانم بٹّا
کہ کے ٹکسال چڑھوں اُس موے بدذات کی بات

سمجھو مطلب تو ذرا کیا کہا سمدھن نے مری
طعن کی طعن ہے یہ اور اجی بات کی بات

بجلیاں مانگ کے رلواؤگے پھر بادل خاں
یاد ہے بھولی نہیں اگلی میں برسات کی بات

بی دوگانا سُنا ایمان ہے جاتا اس میں
بول اُٹھا نہ کرو واہی خرافات کی بات

ایک دن کا جو ہو مہمان تو کیجے خاطر
روز کی کس کو خوش آتی ہے مدارات کی بات

بات بھی اپنی گئی اور نہ چڑھا داؤں یہ وہ
جانصاحب نے بڑی چال سے یہ مات کی بات

ردیف ث

میں گلہ کرتی نہیں کرتی ہو تم شکوا عبث
آج دفتر پچھلی باتوں کا ہوا کھولا عبث

آبرو ملّاح نے لی باڑھ دے کر گھاٹ پر
ہو گا کیا خضرو چلی ہے ڈوبنے دریا عبث

گربہ کشتن روز اوّل مردوں کی ہے مثل
قرق[1] تم جورو پہ اب کرتے ہو اے بیٹا عبث

دو روپے بھی گر نہیں تھے پاس دینے کے لئے
اشرفی خانم بہو کا تو نے منہ دیکھا عبث

ہو تو کچھ سکتا نہیں منہ سے مٹاتے ہیں ہوس
کرتے ہیں نام و بنّو عشق کا چرچا عبث

پھر چلے گی چوٹ مہرن سے ستارا جان اب
چاند خاں گھر میں مرے مہتاب کو لایا عبث

ٹیڑھے ہوتے ہو جو سیدھی بات پر تو خوش رہو
میں نے منگوایا تھا آڑا لائے ہو ترچھا عبث

پائجامے پر کرن کے کیا کھلے اس کی بہار
میر گل باندھا ہے بلبل چشم[2] کا ٹیکا عبث

چھوڑ دینا چار دن رکھ کر اگر منظور تھا
سارے عالم میں مجھے تو نے کیا رسوا عبث

---

[1] قرق کرنا یعنی رعب بٹھانا [2] بلبل چشم ایک کپڑا ہوتا ہے جس پر بلبل کی سی آنکھیں بنی ہوتی ہیں۔

بھڑوے بے فیضوں کے آگے جانصاحب اب پڑھ
قدر کچھ کرتے نہیں ۔ ہے ریختی کہنا عبث

دن اپنا یہ کیا یاقوت نے پینا عبث
کوٹ کر کھایا میاں الماس پر ہیرا عبث

عالمو چاہت کی دیوانی ہے مجنوں کی طرح
جن کا سمجھے ہو پری خانم یہ تم سایا عبث

اس چلن سے دھن نہ جڑ جائے گا کھوٹی بات ہے
لے کے گھن اے اشرفی خانم دیا بنگلا عبث

کوڑیا خانم بوا چھاتی پہ کیا لے جائیں گے
سوم کے بچوں نے رکھا جوڑ کر پیسا عبث

میں ہوں تم پر جان دیتی تم ہو مرتے سوت پر
جی جلاتا ہے تمہارے واسطے میرا عبث

یہ چور ظاہر ہے نہ سر پر خوں لے بیٹھیں خاں
ہے چھری پڑھ کے اجی قرآن میں رکھنا عبث

آج ہی کھالو کھلا دو کل کی کل کے ہاتھ ہے
جانصاحب خرچ میں کرتے ہو تم صرفا[1] عبث

داغ وہ منہ زور دے گا لے دیا گھوڑا عبث
یار پر دولت قدم کرتی ہے اب کوڑا عبث

شب براتن گو رہی مہتاب آتش باز سے
کیا ملا نسرین نے بھانڈا اگر پھوڑا عبث

داغی جائے گی یہ چھچھوندر ناک بھی ہو گی قلم
پھلجھری کی طرح فقرا جل کے یہ چھوڑا عبث

تم نے اس کا کون سا ثابت کیا کھوٹا چلن
اشرفی خانم کے چندڑے پر ستم توڑا عبث

میرے جلنے کے تو اے لوگو بہت دن ہیں ابھی
راج بی دائی نے منگوایا ہے اگروڑا عبث

کیا برابر دائی کے انانہ تھی انعام میں
حق تو اس کا تھا بہت حصہ ملا تھوڑا عبث

عشق میں جراحنی کے اپنے دل کو آپ نے
ہے بنایا جانصاحب جان کے پھوڑا عبث

---

[1] صرفہ ۔ بخل ۔

ردیف ج

چنگیز خاں سے کم نہیں خونخوار کا مزاج
دشمن کا ہو نہ جو ہے مرے یار کا مزاج

کچھ پیچ ہے جو بگڑے بنی جان سے حضور
کیا جانتی نہیں ہوں میں سرکار کا مزاج

خو بو اجی سکھاتے ہیں اپنی انھیں موئے
باجی خراب کرتے ہیں سردار کا مزاج

مزدورنی کی عشق میں شاید سڑی ہوا
گھر والا پوچھتا ہے جو دیوار کا مزاج

اپنی حرم سے تم نے منگائی مری خبر
بیری سے کوئی پوچھتا ہے یار کا مزاج

دولت نسا سے اشرفی خانم نے سچ کہا
ماشہ گھڑی میں تولہ ہے زردار کا مزاج

کیونکر خفا نہ تم سے ہو نرگس ستارا جان
پوچھا کرو نہ رات کو بیمار کا مزاج

خاطر میں جیوں جیوں کرتی ہوں چنڈو پنڈوڑ[1] کی
ملتا نہیں فلک یہ ہے مُردار کا مزاج

توتے کی طرح بچے سے کی بے مروّتی
کیسا بُرا ہے اوہی وفادار کا مزاج

پہلے نہیں کی۔ بعد کیا جس نے جو کہا
ہے ہے بہت بُرا ہے یہ انکار کا مزاج

کیسی ہیں بوڑھے چونڈے[2] پہ یہ مہربانیاں
پوچھا جو آج ساس گنہگار کا مزاج

ہاں کے سوا۔ نہیں۔ نہیں آئی زبان پر
ہرگز نہیں اجی مرا انکار کا مزاج

ناحق خفا ہو مجھ سے اگر ہو تو خوش رہو
اے باجی ہے نہیں مرا تکرار کا مزاج

اے جان دل حرام سے پرہیز کیا کرے
رہتا نہیں ہے قابو میں بیمار کا مزاج

سوکن سے میری نکلی زمانے کی احتیاج
ہوتی ہے اس کو روز نہانے کی احتیاج

کنگھی تھیں بی زناخی۔ بڑی آدمی ہوئیں
اب کیا ہے میرے گھر انھیں آنے کی احتیاج

---

[1] پنڈوڑ لفظ باندی کی تصغیر ہے۔ بدمزبان اور بدمزاج لونڈی [2] چونڈا بڑھیوں کے سفید بال والے سر کو کہتے ہیں۔

جو دال دلیا ہوئے میسّر مجھے وہ کھائیں / بھائی کو بھابی کیا ہے کمانے کی احتیاج

بی بی کا دانہ کھلائے گی انگول کر ضرور / بنّو اگر نہیں ہے نہانے کی احتیاج

ناحق خفا جو ہوتے ہو مرزا تو خوش رہو / ہیں کوئی آج سے نہیں لانے کی احتیاج

یہ لال میرے ہونٹ گئے چوس چوس کر / صاحب رہی نہ بیڑے چبانے کی احتیاج

مصری جو گڑ دیئے سے مرے سچ ہے یہ مثل / پھر اس کو کیا ہے زہر کھلانے کی احتیاج

گو بستہ قد ہو۔ او ہی بڑے فیلسوف ہو
اے جان تم کو کیا ہے سکھانے کی احتیاج

ردیف ح

نگی ہو نوج مرے دشمنوں کی یار میں روح / وہ ایسا دوست نہیں ہو جو دوستدار میں روح

کیا سٹرن نے ہے چالیسواں بسنت کے روز / نکالی قیس کی لیلیٰ نے کس بہار میں روح

یہ وہ بلا ہے نہ ڈرتا خدا سے اتنا بھی / جو آدمی کے اچی ہوتی اختیار میں روح

نگوڑی سر کھلی آندھی میں کیوں کھڑی ہے تو / ہزار رنگ کی ہوتی ہے اس غبار میں روح

نہ کیوں میں موم کی مریم تجھے کہوں نرگس / پگھل گئی تری دو روز کے بخار میں روح

ہزاروں لکھے پڑھے جائیں گے جہنم میں / بھلا مجھ ایسی بُری کی ہے کس شمار میں روح

موئے نے تاڑی کے نشے میں مارا جورو کو / نکل گئی مری بچی کی اک کنار میں روح

تھی اصل ساحری کی کیا وہ جادوگرنی ہوں / کہو تو ڈال دوں مرزا کے پشت خار میں روح

زبانی باتیں ہیں کیا جان بازی بدتی ہوں
نہ لوں گی جیت میں۔ تم نہ دو گے ہار میں روح

فی کریما میر گل بھی ہیں الف خاں کی طرح / خار ہو گر بوستاں بیچیں گلستاں کی طرح

له انگول کرنا یعنے سر کو چھوڑ کر بدن کو دھونا۔

طوق دم سے بے بیابی اب تو چاندی بن گئی کیمیا گر کی ہو جو رو مجھ سے جنباں کی طرح
دیکھا. بی مینا تمھیں بھی ادہی تو تا چشم ہو پھیریں اک پنجرے پہ آنکھیں تم نے گوئیاں کی طرح
رنگ رنڈی کا بندھے ایسی نہ کی کوئی زمیں مردوں نے اپنے ہی مطلب کی ہاں ہاں کی طرح

فارسی کے قافیوں سے ریختی کو کام کیا
جانصاحب ادہی کیا کہتی بھلایاں کی طرح

ردیف خ

بنّو شیریں کی ہے کہانی تلخ ہو گئی سن کے زندگانی تلخ
سب سہوں گی خصم کی اے شکرو نہیں سہنے کی بات جانی تلخ
بویا جب سے کنویں پہ نیم کا پیڑ ہو گیا خسرو میٹھا پانی تلخ
کام فرماو عفس کو باجی کیا بری بات ہے جو جانی تلخ
ہر گھڑی مرد سے اُلجھ پڑنا غصہ کر دے گا یہ جوانی تلخ
کان تو کھول دو رونے کے لوگوے آیا ہے وہ کانی تلخ

جانصاحب بہت ستانہ کرو
ہے بڑی عشق کی کہانی تلخ

تو دوپٹا اوڑھ کر نرگس ہوئی بیمار سرخ اب نہ باندی ڈالیو موباف تک زنہار سرخ
کتنی سادہ ہو کہ چٹی مانگتی مینا سے ہو میں بھبھو کے لال منگوا دوں تمھیں دو چار سرخ
بے کہے جورو نے پیسے کے چقندر کیا پکائے منہ خصم کا ہو چکا غصے سے ہے دو بار سرخ
بی اماں یہ وہ ہے خاک شفا عشرے کی شب ہو گئے دانے ہیں اس تسبیح کے سو بار سرخ
پان کھا کر جو ہنسی گوہر تو اس کے عکس سے مونیوں کا ہو گیا باجی گلے میں ہار سرخ

نیلا پیلا کیسا شاہانہ دلہن کو چاہئے　　سچا جوڑا چوڑیوں کا لاوے اے منہار سرخ

جانصاحب کس کی منڈیا کاٹ کر آیا ہے پی

ہے لہو سے آج اس خونخوار کی تلوار سرخ

پھولا میر گل بوا پہنے ہزار سرخ　　دے گا نہ زیب مردوے کو زنہار سرخ

ہاڑی پیٹے تو کوڑی نہ فولاد خاں کو دوں　　اپنے لہو سے اس کی کروں میں کٹار سرخ

پھبتی ہے میری صبح کنور پھبتی شام پر　　ہوتا شفق کا رنگ ہے جب آشکار سرخ

اس کلموہی نے مانگ میں سیندور ہے بھرا　　کرتی ہے یہ گنواری بھی اپنا سنگار سرخ

کنکوا اک نگوڑے نے پیٹے ہیں ڈال کر

اے جان میری کاٹ دی کل مانگدار[1] سرخ

فتنہ انگیز اور آفت شوخ　　بچی خیرن کی ہے قیامت شوخ

مل کے مسی جو آئی ہے سوسن　　کیا جمی پان کی ہے رنگت شوخ

انکھ منڈی آپ تھی لڑائی آنکھ　　لے مری مجھ کو او ہی تہمت شوخ

میری بچی تو ہے غریب بہت　　دیکھنے میں ہے اس کی صورت شوخ

تھی بری لال باغ کی منہدی　　ہاتھوں کی کچھ ہوئی نہ رنگت شوخ

لڑکی ویدے کا ڈھل گیا پانی　　حرکتیں کرتی ہے نہایت شوخ

غم کے ہاتھوں سے ہو گئی پھیکی

جانصاحب کی تھی طبیعت شوخ

---

[1] یعنے مانگدار سرخ پتنگ۔

ردیف د

نوج ہوں آفتاب کے مانند | کیوں جلوں میں کباب کے مانند
میر گل کا ہے نو بہار کو ہیٹ | ہوگا بچّہ گلاب کے مانند
موئی خورشید تیری باتوں سے | بھن گیا دل کباب کے مانند
بھابی بیٹی کے گھر کے پانی کو | جانتی ہوں شراب کے مانند
گر میاں مجھ پہ کرتی ہے مہتاب | تو میاں آفتاب کے مانند
میں بھی ہو جاؤں کیا اجی ننگی | اس موئے بے حجاب کے مانند
اِدھر آئی بوا اُدھر بھاگی | ہے جوانی بھی خواب کے مانند
پیارے خاں ہی سے خوب بجتی ہے | یہ ستاری رباب کے مانند
گوکھرو کشتی کا میں ٹاکوں گی | ہے کٹوری حباب کے مانند
گھر کے دھندوں میں ہوں پھنسی صاحب | گور کے ہیں عذاب کے مانند

جان صاحب رہی نہ بات کی قدر
قند بکتا ہے راب کے مانند

اگر سنے گا نہ کوئی مری یہاں فریاد | اجی وہاں تو نہ جائے گی رائیگاں فریاد
جو اس کی لاٹھی میں آواز ہے تو پاؤں گی | سوا خدا کے کروں کس سے بیگیاں فریاد
نہ گھر میں ڈال کے گوہر کو آبرو کھوئیں | کریں گی صدر میں جا جا کے کسبیاں فریاد
اٹّے بھائی جو ہری اس عدل میں پڑیں پتھر | نگوڑا جھوٹا ہو سچا کرے جہاں فریاد
انار توڑے تو میں دانت کھٹّے ہو جائیں | ولایتی کرے ان سے جو باغباں فریاد
اٹّے جان کہ دو اگر اس کی جورو بھاگ گئی | چبوترے میں کرے جا کے لال خاں فریاد

[1] اُردو کے شعرائے متاخرین اے کی یائے مجہول کو گرانا غیر فصیح سمجھتے ہیں یہ مین

منہ پہ کیا پوچھنا یوسف سے بوا برے بعد
عشق میں نام زلیخا کا ہوا میرے بعد

بیٹ کو خواب میں لیلیٰ نے کہا بندی سے
تو نے پھر زندہ مرا نام کیا میرے بعد

جیتے جی بندی کا اللہ و کھائے سہرا
مجھ کو کیا لو گو جو گھر اس کا بسا میرے بعد

سچ میں کہتی ہوں نبی بخش برا ہے داماد
رکھے عزت مری بچی کی خدا میرے بعد

تیں ہیں روح کو صدمہ مری ہو گا مرزا
سوت بچوں پہ اگر ہو گی خفا میرے بعد

ماں خانے میں خدا کے نہیں کچھ دخل بوا
بچہ تم پہلے جنیں بیاہ ہوا میرے بعد

منہ پہ جو چاہتیں کہ لیتیں برا یا کہ بھلا
ان سے کرنا تھا نہ باجی کو گلا میرے بعد

بھیا فرہاد ہی تھے جان جو دی شیریں پر
تم نہیں ایسے دکھاؤ جو وفا میرے بعد

بھولی کس برتے پہ ہو یا در ہے اے بنو
اس نصیحت کا اٹھاؤ گی مزا میرے بعد

جیتی جب تک ہوں میں ہے ساری محبت صاحب
ایسے تم بیاہ کرو گے نہ بھلا میرے بعد

دل یتیموں کا بہت ہوتا ہے نازک بنو
جانصاحب کو گھڑکنا نہ ذرا میرے بعد

ردیف ذ

اے میری اچھی دوا۔ کیا ہوا میرا تعویذ
نہ برا مان بتا دے جو ہو دیکھا تعویذ

چاندی سونے میں تو منڈھوائے نہ ملا تعویذ
ہے اگ جاتا ہے یہ چوروں کے نگوڑا تعویذ

بانس منڈھی سے تو پوشیدہ منگایا تعویذ
خوب جھنڈے پہ صنوبر نے چڑھایا تعویذ

نقش دل پر ہے یہ اس بندی کے میوں بسوے
بست در بست کا کو کا نے چرایا تعویذ

چاند سورج نہ علی بند نہ ہیکل لائی
ماما کیا اے کے کروں گی میں اکیلا تعویذ

جو کہ تقدیر کا لکھا تھا ہوا وہ باجی
کام آیا کوئی گنڈا نہ کسی کا تعویذ

سوت کی آنکھوں کے جادو سے ہوئی کیا بیمار　　پوست پر آہو کے لکھوا کے جو باندھا تعویذ
میری نرگس کو تو بیماری اجی ہے بدنی　　جادو ٹونے کے لئے چاہئے گنڈا تعویذ
سوت کے منہ کو لگے سات توؤں کی کالک　　میرے چھوٹے میں اسی نے بو اگاڑا تعویذ

سحر کیا کام کرے جان پہ اور کیا جادو
نقش دل اس نے کیا ناد علی کا تعویذ

ردیف ر

جب گھر میں آئے ڈھونڈھ چکی بیشتر کمر　　خالی ہی ان کی آئی ہے مجکو نظر کمر
لچکے ہزار کھاتی ہے چوٹی کے بوجھ سے　　نازک دوگانا جان کی ہے اس قدر کمر
مغلانی کیوں پڑا کیا پاجامے کا یہ گھیر　　میری تو چکلی چوڑی نہ تھی اس قدر کمر
عنبر سے اور مشکی سے گھسولوں گی تجھے　　صندل نہ تو نے مرزا کی پکڑی اگر کمر
میں بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گئی　　مردوں کا منہ چڑاتی ہوں اب باندھ کر کمر

روٹی خدا کے ہاتھ ہے اے جان گھر میں بیٹھ
کیوں باندھے باندھے پھرتا ہے تو دربدر کمر

گھر میں بولے نہ سٹرن تجھے سٹرن سے باہر　　ہاں لڑے صبح کنور شام برن سے باہر
دونوں یکجا ہوئے جل جل کے ہو الفت کا برا　　نہ ہوئی شمع نہ پروانہ لگن سے باہر
ساتھ سوتیلوں کے تم جاتے ہو بھیا پردیس　　رہنا ہشیار ذرا بھائی بہن سے باہر
رہ کے ٹکسال میں کر ہو نہ کھوٹی باتیں　　ہو نہ تو اشرفی خانم کے چلن سے باہر

رنگ لائے گا یہ منہار ہے باجی بنو
اپنے گھر سے اسے کر لاکھ جتن سے باہر

مر جاؤں تو نہ آئے وہ بندی کی گور پر
کیا ہوں گڑھی میں جان دول بہرام گور پر

دی جس امیر نے جلی کوڑی فقیر کو
سمجھا وہ بہ پھیرا چونا یہ حاتم کی گور پر

پروانے باجی صبح سے مرتے ہیں شام تک
روتی ہے شمع رات بھر عاشق کی گور پر

روشن علی دیئے ہی کی تو ہے یہ روشنی
جلتا چراغ گر نہیں حاتم کی گور پر

کھا جائے گی ہر ایک کو ڈائن نہ چھوڑے گی
تعریف لکھنا گور کی یہ میری گور پر

ہے جانور جو روح ۔ چڑیمار ۔ ہے اجل
پٹکی کی پھبتی ہے کہی جنگلو کی گور پر

مہمل ہے ایک قافیہ کا کہنا بار بار
کیا بک رہا ہے گور پر اے جان "گور پر"

رہ رہ کے غصے آتے ہیں باندی کی گھور پر
کیا رنڈی سا ہو کاری سے مرتی ہے چور پر

خونی قصائی صدر کا حاکم ہے لال خاں
کوڑے پڑیں عجب نہیں منہدی کے چور پر

رنگین کی ریختی ہے سخن میرا ریختہ
فیتے کو فوق کیوں نہ ہوا ہے باجی قور پر

جھجر میں باجی ایک مسلمان تھا کمہار
یہ حالت اس کے گھر کی نظر آئی زور پر

دلوایا شب برات میں مردوں کا فاتحہ
ٹوٹے گھڑے پہ بدھنے پہ مٹکے مٹھور پر

دریا کنارے خضر و یہ کل دل میں آئی لہر
پن گڈی آج نخ کی اڑاؤں میں ڈور پر

نرگس خدا دے عشق کے بیمار کو شفا
یہ کو دتا مرض تو اجل کے ہے زور پر

اے جان میرے داغوں کی پاتا نہیں بہار
ہے جھاڑ کے نکالتا ہر سال مور پر

آج جو وعدہ کیا تھا پھر گیا وہ بیر پر
اب نہ جا لعنت کرا دو منگلو موئے بے بیر پر

---

[1] اس شعر میں عاشق کا عین گر گیا ہے [2] گھور ۔ غلاظت میں [3] قور ۔ وہ فیتا جو کپڑوں کے حاشیوں پر لگاتے ہیں ۔

کل پری خانم سے جھوٹم جھاٹا دیوانی لڑی
دو روپے کی اشرفی خانم بوا زنجیر پر

سخت میں حیراں ہوں نسبت ٹھہرتی ہی نہیں
سنگیں خانم کی اچھی ٹھہریں تقدیر پر

کیا سخی اگلا زمانہ تھا موا منہار کو
لاکھ توڑے دے دیئے اک لاکھ کی زنجیر پر

کیوں تمہی آنکھوں میں چپ بی چھائی ڈھونڈھا اے چت لگن
جلد لاہے کیا لگا کے اڑ گیا گلگیر پر

قہر کی باندی ہے میری جان نے گی بے حیا
چاہئے رونا یہ ہنستی ہے بوا تعزیر پر

اس سے ملنے کی کوئی صورت نظر آتی نہیں
روز اک کرتی نئی تدبیر ہوں تدبیر پر

سچ کہا اے جان شکرو کی بڑی ہمشیر نے
دودھ پیتے جو ہوں ان کا فاتحہ دودھ شیر پر

نماز پڑھ کے تو گناہوں سے اپنے توبہ بوا کیا کر
نہ جان ہندو پہ دے۔ دوگانا خدا خدا کر

نہ دیکھ دولہا کو ساس نندوں کے آگے گھونگھٹ اٹھا اٹھا کر
نئی نویلی[۱] دولہن ہے بچی ابھی تو دو چار دن حیا کر

نہ بال جینا ہے دم الجھتا ہے کیا کروں بال میں پڑھا کر
جو اپنے عاشق تھے چل بسے وہی مجکو جنجال میں پھنسا کر

نکاحی بیاہی کو چھوڑ بیٹھے میاں ہی رنڈی کو گھر میں ڈالا
بنایا صاحب امام باڑا خدا کی مسجد کو تم نے ڈھا کر

وہ ایک دن تھا کہ میرے آگے فرشتے کی تھی نہ دال گلتی
بھرے ہیں گالوں[۲] میں اب تو چاول کریں وہ باتیں بنا بنا کر

کریں وہ مجھ پر نہ فرق اتنا کچھ ان کے گھر میں نہیں پڑی ہوں
کروڑوں ایسے بگاڑ ڈالے گھروندے میں نے بنا بنا کر

میں تمہی سوکن نہیں ہوں جھلو جلے پھپھولے میں پھوڑتی ہوں
یہ طعن و تشنیع مجھ سے جل جل کے اے زناخی نہ تو کیا کر

یہ ڈر ہے چینٹی کی طرح سر پر نہ تیرے چڑھ بیٹھے چوٹی والا
کنواری بالی ہے موتی بیگم نہ بال کھولے ہوئے پھرا کر

لگائی سوکن نے ایسی مستی کہ جیسے بطخ نے کھائی کیچڑ
کسی نے مارا ہے منہ میں پتھر نہیں یہ آئی ہے پان کھا کر

وہ بات اگلی نہ یاد رکھی ابھی سے بھولے ہو میری چاہت
مجھے نہ کھوتی تھی اپنی عزت تمھاری دم بازیوں میں آ کر

---

۱ نئی نویلی یعنی چند روز کی بیاہی ۲ گالوں میں چاول بھرے ہونا یعنی ڈینگ مارنا۔

سوا تمھارے کسی سے بہن نہ رکھ کے روٹی پہ بوٹی[1] کھائی
اگر نہ مانو اٹھاؤں قسموں کلام صاحب ابھی منگا کر

خدا نے چاہا نہ ٹھنڈے بیٹھوں رہے گی سورج کی طرح چندو
جلی ہوں دنیا سے جلنی بھنتی اسی نے مارا جلا جلا کر

گیا تھا گنگا مہاجن آتے ہی پہنچا بالے میاں کے میلے
نہ ٹالے بالے بتاؤ صاحب منگا دو بالے مرے جڑا کر

نصیب سیدھا اگر ہے میرا تمھیں نکلے گی کھاٹ اسی کی
وہ سکھ نہ پائے گی جس نے بھیجا ہے الٹی پٹی تمھیں پڑھا کر

جوئے کی جس دن سے لت پڑی ان کو کیا کہوں تجھ سے حال فضہ
جو سونا چاندی تھی لائی میکے سے لے گئے وہ ذرا ذرا کر

جدائی اس کی تو ایک دم کی نہیں گوارا ہے مجکو لوگو
تمام کنبے کو چھوڑ بیٹھی میں جانصاحب سے دل لگا کر

ردیف ز

گفتگو کرتے ہو گیا اپنے نمکخوار سے تیز
لون کھایا اجی جاتا نہیں بیمار سے تیز

ہوں میں بڑھیا یہ جوانوں کے گلے کاٹتی ہوں
اب بھی یہ کند چھری ہے مری دو چار سے تیز

اس پہ تو کرتی ہے یہ چرب زبانی باندی
مرچیں منگوائی تھیں کیا خوب ارے بازار سے تیز

سیکڑوں اب تو ہیں گاہک مرے ہو کیوں نہ غرور
جنس ہو جاتی ہے بی جان خریدار سے تیز

آگے رنڈی کے نہیں مرد کی کچھ اصل اجی
پھول چنبا کے ہیں بیلے کے کہیں ہار سے تیز

یہ بھی اندھیر ہے گھر بیٹھے تو آئیں سستی
ککڑیاں لائی ہے گلشن مری بازار سے تیز

کیوں نہ میں مانتی بی۔ آگ بگولے سے سوا
رات کو ہو گئے فرماے انکار سے تیز

جانصاحب سے جو لگوایا ہے سرمہ نرگس
خوب کروائی چھری تو نے گنہگار سے تیز

اس کی الفت پہ کروں اپنے میں قربان عزیز
مال کیا چیز ہے یوسف نہ کروں جان کو عزیز

---

[1] روٹی پہ رکھ کے بوٹی کھانا۔ بے تکلف ہونا۔

دوست بن بن کے تو ہیں پوچھتے باتیں دل کی ۔۔۔ کھول دیتے ہیں یہی دشمنوں کے کان عزیز

دودھ تک جس کے نہیں ہونٹھوں کا سوکھا یو ۔۔۔ قدر کیا کرتا زلیخا کی ہے نادان عزیز

موتی چھپ چھپ کے نہ یاقوت کے گھر جایا کر ۔۔۔ بات ہیرا کے کہیں پہنچے نہ یہ کان عزیز

کی زناخی نے جو داماد کی دو دن خاطر ۔۔۔ کیا نئی بات ہے سب کہتے ہیں مہمان عزیز

آج نوچندی محرم کی ہے درگاہ چلیں ۔۔۔ حاضری کا اجی کر لیویں گے سامان عزیز

پاس پیسا تھا اجی کوڑیا خانم جب تک ۔۔۔ گھیرے رہتے تھے مری بیٹی کو ہر آن عزیز

عارسی آئی سکندر کو مری باتوں سے ۔۔۔ صاف آئینہ سا بس ہو گیا حیران عزیز

جو وہ کہہ دیتے ہیں یہ اُلو خصم کرتا ہے ۔۔۔ گھر کریں گے مری آبادی کا ویران عزیز

غیر کیا مفلسی میں خاک تجھے پہچانے
جان کر ہو گئے اے جان جب انجان عزیز

ردیف س

لاہور کی ہوس ہے نہ ملتان کی ہوس ۔۔۔ اٹکی ہوس اک مغل سے ہے توران کی ہوس

رکھا ہے جب سے سوگ دوگانا نے یار کا ۔۔۔ مسّی کی کچھ ہوس ہے نہ کچھ پان کی ہوس

مجکو چھوا تو کھاؤں گی الماس کوٹ کر ۔۔۔ دل کی رہے گی دل ہی میں مرجان کی ہوس

چاندی تو کیا میں سونے میں منڈھوا دوں اے بوا ۔۔۔ ہو ڈھولنے کے تجھ کو جو قرآن کی ہوس

عرضی لگا دوں جا کے عدالت میں مہر کی ۔۔۔ ہاں لے مروں جو اُن کو ہو بہتان کی ہوس

گنگا کے پار کیوں بھری برسات میں میں جاؤں ۔۔۔ در گور ایسے میکے کی قربان کی ہوس

اولاد جیتی جاگتی جم جم ہو اس کے گھر ۔۔۔ پوری خدا کرے مری بی جان کی ہوس

اے جان اب بلائے وہ دیتی ہے تجھ پہ جان ۔۔۔ مٹی میں تو ملا نہ بی جان کی ہوس

تم کو لازم ہے باپ ماں کا پاس — میں ہوں جورو کرو نہ میرا پاس
سوت سے گالیاں نہ کھلواتے — تم کو ہوتا جو کچھ بھی میرا پاس
کیا زمانہ بُرا ہے - اچھی بی — کوئی کرتا نہیں کسی کا پاس
اس کے نزدیک میں بہت ہوں دور — اس سے ہر بات میں ہے کرتا پاس
ہول میں جلنے کو کوڑیا خانم — ایک پیسا نہیں ہے مرا پاس
اس خصم سے کنارہ کر خسرو — ڈوب مرنا تو جا کے دریا پاس
بات میں میری کیوں نہ وہ بولیں — مجھکو ان کا ہے ان کو میرا پاس
بی دوگانا کا جب سلام لیا — حق ہے میں نے کیا خدا کا پاس

ننھا کا تو نہ جان صاحب تم ؎
اس کو کس رشتہ سے سلایا پاس

ماں سے ہم کو سوا ہے پیاری ساس — باجی دُنیا ہو اور ہماری ساس
جو ہر ان کے کھلے ہیں بہوؤں پر — چھریاں تیز ہیں اور کٹاری ساس
بولوں بڑھ کر تو ذبح کر ڈالے — ہے وہ جھلاونی ہماری ساس
بے خصم کی ترے بڑی خالہ — ماں تو آدھی ہے اور ساری ساس
آنا میکے میں تم جبھی بنّو — آپ منگوا دے جب سواری ساس
حق یہ میں تھی بوا بہو خانم — اس سے میں جیتی اور ہاری ساس
ہلکا جوڑا تو ہے بہو پہنے — دیکھو باجی ہے پہنے بھاری ساس
اس کی رنڈی بھی ایسی ہی سوگی — جانصاحب کی ہے گنواری ساس ۔

؎ بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔

ردیف ش

کندن کی طرح اشرفی خانم کھری کھوں
مفلس خصم ہے کرتی ہو زردار کی تلاش

بدنام تو نہ نام پڑا نے محل کا کر
اک دن یہ جان لے گی نئے یار کی تلاش

دو دن سے دانہ پانی موے کو حرام ہے
باجی یہ ہے حلالی کو مردار کی تلاش

گوہر اسی میں خیر ہے رکھ اپنی آبرو
لا جلد کر کے موتیوں کے ہار کی تلاش

یوسف نے گھر میں ڈالا جو بازارنی کو ہے
جائے گی اس کے دل سے خریدار کی تلاش

اے جان دل دیا تمھیں تعزیر دو مجھے
حاضر ہوں کل سے کیوں تھی گنہگار کی تلاش

تھا کچھ تو چور دل میں جو سو بار کی تلاش
کیوں مونڈی کاٹے رات کو تلوار کی تلاش

کی میں نے رو کے آہ تو ہنس ہنس کے بولے ڈو
مدت سے تھی ہمیں بھی ہوا دار کی تلاش

میں بھی جو بھولی بھالی ہوں بھولے کے پاس ہوں
مکّار تم ہو تم کو ہے مکّار کی تلاش

کافی ہے نیک بخت کو بی جان ایک مرد
کسبی کو روز چاہئے دو چار کی تلاش

میلا ہو یا کچیلا ہو دے جائے کچھ اجی
ہے وضعدار کی دطرح دار کی تلاش

مونڈھے[1] پہ بیٹھوں کسی کی احمق بنوں میں کیوں
وہ دل نہیں ہے اب جو کروں یار کی تلاش

خانہ خراب باندھ کے لائی ہوں راج بی
اس ریختی کے پیٹ میں دیوار کی تلاش

خضر و کبھی ملا نہیں دریائی ناریل
اِس پار کی تلاش ہے اُس پار کی تلاش

اے جان دل میں بیچوں گی اب کوڑیوں کے مول
رہتی ہے روز مجھ کو خریدار کی تلاش

---

[1] مونڈھے پر بیٹھنا یعنی رنڈیوں کی طرح مونڈھے پر بیٹھنا۔

ردیف ص

گزرا دن تو نہ آئی پاس خواص | اُڑ گیا دل سے کیا ہراس خواص
ٹرے ہے ہڈیاں تری توڑوں | تو نے توڑا مرا گلاس خواص
نکٹی تھمتی نہیں ہے چھینک تری | سونگھی کیا تو نے اوہی ناس خواص
مانگا آئینہ لائی تو تسلا | ہو رہی ہے تو بدحواس خواص
پانچ چھ لیں مگر نہ ٹھہری ایک | کوئی مجھ کو نہیں ہے راس خواص
باندی بچے سے لو میں بیاہ کروں | نوج اس بندی کی ہو ساس خواص
کپڑے اُجلے ہیں پہنے زیور ہے | پھر ترا دل ہے کیوں اُداس خواص
دور کر رنج - زہر کھا - نہ اری | جان کا کچھ نہیں ہے پاس خواص
آپ کے آگے اشرفی خانم | لی گئی ہے روپے پچاس خواص

جان صاحب کہیں نہ قصہ ہو
گاتی بے وقت ہے بھبھاس[1] خواص

مجھ کو خوش آتا نہیں تیرا دوگانا اخلاص | جو کوئی سامنے آیا دہیں جوڑا اخلاص
آج مجھ سے ہے تو کل اور سے مرزا اخلاص | ایسے ہرجائی سے ہو نوج نگوڑا اخلاص
بندی درگزری بہت روؤگی بیجا نہ ہنسو | واہ صاحب مجھے ایسا نہیں بھاتا اخلاص
بن گئی جان پہ الماس کے سن کر جوہر | کیا یاقوت نے ہیرے سے بھی پیدا اخلاص
گلبدن پاس جو کمخواب کیا کرتے ہو | راست کہہ دو ہو اکس واسطے ترچھا اخلاص
دن میں سو بار نہ خورشید کے گھر جایا کر | اری مہتاب کرے گا تجھے رُسوا اخلاص

---

[1] بھبھاس ایک راگ کا نام ہے۔

جان صاحب نہ کوئی کام ہمارے آیا	لاکھ مردوں سے کیا بندی نے پیدا اخلاص

ردیف ض

جانصاحب سے میں دل بتو لگاؤں کیا غرض	دے کے دل بے درد کو صدمے اُٹھاؤں کیا غرض
ہے بری خانم پچھلپائی سے بدتر بد بلا	بول کے پیچھے بلا اپنے لگاؤں کیا غرض
زہر کھا کر جان دی نرگس پہ آنکھوں کی قسم	تیوری پڑُں کی کیوں تُسوے بہاؤں کیا غرض
بے مثل بی جان سچ۔ مرتے پہ مرتا ہے کوئی	لعل خاں پر لعل سی چنبڑی گنواؤں کیا غرض
ہو گا جو ہانڈی میں ڈوئی میں وہ آئے گا نکل	بول کر خیرن سے بتو شر بڑھاؤں کیا غرض
جس کے پلّے سے بندھی تام دنکلا وہ بوا	ہو گیا دُنیا میں ظاہر میں چھپاؤں کیا غرض
پائنچا بھاری کیا منہدی لگی ہے پانوں میں	وہ مرے گھر کیوں لگے آنے میں جاؤں کیا غرض
ہے اگر بے قدر منہدی ہاتھ یہ باندھے مرا	رنگ اپنا پاؤں پڑ پڑ کر جماؤں کیا غرض

دانا بی بی کا نہ کھاؤں گی کہ میلے سر سے ہوں
جانصاحب اوہی منگل کو نہاؤں کیا غرض

خواہش پلاؤ کی ہے نہ پھولام سے غرض	تن پیٹ بھر دو بے اجی آرام سے غرض
دن بھر تو اختیار ہے چاہو جہاں رہو	باہر نہ گھر سے پاؤں رکھو شام سے غرض
تقصیر جیت لگن کی نہ شمع بہار کی	بگڑا ہے کام سارا دلارام سے غرض
مر جائے یا جئے کوئی جوتی سے آپ کی	ہے رات دن تمھیں فقط اُس کام سے غرض
کوئی بھلا بُرا کہے کیا مجھ کو کام ہے	بندی کو ہے حضور کے احکام سے غرض

ﮯ جو ہانڈی میں ہو گا وہ ڈوئی میں نکل آئے گا یعنی جو حقیقت ہو گی وہ ظاہر ہو جائے گی۔
ﮯ پائنچے بھاری کرنا یعنی آنا جانا ترک کرنا۔

گلشن کے غم میں ہو گئی کانٹا میں سوکھ کر
کھاتی ہوں خار کیا مجھے آرام سے غرض
کوشش بہت سی کی نہ مٹا پر دنوں کا پھیر
لاچار جان ہو گئی ایام سے غرض

ردیف ط

میں نے تو بھیجے تجھ کو الف خاں ہزار خط
تو نے نہ لکھا مجکو کبھی ایک بار خط
کیا باجی بھیجتا وہ نکھٹو بھلا مجھے
جس نے نہ پوچھی بات کبھی در کنار خط
میں لکھتے لکھتے تھک گئی آیا نہ اک جواب
کس واسطے میں بھیج کے ہوں شرمسار خط
جھنگا کو پہنچا ایک نہ منشی جی کیا کہوں
پہلی سے بھیجے ساتویں تک تین چار خط
رونے کا اپنے حال میں لکھتی ہوں اس لئے
اس بے کٹر کے دل کا یہ دھوئے غبار خط
یا تو تُو نے سمجھ کے مجھے کیا لکھا ہے خط
میں اپنی ایڑی چوٹی پہ ڈالوں یہ وار خط
آڑے کا پاجامہ جو پہنے ہے گلبدن
دیتا ہے ترچھی بیل پہ کیا کیا بہار خط
سنبل نسا کی چوٹی کو زلفن جو گوندھتی
لکھتی ہوں میں غلامی کا اے نوبہار خط
مٹتا نہیں کسی کے مٹائے سے جان لے
پیشانی پہ جو لکھ چکا پروردگار خط

در گور اس کی باتوں سے ہوتا ہے دم غلط
مردہ وہ میرے سر کی ہے کھاتا قسم غلط
گکڑی کے چور کا نہیں کرتا ہے کوئی خون
منہدی کے چور پہ کیا تم نے ستم غلط
کہہ کر چلو چلوا ری تو جان کھا گئی
باندی نے کر دیا ہے مرا او ہی دم غلط
گالی جو منہ سے نکلی ہو کاٹو مری زباں
تہمت لگا رہی ہے تمھاری حرم غلط

ل چھوٹی چیز کا چور مجازاً ککڑی کا چور کہلاتا ہے۔

قرآن میں اُٹھاتی ہوں لچھمی ہے بے خطا — مرزا بیان کرتی ہے دولت قدم غلط

انگیا مسالیدار نہ اک دن ہوئی نصیب — لسن[1] ہے پیاز و پانوں میں تیرے پدم[2] غلط

لَے[3] کا خیال سُر[4] کا نہ ہے تال کا اسے — میں سچا گا رہی ہوں یہ دیتا ہے سَم[5] غلط

کرتے بہت ہیں غیر کے کہنے پہ اعتراض
اپنا کلام سوجھتا ہے جان کم غلط

ردیف ظ

ہے دولہن جان تجھے دولھا سے بیکار لحاظ — رات کو بنّو نہیں رہنے کا زنہار لحاظ

بد زبانی نہ کرو ان سے بڑے بوڑھے ہیں — ساس سسروں سے دولھن جان ہے درکار لحاظ

ہر گھڑی آکے جٹھانی مرے مُنہ چڑھتی ہیں — ایک دو بار کروں گی نہ کہ ہر بار لحاظ

کیوں چڑھی آتی ہے تھتکاری سی سر پر باندی — بھوت لپٹا ہے جو کرتی نہیں مردار لحاظ

باغباں چھوڑ دے گلشن کو مرا کہنا مان — کانٹے بوتا ہے کرے گا یہ تجھے خوار لحاظ

ہر کسی سے نہ اُلجھ جان بقول آتش
بات بڑھ جاتی ہے کھو دیتی ہے تکرار لحاظ

ردیف ع

لو عشق کی ہے سر میں نہ کیوں ہو نثار شمع — پروانے کی طرح ہے بوا بے قرار شمع

ہوتی ستی ہے لاش پہ پروانے کے اجی — مرگھٹ لگن ہے ہندنی یہ نابکار شمع

---

[1] لسن ایک قسم کا نشان ہے جو جسم پر نمایاں ہوتا ہے [2] پدم۔ ایک گول نشان جو انگلیوں کے جوڑوں پر یا پانوں میں ہوتا ہے [3] لَے لحن [4] گانے والوں نے آواز کی بلندی و پستی کے سات درجے مقرر کیے ہیں۔ ہر ایک کو سُر کہتے ہیں۔ [5] اصول موسیقی کے مطابق [6] موسیقی میں ضرب ہائے معینہ پر آواز کے موزوں ہونے کو تال اور آخر ضرب کے وزن کے ساتھ برابر ہونے کو سَم کہتے ہیں۔

"چربی کی باتی" بولیں گے باہر کے بیل سب — کیا کہنا جانیں اوہی نگوڑے گنوار شمع

در گور ایک جا ہوئے جل کے کہ جو دونوں ڈھیر — پروانہ وار سمجھی لگن کو مزار شمع

وہ چاند سا ہے میر چراغن کا میرے مُنہ — جس سے سدا رہے گی اجی شرمسار شمع

کافور چت لگن ہوئی سب چیزیں اُڑ گئیں — رکھ کے چلم میں لائی جو تو نابکار شمع

پروانے اُڑ کے آتے ہیں پھبتی کہوں بوا — ہے کھیلتی بٹیر کا گویا شکار شمع

اندھیر کیا خدا کی دوا یہ بھی شان ہے — خانہ خراب ہاتھوں سے ہو اس کے چار شمع

رینڈی کا تیل جن کو میسر نہ ہو کبھی — روشن کریں وہ قوم کے کوری چمار شمع

سچ کہتی چت لگن ہے نہیں لیتے اس کا گل — روشن جو ہو مراد کی اے نوبہار شمع

جلتی جو اندھی اندھی ہے روشن ہوا مجھے — غم میں ہے اپنے دھگڑوں کے یہ سوگوار شمع

روشن کرو جو اس کو تو وہ کھا نہ جائے گی — چربی سے بٹیر کی کوئی ڈھالے ہزار شمع

پروانوں کے یہ مرنے کی شادی ہے اس کے گھر — جھڑتے ہیں پھول چھوڑ رہی ہے انار شمع

گلگیر کلموہا موا ہیّا کی شکل ہے — بچوں کی طرح روئے نہ کیوں زار زار شمع

اے جان دل میں شک ہو اللہ دے مراد
گل ہو گئی مراد کی دو تین بار شمع

ردیف غ

دیکھ روشن جل رہا ہے کس قدر اندھا چراغ — ہے دکھاتا شام ہی سے صبح کا نقشا چراغ

ایک بیٹی چاندنی خانم ہے بی مہتاب کی — ہے مثل جیسے اندھیرے گھر کا اجیالا چراغ

رات دن نورن دعا حق سے ہے بٹیا دے تجھے — ہے اندھیرا اس جگہ روشن نہ ہو جس جا چراغ

لے کپڑے یا کاغذ کی مصنوعی بھیانک صورت جو بچوں کے ڈرانے کے واسطے بناتے ہیں۔

دم مرا گھٹتا ہے یہ اچھی نہیں ہیں گرمیاں
رات کو دو دن سے کر دیتے ہو تم ٹھنڈا چراغ

دمبدم پیشاب نے اے چاندنی بولا دیا
پائخانے میں اندھیرا ہے پڑا رکھا چراغ

اے چنبیلی پھیرتا جس میں نہیں اک بوند تیل
لا دیا اندھے روتے نے یہ ہے پھوٹا چراغ

بی اُجالی لائی تھیں مخدوم کی درگاہ سے
ڈھونڈھ لا جلدی لڑی وہ تن کہاں کھویا ہے چراغ

میر گل کی روز کرتا ہے جو نافرمانیاں
پوست کھینچا جائے گا لالہ تجھے کرپا چراغ[1]

پھر میں خضر وے ملوں ہے جانصاحب کی مراد
روز جاتا شام کو ہے چھوڑنے دریا چراغ

آنکھوں میں نوبہار کے شاید سمائے باغ
جنت کے بھی مقابلے میں جو بنائے باغ

اُجڑا ہوا خدا نہ کسی کو دکھائے باغ
باجی جلا مری پری خانم کے جائے باغ

آبادی وہ اُجاڑ مرا کر کے آئے باغ
اک پھول نہ چھوڑا باغ میں سب توڑ لائے باغ

یہ بیل بھی منڈھے چڑھے پھولے پھلے بہو[2]
دل باغ باغ ہو وہ خدا اب دکھائے باغ

یاد آتے عیش باغ کے ہیں عیش اس گھڑی
ہونا ہے خار گہتی ہے گلشن جو ہائے باغ

چنپا نے جب کہ اوڑھا دوپٹا یہ پھبتی
پھر یہ زعفران کیوں نہ بسنتی کو بھائے باغ

لگا نہال مالی سے ہے سب یہ عام ہے
اب گل حسن ہو چاہے تو سارا اٹھائے باغ

مہرن سی سرخ چاندنی خانم ہوئی سفید
کچھ سایہ ہو گیا اسے چوٹھے میں جائے باغ

باغی ہوئی نسیم یہ مجھ سے صبا کنور
منہ ری اگر منگاؤں تو ہرگز نہ جائے باغ

نرگس سفید پوش تھی بیمار ہو گئی
اُودا دوپٹا اوڑھ کے سوسن نہ جانے باغ

گلزار خاں کی چاہ میں نرگس یہ رنگ ہے
لگتا نہیں ہے دیدہ اب اس کا سوائے باغ

---

[1] پا چراغ کرنا یعنے ایک پاؤں پر کھڑا کرنا۔ [2] بیل منڈھے چڑھنا یعنے شادی کا وقت آنا۔

مالن نے کھٹا میٹھا ہے چھوڑا مراد سے — مہتابی نونہال جو ہو وہ لُٹائے باغ

آڈل نہال خاں کے نہ بتے ہیں ایک بار
اے جان لاکھ سبز وہ مجکو دکھائے باغ

ردیف ف

آتی ہے اُڑکے آنکھ پہ جو بار بار زلف — جنگلو ہرن کا کھیل رہی ہے شکار زلف
گویا گھٹا نے آدھے چمن کو چھپا لیا — مکھڑے پہ ان کے ہے یہ دکھاتی بہار زلف
سنبل نسا پہ ختم ہے چوٹی کا گوندھنا — چوٹی کی موڑتی ہے مری نو بہار زلف
اُٹھتے دھوئیں میں دل سے میں کھاتی ہوں پیچ و تاب — زلفن کی یاد آتی ہے بے اختیار زلف
خود دم اُلجھ رہا ہے جدائی سے یار کی — میرے گلے کی ہار نہ ہو زنہار زلف
لاکھوں ہی مردوے تجھے دیتے ہیں اپنے دل — اللہ رے کیا بڑھا ہے ترا اعتبار زلف
مکھڑے پہ اس کے ہلنے سے عقدہ یہ کُھل گیا — دل لوں کسی کا اس لئے ہے بیقرار زلف
ہوتی ہے بیکلی مجھے گل خاں کماں جب — دیتی اُلجھ اُلجھ کے ہے کنگھی کو خار زلف
کچھ بل کی بات ہے نہیں سیدھی تو بات ہے — کاکل سُنی ہے دیکھی نہیں پیچدار زلف
سنبل نسا نہا کے نچوڑے جو تو نے بال — پانی کی بوندیں موتی ہیں یا اور ابر دار زلف
ہندہ کے بدلے باجی یہ عنبر سے کیوں ملی — مشکی کی اس خطا پہ کروں تار تار زلف
گوٹیاں کی موتیوں سے بھری مانگ ایسی ہے — دن رات کی دکھاتی ہے گویا بہار زلف
مشکل نہیں ہے شام برن یہ زمین کچھ — جوڑے کی طرح باندھوں جو کہ لاکھ بار زلف

اے جان جانتی ہیں محل خانے والیاں
بڑھیاں کہے گا جانے بھلا کیا گنوار زلف

ردیف ق

یوسف کو چاہے جو ہو اسے پیرہن سے شوق
جامے ہی میں نہیں ہوں کسے گلبدن سے شوق

گوٹے کناری سے نہ مجھے ہے کرن سے شوق
کپڑا سفید بھاتا ہے اور سادہ پن سے شوق

دیوانی جب سے ہوں پری خانم کے عشق میں
بندی کے بند بند کو ہے اب رسن سے شوق

بے دیکھے نو بہار کے ان کو نہیں ہے چین
بلبل کو ہو گیا نہ ہو کیونکر چمن سے شوق

وحشت ہوئی ہے مرزا کو مشکی کی آنکھ سے
دن رات اب تو رہتا ہے ان کو ہرن سے شوق

اے بجی بڑھیا مرتی ہے اک نو جوان پر
ہر آن کس طرح نہ ہو اس کو پھبن سے شوق

جگنو نہ بازو بند علی بند سے نہ کام
زیور میں مجکو باجی ہے اِک نورتن سے شوق

کھاؤ گی منہ کی دیکھو نہ پنجوں کے بل چلو
اے جان مجکو ہے نہیں اس بانکپن سے شوق

طور نے جھوٹوں کہا تجھ پہ ہوں بریگا عاشق
اتنی سی بات پہ میں ہو گئی خیلا عاشق

ایسے ہرجائی سے بی کون نباہے خانم
کبھی مجھ پر کبھی تجھ پر ہوئے مرزا عاشق

آپ تو دھگڑی سے دن رات اُڑاتے ہیں مزا
مجھ سے کہتے ہیں کہ ہوں ہو گیا تیرا عاشق

جو نہ ماں باپ کا اپنے ہو ممانی سچ ہے
اوہی کیا ہو گا وہ جورو کا نگوڑا عاشق

لالچی بندہ ہے الفت کو بھلا کیا جانے
رکھ دیا ہاتھ پہ جس نے ہوا اس کا عاشق

جان الماس نے دی موتی پہ ہیرا کھا کر
جھوٹ اس میں نہیں چنی تھا وہ سچا عاشق

بات پوچھی نہ کبھی اور رہی اس سے بگڑی
اب جو نوکر ہوئی انا ہوئی دایا عاشق

مجنوں لیلے پہ موا شیریں پہ فرہاد موا
جان صاحب ہوا کیا مجھ پہ انوکھا عاشق

بد بلا ہے یہ بد بلا ہے عشق
پری خانم بہت بُرا ہے عشق

حُسن دریا ہے اے بوا خضرو
دل کی کشتی کا ناخدا ہے عشق

اے عزیزن پڑھا زلیخا میں
دل ہے یوسف تو بھیڑیا ہے عشق

بنّو لذت اُٹھاؤ گی آگے
اب تو نامِ خدا ہوا ہے عشق

پھر وہ اُترا نہ اے پری خانم
جس کے سر پر اری چڑھا ہے عشق

لاکھ بھوتوں کا ایک بھوت ہے یہ
کچھ جن سے بھی تبس سوا ہے عشق

اس کو پروا نہیں کوئی مر جائے
ایک بے درد یہ موا ہے عشق

چشمِ بد دور دیدے چار ہوئے
انکھ منڈی کو جواب ہوا ہے عشق

جس پہ عاشق ہوں بی نہ کوڑی کو
کیا بڑے مولوں بیچتا ہے عشق

جانصاحب ہے جان کا دشمن
دل کو پوچھو تو آشنا ہے عشق

ردیف ک

لیں گے نہ میر موسی میرا سلام کب تک
مجھ سے نہ وہ کریں گے دیکھوں کلام کب تک

کچھڑی ہوا ہے چونڈا خالق سے ڈرو گانا
توبہ تو کر کرے گی رنڈی حرام کب تک

پیسے پہ بھاڑے کے ہے اتنا غرور داری
بڑھ بڑھ کے یہ کروگے مجھ سے کلام کب تک

پوری نہیں پڑے گی ہیلو ہزار پاپڑ
بنیا رہے گا تم کو چکلے کا کام کب تک

ڈولی منگا کے ان کے گھر آپ میں ہوں جاتی
غیروں کے ہاتھ باجی بھیجوں پیام کب تک

یہ حُسن کے ہیں گاہک مردوں کو خوب دیکھا
یوسف بنا رہے گا بی بی غلام کب تک

یٰسین خاں سے باجی دم ناک میں ہے میرا
ہر روز میں اُٹھاؤں تیسوں کلام کب تک

بت بن گئی ہے آ تو پتھر پڑیں نہ بولی   پوچھا جو پڑھ چکوں گی میں مادھورام کتب تک

اے جان کرے جورو ہندنی یہ کیا ہے مرتا
بیٹھا جپا کرے گا تو اس کا نام کتب تک

ماروں گی لات ہاتھ لگانے نہ دوں گی میا   جاؤ اگر زمین سے تم آسمان تک
ہے ناک چوٹی ہاتھ ترے پاؤں پڑتی ہوں   پہنچے خبر کسی کے نہ یہ کانوں کان تک
ہرگز بچے نہ جان قیامت کی رات ہو   جس دن یہ بات پہنچے پوا ان کے کان تک
گھر میں تجھی گنوار کے باندی میں بن گئی   کوٹوں چھڑی ہے کوٹے ہوا میں دھان تک
مٹی کی کلھیاں ٹوٹی پٹاری ہے بانس کی   اے یاں خاں رہا نہیں اب پاندان تک
صندل نگوڑے تجھ کو بھی یہ دن لگے چہ خوش   گھستے تمھارے پانوں میں چلتے مکان تک
سمدھن میں کھانے جوڑے کا مجھ سے گلا کرو   تم نے نہیں چڑھایا دلہن کو نشان تک
نمنے تو اے بندی کی بندی خدا سے ڈر   کنبے میں میرے بھیجا نہیں ایک خوان تک
ڈولی کے پاس آکے لگا کہنے اک موا   احسان ہو چلو جو ہمارے مکان تک
برسات کاٹی رو رو کے اس گھر میں اے بوا   پانی تھا گھٹنے گھٹنے کہیں ران ران تک

اے جان تم ہو جانتے انجان ہو نہیں
یوسف سے کی عزیز نہیں میں نے جان تک

ردیف گ

بنو برسات میں سنگار کا رنگ   سرخ اور سبز ہے بہار کا رنگ
سن کے گھر بیٹھے مجھ سے باغ کا حال   ہو گیا سبز تو بہار کا رنگ

ل دن لگنا یعنے اترانا ط منگنی کے دن انگوٹھی چھلا وغیرہ دلہن کو پہنانا عورتوں کی اصطلاح میں نشان چڑھانا کہلاتا ہے

نادہندی سے اشرفی خانم — اُڑ گیا تیرے اعتبار کا رنگ
بھٹے جوبو میں لال خاں یاقوت — سرخ کیونکر نہ ہو جوار کا رنگ
زنگ سے ہو گیا ہے کوڑی کا — تیری فولاد خاں کٹار کا رنگ
قدر ہتھیار سے ہے مردوں کی — دیکھ تو واہی کیا ہے دھار کا رنگ
شہر والوں کے آگے خاک جمے — باجی اماں گسی گنوار کا رنگ

جانصاحب وہ چڑھ چکی ٹکسال
دیکھا کندن نے سو ہزار کا رنگ

ایک ایک رنگ میں اجی دو دو ہزار رنگ — دکھلاتے ہیں بہاریں اپنی بہار رنگ
موتی کی طرح رکھے خدا سب کی آبرو — بے رنگ ہے محل کا جواہر نگار رنگ
جنگلا[1] ہے پیلی بھیت کا پیلو[2] بجا یئے — ویرانی جائے دل کی اجی دے ستار رنگ
پھولوں نہیں سماتی ہے پھولام بہن کے — نیفے کا تو دکھاتی ہے جو بار بار رنگ
کیا جانتی ہیں اشرفی خانم مجھے نہیں — کندن سنہرا بجاتا ہے بے اختیار رنگ
چنیا چرا کے لے گئی چنیا کلی مری — چھپتا نہیں ہے چور کا بی زینہار رنگ
بھونرے کی طرح رنڈیاں کیونکر نہ ہوں نثار — مستی کا گھر ہے چمپٹی یہ نابکار رنگ
گرگٹ کے خون میں اجی پیٹنگ ہے یہ تجھا — چینبر موا بدلتا ہے جو بار بار رنگ
کھا کھا کے تاؤ کٹنی ہے کیا تجکو ساری رات — فق ہو گیا ہے منہ کا جو تیرے ستار رنگ
کالا ہو یا کہ گورا پسند آئے دل کو جو — اس پر نثار کیجئے ستر ہزار رنگ
منہ زرد آنکھیں لال پھٹے کپڑے جی اُداس — عاشق کے بوجھنے کے ہوا ہیں یہ چار رنگ

---

[1] جنگلا ایک راگنی کا نام ہے [2] پیلو بھی ایک راگنی کا نام ہے۔

پہ جوٹھے پہ ہے پتنگ اری صبح سے چڑھا | مہرن یہ جل نہ جائے تو جلدی اتار رنگ

رنگریز آج دے تو ہے کل عید اوڑھنے
اے جان دو دپٹا چوری گیا در کنار رنگ

ردیف ل

اے جان کام آئے اگر یہ تمھارے دل | حاضر ہے کیا عزیز ہے کچھ تم سے پیارے دل
بڑھیا کے پیچھے بچے جوانی خراب کی | کس سے لگایا تو نے ہے آفت کے مارے دل
جھنڈے پہ جان کر چڑھے رنڈی ہو یا کہ مرد | دیتا ہے اس طرح کے زناخی ابھارے دل
چلتا نہیں ہے زور محبت میں اس سے کچھ | عزت یہ جس کی چاہے نگوڑا اُتارے دل
ہمدم ہمارے سینے پہ تو رکھ کے دیکھ ہاتھ | اب تک دھڑک رہا ہے یہ دہشت کے مارے دل
وہ دن خدا کرے کہ میاں سوؤ اُس کے ساتھ | جیتے ہو جس سے مچھیاں دو اور ہارے دل
لاڈو یہ جی میں آتا ہے دبدے نکال لوں | کیا خوش ہوا ہے دیکھ کے تیرے اشارے دل
دریا پری کا سایہ ہے کر چاندنی کی سیر | دیوانی تیرا بہلے گا دریا کنارے دل
خضرو سے جاکے ایک مہاجن اٹک گیا | جمنا کا خوب لگ گیا گنگا کنارے دل

اے جان جان تک بھی ہے بھاتوں نہیں مگر
ہے کیا بڑی بساط جو تم مجھ سے ہارے دل

بھائی یوسف گئی سووے کو جو بازار اصیل | پیدا کر لائے نیا اپنا خریدار اصیل
کر لیا اپنا انھیں لائی وہ مکار اصیل | بی بی میں باندی نہی گھر کی ہے مختار اصیل

۱؎ وہ لکڑی جس سے سرخ رنگ نکالا جاتا ہے ۲؎ جھنڈے پر چڑھنا یعنی رسوا ہونا ۳؎ دریا پری عورتوں کی ایک فرضی پری ہے ۴؎ اصیل۔ ماما۔ خادمہ ۵؎ بھاتوں نہیں یعنے پروا نہیں۔

بنو اشراف کے جوہر مٹیں تکلیف سے کب — زنگ میں لاکھ ہو چھپتی نہیں تلوار اصیل

جان سولی پہ رہے گی مری بھیا منصور — بد نظر وہ ہیں نہ رکھوں گی طرح دار اصیل

سوت کے غم سے بڑا ہو گیا آزار اسے — چھوٹی نرگس کی روش رہتی ہے بیمار اصیل

اب ہوا اس کو بتاؤں گی بری ہے سنہ زور — باد کے گھوڑے پہ رہتی ہے یہ اسوار اصیل

خوب ہی اشرفی خانم کا گیا اکٹھا پایا — گنگلی آئی تھی اجی بن گئی زردار اصیل

ٹھنڈی سانسیں نہ بھرو کھوئی گئی گر بندوق — عملی[1] تھی تمہیں لے دوں گی ہوا دار[2] اصیل

پاؤں کی جوتی بھی کیا خوب لگی سر چڑھنے — مجھ سے ہر بات میں کرتی ہے یہ تکرار اصیل

اودھ آ جائے گی بازار سے کر ڈالو حلال — ٹینی مرغی ہے یہ کب سے ہوئی مردار اصیل

گھر کروں اپنا میں برباد جو رکھوں بٹھیا — جان صاحب مجھے ایسی نہیں درکار اصیل

ردیف م

جب اوہی اپنا کر چکے بدنام نام ہم — اب کہتے ہو کہ تجھ سے نہیں رکھتے کام ہم

ان مردوں سے جیتے جی دبنے کے ہم نہیں — باجی فرشتے خاں سے کریں یہ کلام ہم

دو سو روپے جو اشرفی خانم کہیں تو آئیں — اب ایسے نادہند ہوئے گنگارام ہم

جب ہم سی ڈھونڈھ لاؤ گے تم نیک پارسا — اُس دن کریں گے آپ کو جھک کر سلام ہم

میں بھی تمہاری لونڈی ہوں سو جاں سے اجی — کہتے ہیں آپ دل سے ہیں تیرے غلام ہم

بہکایا سوت نے تمہیں نادان ہو اجی — بی بی کا دانہ کھا کے کریں گے حرام ہم

پھر تم بھلا خصم بنے کس دن کے واسطے — احسان کیا تمہارا اگر خرچیں دام ہم

---

[1] عملی بندوق عورتوں کی اصطلاح میں معمولی روزمرہ کے استعمال کی بندوق کو کہتے ہیں۔

[2] ہوادار۔ وہ بندوق جو ہوا میں دور تک گولی پھینکتی ہے۔

جنگل میں کھویا بادیہ[1] لائے نہ آج تک — کہتے تھے چل کے شہر میں لے دیں گے جام ہم

بی جلسے والیوں میں اگر نوکری بھی کی — بچتے رہے شراب سے تو بھی مدام ہم

مرزا کا کہنا صبح کنور تجھ کو ہے یقین — لکڑی کی ان کی او بھی چرا لیتے شام[2] ہم

اے جان مردوئے سے پڑھایا نکاح ہے
کیوں صدر سے ڈریں نہیں کرتے حرام ہم

اشرفی خانم - بہو کا کیا مری آیا قدم — ہو گیا آباد گھر برباد ہے کھوٹا[3] قدم

سنتی تھی چاندی کا بیرا مجکو اس مبرک[4] کی قسم — میرے گھر لائی لنگوڑی نحس سونے کا قدم

ایک شب بھی مردوا مجکو لگاتا ہاتھ اگر — روز پڑتا پاؤں دھو دھو کر سدا پیتا قدم

پاؤں سب کے پھیرنے[5] میکے کو جاتی ہے برا — نکلا اس پر بھی نہیں سسرال سے میرا قدم

منہ دکھاؤں گی نہ تم کو مانگ کھاؤں گی میں بھیک — گھر سے جس دن آپ کے صاحب مرا نکلا قدم

ہاتھ کٹواؤں گی اس لنگڑے موے شمشاد کے — گر صنوبر باغ کا اس نے مرے کاٹا قدم[6]

لے گئے اس طرح بایاں[7] - کان کاٹے چور کے — پاؤں چوموں کون سا ہے آپ کا دہنا قدم[8]

پاؤں[9] بھاری کیا ہوا حدی سے بدتر بن گئی — دو قدم منزل ہے مجکو اٹھ نہیں سکتا قدم

سچ تو ہے اے جانصاحب مرد ہیں وہ رنڈیاں
عشق کی گلیوں میں ہے ثابت رہا جن کا قدم

---

۱ ترکی میں بڑے پیالے کو بادیہ کہتے ہیں ۲ کسی دھات یا ہاتھی دانت کا بنا ہوا خول یا چھلا جو لکڑیوں اور اوزاروں میں لگاتے ہیں ۳ نامبارک ۴ مبارک قدم ۵ دلہن کا یا جلّا نہا کے زچہ کا اپنے عزیزوں کے گھر جانا عورتوں کی اصطلاح میں پاؤں پھیرنا ہے ۶ قدم ایک پیڑ کا نام ہے جسے ہندی میں کدم کہتے ہیں ۷ بایاں طبلے کو کہتے ہیں جسے بائیں طرف بیٹھ کے بجاتے ہیں ۸ دہنا قدم لینا یعنی چالاکی کا قائل ہونا ۹ حاملہ ہونا۔

ردیف ن

گیلی[1] سوکھی دونوں جلتی ہیں ہوا سرکار میں ۔۔۔ بی اُجالی نت رہا اندھیر ہر دربار میں

کچھ نہیں نرگس کو مرزا تن بدن کا اپنے ہوش ۔۔۔ کام پر دیدہ لگے کیا۔ دل لگا ہے یار میں

لال خاں سے جا کھوے آئے مونگا جان کو ۔۔۔ گھر ہے دُردانہ کا اپنا جوہری بازار میں

سوت میری پانچ ہے میں اس سے چھپیسی سوا ۔۔۔ وہ تو ہے دس بیس میں ایک ہوں دو چار میں

ہیں کمر کے جو کڑے جنیاں وہی مضبوط ہیں ۔۔۔ جُس[2] نہیں دیکھا کبھی نامردی تلوار میں

دیکھ کر سلما نشانی اس کی میں روتی نہیں ۔۔۔ موتی موتی ہوں پروتی بادلے[3] کے تار میں

سوت کے غم سے مری چھاتی تو چلنی ہو گئی ۔۔۔ لوگ کہتے ہیں لگی ہیں کھڑکیاں دیوار میں

جھاڑو بی بی کی[4] پھرے ہو جائے گھر بیری[5] کا صاف ۔۔۔ کوڑی کوڑی بھیک مانگے وہ موا بازار میں

جانصاحب جس کو سمجھو ہیں بڑے یہ یار غار
آشنا کیسے گرا دیتے ہیں وہ خود غار میں

برسوں بچی کو نہیں پیار کبھو کرتے ہیں ۔۔۔ پیار بھی کرتے ہیں تو کاں ہیں تو کرتے ہیں

اُجلی[6] بگڑی ہے عبث اس کی تو بن آئی ہے ۔۔۔ کپڑے لڑکے مرے دو روز میں گو کرتے ہیں

ٹوک جانے کی نہیں اُن کو ہے چھٹی باجی ۔۔۔ میری انگیا کی کٹوری میں رفو کرتے ہیں

ساس ہوں پر میں خدا لگتی[7] کہوں گی جیٹی ۔۔۔ پاس مرزا ترا امراؤ بہو کرتے ہیں

سیدھی قسمت ہے تو اک بال نہ ٹیڑھا ہوگا ۔۔۔ جادو پڑھ پڑھ کے کریں مجھ پہ جو چھو کرتے ہیں

---

[1] گیلی سوکھی یعنی اچھی بُری۔ نیک و بد [2] جُس = وصف۔ ذاتی جوہر [3] بادلا = سونے چاندی کے تار کو کہتے ہیں جو گوٹا بننے اور کلابتوں بٹنے میں کام آتے ہیں [4] بی بی کی جھاڑو پھرے یعنی تباہ ہو [5] بیری۔ دشمن۔ [6] اُجلی یعنی دھوبن [7] خدا لگتی کہنا یعنی خدا سے ڈر کے بات کہنا۔ سچ کہنا۔

لال پیلے مجھے غصّے کے دکھا کر دیدے ۔ کھانا پینا[١] مرا کیوں آپ لہو کرتے ہیں

اے بہو جان تو کیا جیتی ہے گرجے[٢] خاں کی
جانصاحب تجھے ہر وقت جو تو کرتے ہیں

تماشا کرتے یہ بچے تمہارے پھرتے ہیں ۔ میں صدقے دیکھو اجی پیارے پیارے پھرتے ہیں

ملا تھا ایک ہی لیلی کو اے دُدا مجنوں ۔ ہزاروں اس سے تو وحشی ہمارے پھرتے ہیں

یہ گر کے حوض میں کھوئیں گے آبرو میری ۔ بلاؤ بچوں کو باجی کنارے پھرتے ہیں

کسی نے کچھ[٣] کر دیا کچھ ان کو کیا پری خانم ۔ محل میں کل سے جو خشتک[٤] اُتارے پھرتے ہیں

بنت بنانے کی مہرن نہیں سُن او مہتاب ۔ پسند آیا جو سلما ۔ ستارے پھرتے ہیں

وہ دوست جان کے گاہک ہیں جانصاحب کے
نگوڑے بیری جو اس کو اُبھارے[٥] پھرتے ہیں

خالی حویلی ایک نہیں ہے جہان میں ۔ کیا آگ بے محل لگی گھر کے مکان میں

عنقا کی شکل نام کمر کی سُنا میاں ۔ پایا زمین میں نہ اسے آسمان میں

باجی ستارا جان جو دیکھو تو لطف ہے ۔ مہتاب سے سوا مری زہرہ کی تان میں

مرتی تو ہے دکھا دو نگوڑی کو اس کی شکل ۔ اٹکا ہے نو بہار کا دم باغبان میں

ٹکسال والی اشرفی خانم کے نو روپے ۔ گھن[٦] کے لگے ہیں تانبے کے بی پاندان میں

گوہر کے دانت دیکھ کے الماس مر گیا ۔ یاقوت گاڑ دو اسے ہیرے کی کان میں

---

١ کھانا پینا لہو کرنا یعنے ایسا رنج و غصّہ دلانا جس سے کھانا پینا خاک میں مل جائے ٢ کُتّے سے مراد ہے۔
٣ کسی نے کچھ کر دیا یعنے کسی نے جادو کر دیا ٤ خشتک ۔ میانی ٥ اُبھارنا یعنے بہکانا۔
٦ گھن کے روپے یعنے وہ روپیہ جو سکہ رائج کے ہوں۔

صندل اگر نہ آتا تو ہوتیں لڑائیاں
عنبر میں باجی مشکی ہیں اور زعفران میں

گرگٹ کا کیا لیا مری خورشید نے جنم
تلو تلو بدلتی رنگ ہے ایک ایک آن میں

پھبتی کہی یہ میں نے ثریا پہ رات کو
باندھا ہے یہ فرشتوں نے چھینکا مکان میں

اے جان آئیں ہوش میں بن جائیں آدمی
وحشی اگر ہوں جمع مری داستان میں

جب شاد شاد آئے مرے تم مکان میں
اے جان جان آگئی بندی کی جان میں

تاثیر اتنی ہے مرے غم کے بیان میں
رنڈی رولا دے مردوں کو ایک آن میں

مہتاب اور زہرہ ہیں وہ دونوں کٹنیاں
تھگلی لگائیں چھید کریں آسمان مین

آہوں سے میرے گرنے نہیں پاتا آسماں
سو سو لگائیں ٹھیکیاں اس اک مچان میں

بھرتی ہوں آہیں میں نہیں اس بھوں کی یاد میں
چلّوں پہ چلّے باندھ رہی ہوں کمان میں

چوٹی کا بوجھ اوہی اٹھائے جو یہ کمر
بوتا نہیں ہے اتنا بھی مجھ دھان پان میں

اس طرح گلبدن سے ہنسا آپ کیجئے
ماروں کٹاری چٹکی جو لو میری ران میں

دی ہے جو بیٹی اشرفی خانم فقیر کو
جوڑا ہے تم نے ٹاٹ مشجر کے تھان میں

مرزائی جان بات کرو اوہی جامہ زیب
ہنستی ہو سب سے جفتے نہ پڑ جائیں شان[1] میں

بھاری کیا ہے پائنچہ اس سے نہ آئیں وہ
سیڑھی لگا کے کودوں گی اونچے مکان میں

بکتا رہا وہ شام سے مہتاب صبح تک
آتی نہیں ہے نیند تمھارے مکان میں

جیسا تمھارا نام ہوا ہے نہ ہوئے گا
اے جان کوئی لاکھ کہے اس زبان میں

---

[1] شان میں جفتے پڑنا یعنے عزت میں فرق آنا۔

الٰہی جو موئے بدنام میرا نام کریں — انھیں کی ننھی بڑی کو مرے غلام کریں
اکیلی جاؤ جو مسجد میں طاق بھرنے کو — دوگانا جان تمھیں جھک کے ہم سلام کریں
ستم ہے بے پڑھے دو بول گر کھلاناڑا — ذلیل ہوں گی زناخی نہ ایسا کام کریں
رہا نہ جائے گا اس سے ہوئی جوان جہاں — کسی سے بیٹی کی نسبت کا اب پیام کریں
کہوں جو اُجڑے محلے میں گائے سید کی — ابھی تو ہندو موئے سب یہ رام رام کریں
بنی ہیں تھالی کی بیگن وہ ڈھلتی پھرتی ہیں — کسی کے گھر ہیں تو بی بیگما مقام کریں

بلا لا صبح کو جلدی سے جانصاحب کو
وہ آج بھی نہ کہیں کل کی طرح شام کریں

وہ جس کو ڈولہ[1] اب اے نوبہار لیتے ہیں — اسی نگوڑی کی خاطر یہ ہار لیتے ہیں
خدا نے ہاتھ دئے ہیں بدن کھجانے کو — خرابی پیسے کی ہے پشت خار لیتے ہیں
دو موہی رسی[2] ڈسے ان کے دونوں ہاتھوں کو — نموہی[3] جان کے وہ مجھ کو مار لیتے ہیں
ذرا محل میں تو آئیں بناؤں گی چنگا[4] — یوں ہی غریب کی عزت اُتار لیتے ہیں
ببول بو کے مجھے سولی پر چڑھائیں گے — درخت گھر کے لئے میوہ دار لیتے ہیں
یہاں سے جائیں اجی ان کی میں ڈبیل[5] نہیں — جہیز کے واسطے کیوں میرا ہار لیتے ہیں
کرم ہے کل سے بڑا آج میرے چونڈے پر — بلائیں وہ جو مری باربار لیتے ہیں
عجب طرح کے سخی دیکھے اس زمانے میں — نگوڑے سوم کی پگڑی اُتار لیتے ہیں
نہ کوئی جائے بلانے کو جانصاحب کے — ہم آپ کوٹھے پہ چڑھ کر پکار لیتے ہیں

---

[1] کسی امیر کا غریب کو روپیہ دے کے لڑکی زوجہ بنانے کے واسطے لینا [2] دو موہی رسّی یعنی دو منہ کا سانپ [3] نموہی یعنے خاموش۔ بے زبان [4] چنگا بنانا یعنے سزا دینا [5] ڈبیل یعنے دبنے والی۔

مل گئی جب کوئی بنگالے کی اوباش تمھیں
بھیڑ بن جاؤ گے مارے گی جو دو ماش تمھیں

میری گاڑی سے اگاڑی جو بڑھے جاتے ہو
کتوں کوؤں کو کھلانی ہے مری لاش تمھیں

چھوڑ دو ہرجائی پن اور ایک پہ تم بیٹھ رہو
ایسی ہمت دے بنی جان خدا کاش تمھیں

پارسائی کی بھلا قدر مری کیا جانو
جب خوشی ہوتی جو ملتی کوئی اوباش تمھیں

آج کیوں آیا اجی باسی کڑھی میں یہ ابال
بھیجنی کیا تھی بھلا گل کی مجھے آش تمھیں

اے بی مہتاب اگر چاندنی لے جاؤ گی تم
فرش کر دیں گے ابھی مار کے فراش تمھیں

اس کو قربان کروں اپنے گزی گاڑھے پر
میری جوتی سے میسر ہے اگر تاش تمھیں

اپنی بچی کو تھا رکھتی نہ تم کو دیتی
جان صاحب میں اگر جانتی عیاش تمھیں

دال آٹے کا سنو بھاؤ ہے اس دم کھلتا
چاہنے والے اجی جب کہ بچھڑ جاتے ہیں

سوم کے پیسے میں لگ جائے نہ کیونکر کائی
پال کے آم ہیں پکتے نہیں سڑ جاتے ہیں

لاکھ تدبیر کرو ایک نہیں بنتی ہے
دن مقدر کے جب اے جان بگڑ جاتے ہیں

جو جو نہیں اُٹھانی تھیں میں نے اُٹھالیاں
بس بس زبان روکو نہ دو مجھ کو گالیاں

مرزا بڑی چڑیلیں تھیں یہ جلسے والیاں
اچھا ہوا محل سے گئیں سب نکالیاں

مانجائی ہوں میں ڈالوں گی آنچل پہ میرا کام
جوتا چھپا کے نیگ لیں دولہ کی سالیاں

وہ ترش رو ہوئے مرا دل کھٹا ہو گیا
نارنگیوں کی پھینکا دیں گلشن پہ ڈالیاں

بجلی گرے الٰہی مہاجن کی جان پر
کیا پڑ گئیں کھٹائی میں کانوں کی بالیاں

۵؎ باسی کڑھی میں اُبال آنا۔ بے وقت کام ہونا۔ بھولی محبت یاد آنا۔

کیسا ڈری ہوں رات کو آئیں جو خواب میں　　کچھ گوری گوری عورتیں کچھ کالی کالیاں

سنتی ہوں ایک روز بلاتی ہیں مردوا
کیا نیک بخت ہیں مری ہمسائے والیاں

جی سے بھاتے ہیں مجھے باجی تمھارے ہاتھ پاؤں　　گورے گورے ننھے ننھے پیارے پیارے ہاتھ پانوں
کر کے ننگا اس نے سر ڈھانکا زبردستی مرا　　کشتیاں لڑ لڑ کے میں نے لاکھ مارے ہاتھ پانوں
اے دوگانا جان دیکھیں کس کی منہدی خوب ہے　　سُرخ ہوتے ہیں ہمارے یا تمھارے ہاتھ پانوں
کس گھڑی سے اوہی گینڈی کھیلتی پھرتی ہو تم　　شل نہ ہو جائیں کہیں باجی تمھارے ہاتھ پانوں
ہا تھا پائی ہر گھڑی کی خوش نہیں آتی مجھے　　باجی صاحب مجھ سے تم رکھو کنارے ہاتھ پانوں
چار گھر جا کے اجی کھاؤنگی چکی پیس کر　　دل نہ میں نے بیچ کھایا ہے نہ ہارے ہاتھ پانوں

جانصاحب مجکو تم دبکا لو بالا پوش میں
مارے جاڑے کے ہیں ٹھنڈے میرے سارے ہاتھ پانوں

بیاہ خانم کا کروں گی نہ میں زنہار کہیں　　آپ ہی اپنا بسا لے گی وہ گھر بار کہیں
رنڈی چل دور چھچے مجھ پہ یہ بہتان نہ کر　　میرے بیری مرے دشمن ہوں گرفتار کہیں
ان کے بن پوچھے میں نوچندی میں کیونکر جاؤں　　ہے یہ دھڑکا کہ نہ ہو جائیں وہ بیزار کہیں
مردوے کھاتی ہوں میں تسیوں کلاموں کی قسم　　تیرے بن پوچھے گئی ہوں جو میں اکبار کہیں
جا کے سسرال میں دولہا سے دلہن خانم تم　　پہلے ہی روز نہ کر بیٹھیو اقرار کہیں
آؤں کس طرح ترے پاس دوگانا جنیاں　　باجی ہونے ہی نہیں دیتی ہیں اسوار کہیں
میری ماما نے نکالی ہے نئی مجھ سے چھیڑ　　بھیجتی ہوں کہیں جاتی ہے یہ مردار کہیں
ایک پر بیٹھ رہوں اور کسی سے نہ ملوں　　ایسی بندی نے کئے ہی نہیں اقرار کہیں

بس تو ہاں ایسی ہوں پھر کس لئے تو آتا ہے ۔ ڈھونڈھ لے اور کوئی جا کے طرحدار کہیں
ماما۔ کٹناپے کا بے ڈول پڑا ہے لپکا ۔ ایسی باتوں سے اری کھائے گی تو مار کہیں

جانصاحب مری خاطر سے نہ کہنا تم نے
رنڈی دیکھی ہے دوگانا سی طرحدار کہیں

بیاہ خانم کا تو کر دینے کو تیار ہوں میں ۔ باجی کوڑی کا سہارا نہیں لاچار ہوں میں
اس کی صورت سے ددا ایسی ہی بیزار ہوں میں ۔ نام پر بھی نہیں اب مارتی بیزار ہوں میں
پنجہ کش اپنی بھنگیڑن سے موئے کر پنجہ ۔ چھوڑ دے میری کلائی اری بیمار ہوں میں
جانے بندی کی بلا تجھ پہ گزرتی کیا ہے ۔ ناک چوٹی میں تو اپنے ہی گرفتار ہوں میں
تم پہ میں مرتی ہوں جو چاہو ستم جوتو تم[1] ۔ سچ تو ہے ہاں اجی ایسی ہی گنہگار ہوں میں
دیکھا آنکھوں سے جو کانوں سے میں سنتی تھی لوا ۔ اب تو چاہت میں زلیخا کی طرح خوار ہوں میں
اپنے گھر وا ہے کی وہ جا کے خبر تو لیویں ۔ ان کی بہنا سے زیادہ نہیں مکار ہوں میں
اپنے پلّے سے نہ باندھو مجھے اب چھوڑ دو تم ۔ لاکھ مکاروں کی مکار ہوں بدکار ہوں میں

جانصاحب میں یہ رمز آپ کے پہچان گئی
تم بھی کہتے ہو کہ مردوں میں طرحدار ہوں میں

یونہیں اُلجھی رہے گی اک نظر جب تک نہ دیکھے گی ۔ ددا گھبرا جان نکلے گی دم اٹکا ہے حیا تن میں
جدائی سے ہوا ان کی بڑا آزار[2] اے نرگس ۔ ہوئی ہوں سوکھ کر کانٹا نہیں باقی لہو تن میں
مرے مرزا کو اے سبزہ بنایا تو نے پردیسی ۔ اُڑاتی خاک گھر میں بیولیاں گا گا کے ساون میں
وہی ڈستا ہے او رنڈی خصم دو تین تو کھائے ۔ نہ میں مانوں گی ماموں کا بے جوڑا ہے آسن میں
پری خانم سی دیوانی کو شیشے میں اُتارا ہے ۔ بڑے عامل ہو تم اے جانصاحب عشق کے فن میں

---

[1] ستم جوتنا یعنے ظلم کرنا [2] بڑا آزار یعنے مرض دق یا سل۔

چاہت تمہارے دل میں ہماری اگر نہیں — پرواہ آپ کی بھی ہمیں اس قدر نہیں

دھگڑوں کے پیچھے اوہی زناخی تو مر نہیں — جنیاں جوانی مفت یہ برباد کر نہیں

دولت نسا ہیں اشرفی خانم سے بدچلن — کھوٹی ہی راہ چلتی ہیں حاکم کا ڈر نہیں

آنکھوں[1] کی اندھی ہے وہ مثل نام نین سکھ — نرگس کو دن کو اونٹ بھی آتا نظر نہیں

بھٹیاریوں کی طرح خواصیں لڑی ہیں آج — مرزا یہ سیر دیکھی کبھی عمر بھر نہیں

دارالشفا میں مرتے ہیں بیمار اے حضور — کوڑا دوائیں ملتی ہیں جن میں اثر نہیں

بنیئے تلنگے اب وہ محل پھاندنے لگے — ہوتا فرشتے خاں کا جہاں ہے گزر نہیں

اے جان لکھنؤ سے نکل جاؤں گی میں اب
اوقات مجھ نجبتی[2] کی ہوتی بسر نہیں

یہ بڑھا درد آج میں کل میں — کل تھا پیڑو میں آج کل کل میں

سوت جل گگڑی[3] آ گئی بل میں — پھانسی جاتی ہے اپنی ہی جھل میں

تل نہیں مانگ میں زناخی کی — یہ کنہیا کھڑا ہے گوکل میں

آنکھ لڑتے ہی ہو گئی عاشق — موہنی[4] تھی موے کے کاجل میں

گیہوں ہل ہل کے میں اٹھا نہ سکی — بچے ہونے کی اوہی ہلبل[5] میں

باجی جینا مجھے وبال ہوا — دیکھ کر ایک نائی کی قلبلیں

تیرے ہی سر کی ہے قسم عنبر — لو محبت کی پائی صندل میں

---

[1] آنکھوں کی اندھی نام نین سکھ ۔ یہ مثل اس جگہ بولی جاتی ہے جہاں کوئی باوجود عیب کے اچھے ہونے کا دعوٰی کرتا ہے [2] نفرت ظاہر کرنے کا ایک کلمہ ہے [3] جل گگڑی حقیقۃً ین ڈبی کو کہتے ہیں مگر عورتوں میں یہ ایک کلمۂ حقارت ہے [4] مسخر کر لینے والے جادو کو موہنی کہتے ہیں [5] گھبراہٹ ۔

یہ چھوڑا لیلیٰ کو تھا ٹری مجنوں — کون یہ دیکھتا تھا جنگل میں

نین سکھ کو سمجھ نہ گاڑھا یار — آنہ محمودی اُس کی چھل بل میں

سر کی چادر تلک نہ چھوڑے گا — ق — باندھ رکھ میری بات آنچل میں[1]

میں پڑی کیا اہیر کے گھر میں — پھنس گئی بوڑھی بھینس دلدل میں

میم صاحب گلے پڑی اے جان

سر ڈھکا کیوں یہ ٹھہرے کونسل میں

رکھیں ہمسائی مرا مال چرا کے گھر میں — اینٹ الٹوں[2] گی دوگانا میں خدا کے گھر میں

میں جلی۔ تو بھی تو لوٹے ذرا انگاروں پر — اب نکل جاؤں گی میں آگ لگا کے گھر میں

ڈولی لا دو کھڑے پانی نہ پیوں گی صاحب — خوب رسوا کیا سمدھن نے بلا کے گھر میں

بیٹھی ہوں جو مجھے رنج موا دیتا ہے — نام کی اس کے بوا چیز بنا کے گھر میں

جانصاحب کی نہ کیوں باتوں سے بگڑوں لوگو

روز وہ آتے تھے اک فقرہ بنا کے گھر میں

سید اکل[3] کھرے ہیں بوا کائنات میں — لیکن سمائی[4] سب کی ہے شیخوں کی ذات میں

مردوں کو گھورو چھید کرو تم قنات میں — رخنے نکالو مجھ سے نہ تم بات بات میں

بیشک اجی ہے شک مجھے دولہا کی ذات میں — کیسے ہوئے ہیں جمع براتی برات میں

ہوں بیس چال ڈھال میں ہر ایک بات میں — بوسے چہرے مہرے میں جب تختی گات میں

---

[1] آنچل میں بات باندھ رکھنا یعنی نصیحت یاد رکھنا اور کبھی نہ بھولنا [2] اینٹ الٹنا عورتوں کا ٹوٹکا ہے کہ جب کسی سے عداوت ہوتی ہے تو مسجد میں اُس کا نام لے کے اینٹ الٹی کر کے رکھ دیتی ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ اس عمل سے دشمن ہلاک ہو جاتا ہے [3] اکل کھرا وہ جو دوسرے کو نہ دیکھ سکے [4] کھپت۔

میرا سا رنگ روپ تو چھبا کو ہو نصیب — میں ایک ہوں ہزار ہیں وہ پانچ سات میں
اس غم سے آدھی کیسی نہ چوتھائی میں رہی — اِک دو سے تیسرا نہ ملا ساری رات میں
اس سے نہ بات وہ کرے اُس سے نہ بات یہ — شبریں نہ بولے آج سے مصری کی بات میں
چلتی وہ چال ہوں کہ نہیں چڑھتی پیچ پر — پھرتے ہیں پہلوان کئی دانوں گھات میں
خیمے میں کیوں اُترتی اگر ایسا جانتی — کیسا یہ پردہ چھید ہیں لاکھوں قنات میں
نادار کے چلن پہ روپے والی جب چلے — بٹا لگے نہ اشرفی خانم کی ذات میں
اپنے تو چھوڑ دیتے ہیں غیروں کا کیا گلہ — اللہ کا نام آتا ہے بی مشکلات میں

کیونکر میں تیرے جان کو دوں اس پہ ہے حرام
سیّد کا حق نہیں ہے دوگانا زکات میں

خورشید کے ہیں ٹوٹتے مہتاب ہاتھ پاؤں — تیرا خصم ہے جا کے ذرا داب ہاتھ پاؤں
میری بھی چھانیوں کا دوگانا نہیں جواب — نامِ خدا جو اُن کے ہیں نایاب ہاتھ پاؤں
بھاری وہ جوڑا پہنے گی ہوگا خصم کو داغ — توڑ دائے گی زناخی کے کمخواب ہاتھ پاؤں

اے جان میں ہوں کڑوی یہ میٹھا ہے قافیہ
ثابت نہ ہوں بلا سے کہوں راب ہاتھ پاؤں

چل نکلے میرے آگے بہت وہ بڑھے نہیں — کنگھی کی طرح سوت مرے سر چڑھے نہیں
ہمسائی تم نے خود نہ سنا ہوگا کیا کہوں — کوٹھے پہ بے پکارے کبھی وہ چڑھے نہیں
عزّت مری گھٹی تو گھٹی اس سے تجھ کو کیا — خیر اُدہ بات کر کہ اری شر بڑھے نہیں
گھوڑے پہ چڑھ کے کیوں نہ وہ منہ زوریاں کرے — جو عمر بھر گدھے پہ نگوڑے چڑھے نہیں
توڑوں گی ہاتھ اب جو بگاڑو گی آستیں — یاں سے گھٹاؤ خانہ یہ چھوا بڑھے نہیں

شامت ہے آئی کہتی ہے تو مجھ سے نو بہار — وہ جال ڈالوں طرّے کا تم سے گڑھے نہیں

اس شہر میں تراب یہ مٹّی کا کال ہے — وہ کونسا مکان ہے جس میں گڑھے نہیں

اے جان جاگے تم میاں خورشید سے کہو

میرے محل میں آیا کرو دن چڑھے نہیں

پھلا پھولا آباد گھر دیکھتے ہیں — تجھے ایسا مشاطہ بر دیکھتے ہیں

بوا لے ہنر کیا مری قدر جانے — ہنر مند میرے ہنر دیکھتے ہیں

جلاتے ہیں مردوں پہ دل ہم مثل مے — تماشا یہ گھر پھونک کر دیکھتے ہیں

جو حیوان رنڈی سے ہیں دل لگاتے — بُوا رنج وہ ہی بشر دیکھتے ہیں

زنانخی سدا جو ہیں پھولوں پہ سوتے — انھیں ایک دن خاک بر دیکھتے ہیں

خدا ہے رہے پیٹ اب پیرزادے — ترے بھی عمل کا اثر دیکھتے ہیں

برائی بہو بیٹی اپنی ہے صاحب — کسی کو نہیں بد نظر دیکھتے ہیں

میں باہر نہیں جانصاحب سے آئیں

زنانخی مرا دل اگر دیکھتے ہیں

پہن کر کپڑے انگریزی میاں خوشرو نکلتے ہیں — نئے موتی محل سے بن کے اب لولو نکلتے ہیں

مجھے ہو نہ حف دیدوں میں تم سے ہوں کہے دیتی — ذرا ڈورے سے ناپو کس کے بی بازو نکلتے ہیں

گلے میں کو کلا گائن کے ہڈی ہی نہیں گویا — ہزاروں میں نہیں یہ حلق یہ تالو نکلتے ہیں

وہ کُرسی کے بُوا احمق ہیں جو دو دن کی کسرت میں — کبھی تو دیکھتے مونڈھے کبھی بازو نکلتے ہیں

مجھے لوٹن کا جوڑا ہے جو خاقی شاہ نے بھیجا — خدا کی شان ہے بچے ابھی یاہو نکلتے ہیں

---

۱ زنانخی ایک کلمۂ لغت ہے ۲ حف نظر یعنی چشم بد دور سے صرف حف لیا ہے۔ رعایت کے واسطے دیدہ لائے ہیں۔
۳ ایک قسم کا کبوتر ہے جو اس طرح بولتا ہے گویا یاہو کہتا ہے۔

میں وہ رنڈی نہیں جو جھوڑ دے وہ جعلسازی سے
مرے پھندے سے کب ایسے بوا اُلّو نکلتے ہیں

لئے تو جانصاحب آپنے بوسے ہیں مالن کے
مگر کیسے یہ منہ کی راہ شفتالو نکلتے ہیں

نہ کہیں جورو سے تقریریں ہزاروں
سدا کیں جس نے تقصیریں ہزاروں

نہیں آنے کی دم میں میں تمھارے
عبث کرتے ہو تدبیریں ہزاروں

نہ بگڑوں گی بناؤ لاکھ باتیں
سُنی ہیں ایسی تقریریں ہزاروں

پری خانم سی دیوانی نہ ہوگی
پہن آئی ہے زنجیریں ہزاروں

نرالی سب سے ہے بندی کی قسمت
وگرنہ دیکھیں تقدیریں ہزاروں

میں اس جلاد کے پالے پڑی ہوں
نئی دیتا ہے تعزیریں ہزاروں

یہ کیا نقشہ ہے کیوں تم لائے گھر میں
تلے اوپر کی تصویریں ہزاروں

تمھیں تو سات خط[1] آتو کولے جان
ابھی ہیں یاد تحریریں ہزاروں

بھیجا نسیبت کا ہے پیام کہاں
کہاں بچی مری غلام کہاں

کردیں ثابت مجھے یہ حافظ جی
میں اُٹھا آئی ہوں کلام کہاں

اوہی دیتی نہ میں جواب تمھیں
ہے یہ تہمت کیا سلام کہاں

قہر ہے کوٹھری میں مسجد کی
باندی کرنے گئی حرام کہاں

بیس ہنڈیوں[2] کا چکھ چکی ہے مزا
وہ کرے گی بھلا قیام کہاں

بیاہ ماموں تے بھانجی کا کیا
جانصاحب کا ہوگا نام کہاں

---

[1] سات خط یعنے ہفت قلم۔ وہ یہ ہیں ثلث۔ محقق۔ توقیع۔ ریحاں۔ رقاع۔ نسخ۔ نستعلیق۔
[2] بیس ہنڈیوں کا مزا چکھنا یعنے بہت سے آدمیوں کے پاس رہنا۔

میں اری دولت قدم مشکی یہ کیا کوڑا کروں — وہ نہیں باندی مری منہ زور ہے تو کیا کروں
دونوں میں یعقوب کو یوسف بھلا کیا مال ہے — بی نباتی جان ہیں مصری کو تو سودا کروں
منہ وہ بنوائیں ذرا شر ہو گا ماما خیر ہے — ان کا در پردہ ہے مطلب بھائی سے پردا کروں
بات دو کوڑی کی کر دوں چار پیسے کے لئے — اپنے بیگانوں میں اس کو آج وہ رسوا کروں

جانصاحب اے دوگانا گر لگائے ہاتھ وہ
تیرے ہی سر کی قسم اک حشر میں برپا کروں

اپنے رسوا تجھے خود کرتے ہیں بیگانوں میں — خیلا فرزانہ نہ بن رہ کے تو نادانوں میں
اُن کے ملنے سے ہوئی زیست دوبارا میری — بے مشل پانی پڑا سوکھے ہوئے[۱] دھانوں میں
ہم تو مردوں کو بُوا مردہمیں گھورتے تھے — لطف دیوالی کو تھا چوک کی دوکانوں میں

گو نہیں پیٹا ہے یہ میٹی ہی پروان چڑھے
ایک ہے چھیچھڑا ہمسائی یہ نوخوانوں میں

کیا کلیلیں کریں بی مر بے بیچارے ہیں — کل سے بچے مری بکری کے یہ بے چارے ہیں
دل لگا جس سے۔ موے نے کیا رو کر رسوا — دیدے درگور مرے صدر کے ہرکارے ہیں
آنچ پیڑو کی سہے کون اُڑائیں نہ مجھے — اُپلے والی کے جلے عشق میں وہ بارے ہیں
ہوک پیڑو کی گئی آج دوگانا جنیاں — گندے پانی سے نلے دائی نے جب دھارے ہیں
کل مجھے ماریں گے وہ جوہری سے اے گوہر — آج تو موتیوں کا ہار مرا ہارے ہیں
کلّو بھٹیاری کے خاطر جو مجھے چھوڑ دیا — اصل پر کھنچ گئے وہ قوم کے بھٹیارے ہیں

---

[۱] سوکھی دھانوں پانی پڑنا یعنے نا امیدی میں مراد بر آنا۔

اُڑگئی روٹی نصیبوں نے اُڑائی ہے یہ خاک　　　　ہن کے اب بدلے برستے اچی انگارے ہیں

جانصاحب سے نہیں جلبتی مرے ہیں دلسوز
بھاجے مجکو یہ بیٹوں سے سوا پیارے ہیں

نگوڑے مردوے کیا کیا گناہ کرتے ہیں　　　　خراب جان کے عقبیٰ کی راہ کرتے ہیں
اُٹھاتے جاکے عدالت میں ہیں بڑی روٹی　　　　دوگانا کام تو جھوٹے گواہ کرتے ہیں
زناخی نوج کسی کو ہیں آجکل دوں دل　　　　ہوئے نفاقتےا دودن کی چاہ کرتے ہیں
خصم تو کیا ہے بوا کنبا چھوٹ جاتا ہے　　　　یہ ٹھگ ہیں مردوے وہ دل میں راہ کرتے ہیں

مزا ملا ہے وہ بی جان جانصاحب سے
کہ فاقے کرتے ہیں ہم اور نباہ کرتے ہیں

پسند باغ کی مالن سے حور کی باتیں　　　　ہوا ہے خار سُنیں وہ قصور کی باتیں
حواس اُڑگئے سُن کے حضور کی باتیں　　　　نہ ہوں فرشتے سے میرے یہ نور کی باتیں
نکلے ہو تو یہ بالی دو بجلیاں لاؤ　　　　کرو نہ لکھنؤ میں کانپور کی باتیں
ہوا ہر ایک ہے فرعون کے لئے موسیٰ　　　　خدا کو بھی نہیں بھاتیں غرور کی باتیں
قسم ہے تیسوں کلاموں کی اے دوگانا جان　　　　میاں فہیم سے سیکھیں شعور کی باتیں
کھڑے کھڑے وہ مرے پاس آکے ہو جائیں　　　　کچھ ان سے کرنی ہیں مجکو ضرور کی باتیں

ہے مرد نام کو۔ نامرد جانصاحب ہے
چھپے گا سُن کے زناخی وہ سور کی باتیں

۱؎ نفاقتا یعنے منافق۔

اجی ڈھونڈھ کے باجی ہی یار کریں موئے تیلی تنبولی کو پیار کریں
مرے اُس[١] سے زناخی ہزار کریں مری جوتی سے چوہڑے چمار کریں
مجھے قہر کی نظروں سے گھور لیا مجھے دیدے دکھائے تو خوب کیا
میں تو شر نہیں کرنے کی خیر جیا[٢] کبھی آنکھیں نہ مجھ سے وہ چار کریں
ترے جال میں جیسا پھنسا ہے ابھی ملے جانور ایسا جو ہم کو کبھی
چڑی ماروں کی طرح سے ہم بھی اجی سُنا بیٹھے ہی گھر میں شکار کریں
ٹُوا چھوڑ دیں اس کو خدا کی قسم مُوا خونی جو گھر میں ہے آتا ستم
بُرے مرد نگوڑے کو بیگما ہم ایڑی چوٹی پر اپنی نثار کریں
بڑی مصری نے کھایا ہے زہر ددا[٣] ابھی تھوڑا ہی نشہ اُسے ہے چڑھا
چیرے والا وہ لکھے دوائیں ذرا جو پلائیں نشے کا اُتار کریں
اجی لاکھ دوا نکالے مگر نہیں سچی یہ ہونے کی جھوٹی خبر
چلے بس جو ہمارا مہاجنی پر مُوئے جھٹ کو گنگا کے پار کریں
لگی جانے میں کا ہے کو اوہی بھلا بڑی باجی کریں جو بلا کے دغا
سُنو جان نہ مانوں گی ایک کہا مرے آگے بہانے ہزار کریں

دو چار نہیں سُن چکی دس طور کی باتیں ۔۔۔ باندھی ہیں غزل میں اجی دستور کی باتیں
لعنت کرا سے کیا تجھے شیطان لگا ہے ۔۔۔ سُنتی ہے بوا کیوں مُوئے مغرور کی باتیں
جو کسبیوں میں لطف ہے وہ ہم میں کہاں ہے ۔۔۔ تھتکاریوں سے پوچھتے ہو حور کی باتیں

---

١ مرے اس سے یعنے میرے ٹھینگے سے - میری جوتی سے ٢ جیا، کھلائی - دودھ پلائی -
٣ ددا - وہ بوڑھی لونڈی ہے جو بچپن میں خدمت کر چکی ہو -

عزّت سے سوا پیسا ہے اے کوڑیا خانم دمڑی کے لئے سنتی ہو مزدور کی باتیں

کیا کنگلیاں ہیں ادہی یہ مرزا کی خواصیں انعام کے دن کرتی ہیں یہ بوڑ[1] کی باتیں

مصرع ترا اے جان ہے تلوار کا پھلڑا

کیوں ہوں نہ ترے شعر میں اندور کی باتیں

ردیف و

نہ جاؤ تم پڑو چولھے میں بھیجو میرے بھائی کو لگے ہیں درد مرتی ہوں بلالاے وہ دائی کو

ملی قسمت سے ہے اوباش جورو ادہی نائی کو خصم کی طرح رنڈی مونڈ کھائے گی خدائی کو

یوہیں چھریاں بھکیں یہ غم خدا دے ان کی جائی کو مرے پلے سے جن لوگوں نے باندھا اس قصائی کو

ہوا گو غائب آئینہ نہ لائی میل کچھ دل پر اجی اس آنکھ مندی کے دیکھو دیدوں کی صفائی کو

قدم سے سوت کے آباد کرنا سیج تم اپنی کروں در گور سمجھوں اب جنازہ چارپائی کو

نہ چھوٹی تم سے رنڈی ایک اور میں چھوڑ بیٹھی ہوں تمہارے واسطے گھر بار کیا ماں باپ بھائی کو

نہ بات اس سے کرو سمدھن بنی مصری ہے شتّہ ڈلی یہ زہر کی ہے بی نہ تو تم اس مٹھائی کو

یہ دن کو چاندنی خانم کا سر اوڑھوں کیا غارت زنا خی رات بھر میں میری شبنم کی دلائی کو

ہوا ثابت کہ دریا باد سے جاڑے میں آئیں گے بُوا آب رواں کا بھیجا ایرا جو رضائی کو

مرے ہونٹوں کی جب لیتا ہے چپھی ترش ہوتی ہوں تو کہتا ہے ملاتی ہو مٹھائی میں کھٹائی کو

کروں کیا جان صاحب جا کے گھر میں جیرے والے کے

تمہارے راج میں پیسا نہ کوڑی ہے دوائی کو

---

[1] بوڑ یعنی خیرات۔

اب نہ سوؤں گی تمھارے ساتھ اور کو سوں گی یہ ۔۔۔ داغ نکلیں اس کے جس کو بھیجے کمخواب ہو

رات کو دو دن سے اڑ جاتے ہیں میرے پاس سے ۔۔۔ مجھ نبختی کی بے قسمت سے تم سرخاب ہو

سوتی خانم ہے سڑک پر مردوں کا ازدحام ۔۔۔ آبرو دو گی چلی تو دیکھنے تالاب ہو

سیانپ چھو سمجھو اس کو بھیج دو صاحب مجھے ۔۔۔ میرے میکے کا تمھارے گھر میں جو اسباب ہو

ٹپے[1] گاتی ہو نہیں رو رو کے غم میں سوت کے ۔۔۔ میرے گھر کو تم بناتی آجکل پنجاب ہو

خاک کی اپنی جوانی کیا نہیں میں جانتی ۔۔۔ پیارے والی سرفراز و کے لئے بیتاب ہو

جل نہ جائے یہ کہیں خورشید کی صورت غلام ۔۔۔ ہاتھ سے نسرین کے چھڑوا رہی مہتاب ہو

کیوں نہ دوڑے جاؤ گھر تم سوت کے پھر کیا گرد
جانصاحب دل مواسینے میں جب بیتاب ہو

غلط بالکل پڑھاتی ہے بڑی روئی[2] تو فتو کو ۔۔۔ فضیلت کیا پڑی ہے دے کے کو دل اپنی آتو کو

یہ کہو مرجان سے مونگا کہ موتی جان روتی ہے ۔۔۔ بُلا لا جوہری بازار سے تو جا کے لولو کو

بنی بیگم نہ سمجھیں میر دولھا نام بھی سُن کے ۔۔۔ یہ دل میں آگئی کیا لہر بیٹی دی دوہاجو[3] کو

کمان افسر کی بیٹی تم وہ تیر انداز کا بیٹا ۔۔۔ لگا لو اس سے دل گوٹیاں نشانہ تم نہ یہ چوکو

نہ ہوں کیوں چاند سورج سے زیادہ چھاتیاں روشن ۔۔۔ مری محرم نے انگیا میں کیا ہے بند جگنو کو

ستو باجی پری خانم خدا پر اپنے شاکر ہوں ۔۔۔ کہ ٹونوں کو سمجھتی ہوں کسی کے بس نہ جادو کو

الٰہی کوڑھ ٹپکے ایسی مغلانی کے ہاتھوں میں ۔۔۔ کتر کے کر دیا غارت مری انگیا کے بازو کو

سُنو اے جانصاحب کل میں نوچندی کو جاؤں گی ۔۔۔ چُنا جائے دوپٹا پائجامہ بھیجو اُتو کو

---

[1] ٹپا ایک قسم کا راگ ہے۔ ٹپا گانا یعنے بیکار بیٹھنا [2] بڑی روئی عورتیں کلام اللہ کو کہتی ہیں۔
[3] دوہاجو وہ مرد ہوتا ہے جو دوسری عورت سے شادی کرتا ہے۔ معمولاً رنڈوا دوہاجو کہلاتا ہے۔

میرے پیچھے پری خانم کو لگا دیتے ہو — کیوں نہ بگڑوں مجھے دیوانہ بنا دیتے ہو
روٹی کپڑا مرے تن پیٹ کو کیا دیتے ہو — کیا کھلا دیتے ہو گیا اوہی پہنا دیتے ہو
گزری اس پیار سے دل میرا کڑھا دیتے ہو — ہنستے بچے کو اجی تم تو رُلا دیتے ہو
فتنہ انگیز یہ طوفان ہے . برپا کرتی — کیا ہی روتی ہے جو سوتے سے جگا دیتے ہو
سوت سے گرم ہوئے جب کیا ٹھنڈا مجکو — ہنس کے لڑواتے ہو رو روکے ملا دیتے ہو
بی جمالو کی طرح ڈال کے بھُس میں چنگی — دوڑتے پانی کو ہو آگ لگا دیتے ہو

جانصاحب مجھے تم خیلا ہو سمجھے صاحب
چٹکیوں میں جو مری بات اُڑا دیتے ہو

مہتاب کو بُری نہ میاں آفتاب دو — مستانی ہوشیار ہے اچھی شراب دو
ہلکی گلابی پھول سی تم بھر کے پھول سے — مجھ کو میاں نسیم گلابی شراب دو
کانٹے پڑے ہیں حلق میں ہوں لو کو بیقرار — ماہی توے میں پھول کے مجکو کباب دو
آتو جی شادی کرنے پہ مائل ہے فاضلہ — پڑھنے کو حسن و عشق کی اس کو کتاب دو
دولت وہ پیسے والی ہوئی کیا بنی ہے سوم — گنتی ہے کوڑی کوڑی کا مجکو حساب دو
کرنے دو وہ پیٹ کے جو کرتا ہے چھیڑ چھاڑ — تم تو نہ اپنے ہاتھ سے بنّو حجاب دو
چالے بھی چار ہو چکے کب تک رہے گی شرم — گھونگھٹ اُٹھاؤ اوہی خصم کو جواب دو

بیوند ہو زمیں کا جس روز کہ یہ جان
مٹی تم اپنے ہاتھ سے یا لو تراب دو

تم نہ آئیں دل بہت تڑپا ہمارا رات کو — ذکر اے گوئیاں رہا کیا تمھارا رات کو
ہو گیا دھک سے کلیجا اوہی میں تو ڈر گئی — گھر میں بی مہتاب کے ٹوٹا جو تارا رات کو

اپنی رنڈی کے لئے مجھ سے لڑے تم چھیڑ کر
کیا مری تقصیر تھی تم نے جو مارا رات کو

ہوں میں رسوا تھا یہی مطلب تمہارا اے میاں
نام جو لے کر مرا تم نے پکارا رات کو

چاندنی خانم سے مرزا گر نہیں ہے تم کو کام
کیا سمجھ کر اس سے کرتے تھے اشارا رات کو

مینہ برستے میں گئی میں جانصاحب کے جو پاس
بھر گیا جوتا مرا کیچڑ میں سارا رات کو

دھمکاؤ کسی بودی کو تلوار دکھاؤ
خونخوار پن اپنا نہ یہ ہر بار دکھاؤ

در پردہ جو خوش مجکو سناتے ہیں یہ مرزا
مشتاق ہیں مشتاق ہیں دیدار دکھاؤ

کنگلا ہے تو میرا ہے تمہیں کیا ہے زناخی
اپنا کوئی دھگڑا مجھے زردار دکھاؤ

کس دن کے لئے رکھی ہوس دل کی نکالو
جھنڈے پہ چڑھاؤ مجھے سرکار دکھاؤ

مصری ہوئی حراف زلیخا سے زیادہ
یوسف کی طرح تم اسے بازار دکھاؤ

صدقے میں تمہارے ستوا ے جان کسی طور
بندی کو شہنشاہ کا دربار دکھاؤ

ہوا حرمت خدا نے جیسی عصمت دی تھی مریم کو
ملی ہے پاکدامن کے تصدق سے وہ اب ہم کو

پری خانم ہے دیوانی پڑیں پتھر نگوڑی پر
بٹھایا نیک بختوں میں ہے مونڈھے والی خانم کو

یہی تعلیم دیتے ہیں اجی شکرو کو مکھو خاں
مجھے تو زہر لگتا ہے نہیں یہ دیکھتی سم کو

میاں خورشید مجھ سے دن دھاڑے چال چلتے ہیں
جو ابتر ہو وہ مانے ایسے سوکھے آپ کے دم کو

نکالوں پیٹ سے جو پاؤں کیا ہے سر پھرا میرا
گھسے یاں کون صندل تم سے یہ عادت نہیں ہم کو

وہ تلوے میرے دھو دھو کے پئیں میں جوتیاں ماروں
بتا دے جانصاحب ایسا کوئی ٹوٹکا ہم کو

بس کس سے رہی او بی روکو زباں کو — چلو چپ رہو جھوٹی سچی نہ ہانکو
لگا کیا ہے شیطاں ۔ سمجھائے کوئی — ہماری طرف سے موئے بدگماں کو
ہمیں سوت کے واسطے چھوڑتے ہیں — دکھائیں گے کیا منہ وہ سارے جہاں کو
نہیں دل سے اے لڑکے بڑھیا ہوئی ہوں — جیوں چاہتی ہوں میں اچھے جواں کو

سُنو جانصاحب بھلا کیا ہے نسبت
مری نیلی چادر سے اس آسماں کو

ہے قیامت جانتا ہماری داری رات کو — دن سے ہوتی ہے زیادہ بیقراری رات کو
گلبدن کے ساتھ اگر اب آپ جا کر سوئیں گے — پیٹ میں اپنے میں ماروں گی کٹاری رات کو
اے بُوا گو ہر حسین آباد کے تالاب پر — آبرو لی چاندخاں نے کل ہماری رات کو
چاندنی خانم ستم ٹوٹے ستارا جان پر — سیر دریا کی گئی کرنے ہے واری رات کو

جانصاحب میں نہ ہونے دوں گی بچی کو سوار
دن کو کیا سوتے تھے لائے ہو سواری رات کو

اس کتابی منہ کی اک مجھی دو گانا جان دو — میں نہا دھو کر ہوں آئی چومنے قرآن دو
ایک ہی شتا ہے باجی منجھلی بھائی کی بہو — موٹے موئے کیا لگائے ہیں مجھے طوفان دو
سوت کی بھبتی نہ کھائی ۔ بانج دنیا سے چلی — دل میں میرے رہ گئے افسوس یہ ارمان دو
ہاتھ اب مجھ کو کسی صورت لگا سکتے نہیں — اپنا سر کھاؤ مری پاپوش سے تم جان دو
چھاتیوں پر اور محرم کی میں کیا بھبتی کہوں — حُسن کے میٹھے مجھولی پر ہیں گاڑی بان دو

وہ مثل ہے میری ان کی ایسی الفت ہے بوا
جان تو ہے ایک اور قالب میں میری جان دو

تو خصم والی بنی سیج ہے اری ہاں اب تو — دیدہ چر ہانک ہوا اور بھی گوئیاں اب تو
فاضلہ جس سے کریما کی ہے نسبت ٹھہری — نام حق پڑھ چکا پڑھتا ہے گلستاں اب تو
اجڑی گھر بار بسا - ہو چکی بچوں والی — بیٹھ کر لڑکیوں میں کھیل نہ گڑیاں اب تو
کواریوں سے بھی سوا کرتی ہیں نخرے تلے — نوجوانوں کو پھنسایا یعنی ہے بڑھیاں اب تو

چوٹ چوٹی پہ ہو گل بھولے ہو چوٹی کی بہار
جان ٹنکواتی ہو موباف میں کلیاں اب تو

کیوں نہ دیدوں کو کہوں نوح کی اولادیں یہ — لائیں طوفان جورو کے دوگانا ددنو
پتلیاں یہاں متی آنکھیں یہ ہیں حیدرآباد — ایک عالم کا دکھاتی ہیں تماشا ددنو
باجی یوسف کے بچھڑنے سے جو پھوٹے دیدے — لے کے یہ اترے ہیں یعقوب کا ورثا ددنو
ڈولا[1] اچھلا ہے تری بہنوں کا سمجھا ان کو — میں تو چپ ہوں وہ مرا کرتی ہیں شکوا ددنو
ساس نندیں ہمیں جو چاہیں کہیں اے گوئیاں — ایسا ہی رکھتی ہیں کم بختیں یہ رشتا ددنو

سالیاں جورو سے اچھی ملیں تم کو اے جان
ایسی ہنس مکھ ہیں تمہیں جانیں رونا ددنو

رنڈوے کب تک رہوگے بھائی گھر آباد کرو — باپ دادا کے نہ تم نام کو برباد کرو
حق میں جورو کے قصائی نہ بنو اے بیٹا — نام مشہور تو کنبے میں نہ جلاد کرو
یہ نہیں پڑھنے کی اس آتو سے فتنہ انگیز — اس پہ آخون معین کوئی جلاد کرو
کیا سلیمان پہ تم مرتی ہو دیوانی ہو — مرد وا ڈھونڈھ کے بی کوئی پریزاد کرو
چھوڑتے مجکو ہو اب کرتے ہو شادی صاحب — کیا قسم کھائی تھی بھولو نہ ذرا یاد کرو

---

[1] ڈولا اچھلنا - غیر مرد سے آشنائی کرنا - شامت آنا -

سچ مثل ہے کہ گنہ کرتے ہو تم بے لذت ہے اگر بات بُری پھر کوئی اُستاد کرد
کر کے آزاد صنوبر کو اسے دے ڈالو
جان صاحب مرے شمشاد کا دل شاد کرد

دانوں پر ہر مرد چڑھتا ہے بڑی مشتاق ہو آٹھ دن میں نو سے ہونا جفت کیا ہی طاق ہو
سیکڑوں میٹھی مرادیں[1] آگئیں اکبار گی بی دوگانا روز تم مسجد کا بھرتی طاق ہو
پیٹ بھرلوں گی اجی دو گھر کی چکی پیس کر اور ہی رزاق ہے کچھ تم نہیں رزاق ہو
کوڑیا خانم کی بھائی کو نہ دینا کام تم جب تلک پیمانہ اگلے سال کا بیباق ہو
لوٹ کر گھر لے گئے ٹھگ کے ہم کو کھا گئے
جانصاحب تم ہماری جان کے قزاق ہو

دربار چلے ہیں اجی زنہار نہ ٹوکو دیکھو وہ خفا ہوں گے خبردار نہ ٹوکو
دیکھوں گی تماشا کہو دربانوں سے جا کر آنے دو نٹوں کو انھیں زنہار نہ ٹوکو
ہلکا ہے لہو اس کا ذرا دیکھ لو ایڑی[2] بچی مری ہو جائے گی بیمار نہ ٹوکو
عادت ہے یہ باندی کی تو پھر روں گی باجی لو چپ رہو اب ہو گئی ہشیار نہ ٹوکو
کس کام کو جاتی ہے خدا جانے دوگانا بے فائدہ تم کرتی ہو تکرار نہ ٹوکو
جھربیری کے کانٹے کی طرح لپٹے گی گلشن ہو جائے گلے کا نہ کہیں ہار نہ ٹوکو
مردوں کا بھی ہیں جانتی ہوں کام سنو جان
تم رنڈی سمجھ کر مرے اشعار نہ ٹوکو

---

[1] میٹھی مرادیں یعنے اچھی مرادیں [2] کسی کو نظر سے بچانے کے لئے اپنی ایڑی دیکھتے ہیں۔

ردیف ہ

جب چاہوں وہ احمق بنے اُلّو سے زیادہ
ٹونوں میں اثر ہے مرے جادو سے زیادہ

میں تول لیا کرتی ہوں نظروں میں ہر اک کو
کانٹا سی ہوں آنکھیں ہیں ترازو سے زیادہ

شیریں کی طرح تلخ ہے جینا مجھے مصری
باتوں میں تری زہر ہے بچھو سے زیادہ

ناحق نہ کرو پاس تم اس کا مرے بھیّا
ماں باپ کا ہے مرتبہ جورو سے زیادہ

عصمت نہیں ملنے کی اگر لاکھ پچھپے گی
کیسی کی بہو ادہی گھریلو سے زیادہ

جب مردوے نے پہلے پہل ہاتھ لگایا
میں باغ میں شرمائی لجالو سے زیادہ

دے ہاتھ میں جورو کے جو روزدے گے کمائی
باجی وہ کماؤ ہے نکھٹّو سے زیادہ

موئی کے لئے آبرو جینی نے گنوائی
یہ بالے سے سن میں بنی لولو سے زیادہ

ڈرتی تو ہیں سب بالیاں تجتی رہیں باجی
ہم جولیوں میں بن گئی گھگھو سے زیادہ

اے جان کہو ریختی اک اور تم ایسی
پہلو ہو ہر اک شعر کے پہلو سے زیادہ

گو آبرو مرزا کی سبے گنگو سے زیادہ
اسلام ہے رغبت مجھے ہندو سے زیادہ

لہریں ہیں بٹیں ناف بھنور پیٹ ہے دریا
پیڑو مری خضرو کا ہے ٹاپو سے زیادہ

کیوں پیل نہ ڈالیں مجھے تل لادے شکرو
یہ تشنہ ہے حق میں مرے کولھو سے زیادہ

ننھا سانہ جیوڑا مری بچی کا دہل جائے
بی نام نہ لو ڈرتی ہے جوجو سے زیادہ

کیوں گھاٹ پہ آنگیا کے نہ شکواؤں میں خضرو
ہے عشق مجھے کشتی کے اُلّو سے زیادہ

پلے سے بندھی اس کے یہ قسمت کی ہے خوبی
جو مردوا ظالم ہے ہلاکو سے زیادہ

لہ نام ہے یعنے اسے اسلام ﷺ تشنہ یعنے تشنیع ﷺ کشتی کا اُلّو یعنے کشتی نما اُلّو۔

یہ گت نہ بجا گھر مرا ویراں کرے گی — جنگلا[1] ارے منحوس ہے پیلو سے زیادہ

پیازو نظر آتا ہے مجھے دال میں کالا — باتیں نہ بگھارا کرو اردو سے زیادہ

وہ ٹھنڈیاں[2] نکلیں مری گاین کے دوگانا — ایک ایک ہے دانا اجی گھنگھرو سے زیادہ

اے جان قلم بند سُناؤں گی اسے بھوگ[3]

الجھے نہ فضیلت مری آتو سے زیادہ

منہ سے تو کچھ کہیں یہ کریں نابکار کچھ — مردوں کی بات کا نہیں بی اعتبار کچھ

کیا تخت و تاج لیں گے سلیمان کا مُوے — دیوانے ہو گئے پری خانم کہار کچھ

دل نوج ایسا ہووے۔ کڑی نرم کیوں سہوں — کرتی نہیں ہوں آپ کو صاحب میں پیار کچھ

اس کان جو سنوں تو میں اس کان دوں اُڑا — مانوں نہ ایک مجھ سے کہیں وہ ہزار کچھ

تم کو بسنت کی ہے خبر کیا میاں بسنت — ہے آج کچھ بہار تو کل ہے بہار کچھ

مسجد کا طاق بھرنے نگوڑی چلے گی کب — کیا فرض ہے دوگانا کو کرنا سنگار کچھ

پیارے میں ان پہ جا کے خدا جانے کیا ہوا

اے جان دل ہے کل سے مرا بے قرار کچھ

گوٹیاں چھپانا عیب ہوا اب پر آئینہ — مرزائی جامہ خانہ میں کروا کر آئی نہ

پھر اس میں مکھڑا دیکھو کہ گوندھا ہے کیسا سر — مشکی سے مانگ لاوے اگر عنبر آئینہ

جب تک رہی میں شیش محل میں تھا میرے پاس — موتی محل میں چوری گیا گو ہر آئینہ

آتی ہے عار سی مجھے فاقے بلا سے ہوں — بھیجوں گی بیچنے کو نہ میں گھر گھر آئینہ

سیدی سکندر آئے تو کہہ دینا بیگما — کہتی تھی گوئیاں لا یا بُرا حد بھر آئینہ

---

[1] جنگلا اور پیلو راگنیوں کے نام ہیں [2] چھینک [3] بھوگ سُنانا [4] گالیاں سُنانا۔

اللہ رے شوق بجی ابھی سے بناؤ کا
چھٹتا نہیں ہے ہاتھ سے اک دم بھر آئینہ

اس آئینے کے ٹوٹنے کا غم ہے دل کے ساتھ
چھاتی کا میرے بن گیا اب پتھر آئینہ

یوسف ہوں تجھ پہ مرتی زلیخا کی طرح سے
ہے میری چاہ تجھ پہ تری مجھ پر آئینہ

پھٹکار کس کے منہ پہ برستی ہے چل پرے
مُنہ دیکھ اپنا منگوا کر آئینہ

جو چاہے بولے دولھا کی ماں سرخرو ہوئی
بیگم بنی گے تخت کی لے چادر آئی نہ

تلخی تمھارے عشق کی لے جان گُھل گئی
سب باتیں آپ کی ہیں مرے دل پر آئینہ

ردیف ی

رانڈ ہو گور کا یا مُنہ اری کمبخت دیکھے
نوج غم سوت کا دنیا میں سہاگن دیکھے

دوستی میں تری جو رنج ملا ہے مجکو
کھو جڑے[1] پیٹے وہ دشمن کا نہ دشمن دیکھے

چشم بد دور ہیں نرگس کی رسیلی آنکھیں
گو ہے بیمار کوئی اس پہ یہ جیتوں دیکھے

شمع افروز کی بی چھاتیوں پر پھبتی کہوں
تیل پانی کے کنول آج ہی روشن دیکھے

چھپ کے مستی نہ ابھی بچّی لگا گوری ہے
کیا کہے چھو چھو جو آگے تری سوسن دیکھے

میری چوٹی کی تو وہ چوٹی کی ہے چوٹ پڑی
سو قدم اُڑ کے ڈسے جس کو یہ ناگن دیکھے

اور کیا ہو گا بنا گھر تو بگاڑا رنڈی
شر ترے ہاتھ سے کیا کیا نہیں خیرن دیکھے

نور تن کا مری دم دھک دھکی میں اٹکا ہے
جب سے اک اکّے کے بازو پہ ہیں جوشن دیکھے

باغ میں توڑو گل اندام جو کچی کلیاں
خار کیوں گر نہ ہو کن آنکھوں سے مالن دیکھے

جا نصاحب نے دیا جب سے گل اندام پہ دل
ایک جھنڈے کے ہزاروں اجی دشمن دیکھے

---

[1] کھو جڑے پیٹا یعنے نگوڑا۔

اب کہنے کو مانوں گی نہ زنہار تمہارے
دو سوت کو لے میری بلا ہار تمہارے

نادان ہو تم دوست ہیں ہشیار تمہارے
بی لڑنے کے آپس میں نہیں یار تمہارے

بڑھیا ہوئیں اب تک ہیں خریدار تمہارے
عاشق انھیں کہتے ہیں جو ہیں یار تمہارے

بے واسطے شر روز کیا کرتی ہے خیرن
رہنا مجھے گھر میں ہوا دشوار تمہارے

یہ ورثہ کا جھگڑا ہے سنو چھوٹی ممانی
دو چار بڑے اپنے ہوں دو چار تمہارے

لیں مول جو دو باندیاں بی اشرفی خانم
گاہک کوئی پیدا ہوئے زردار تمہارے

اچھے ہیں کئے ڈھونڈھ کے پیدا یہ دُگانا
ملکا تڑے ہیں دونوں طرحدار تمہارے

تم جھوٹ کے پتلے ہو تمھیں سچ سے ہے کیا کام
انکار سے بدتر ہیں سب اقرار تمہارے

عزت لو ہزاروں ہی کی اے جان وہ بد ہو
ہو قہر حوالے ہو جو اخبار تمہارے

کس گدھے باپو سے بنوا کے ہے لائی بجلی
اس پہ بجلی گرے جس نے یہ بنائی بجلی

ابری کاغذ پہ جو روتی ہوئی کھینچی تصویر
آہ کے بدلے ہوا میں نے بنائی بجلی

کالی چادر کو نہیں پھینک کے چمکی مہتاب
کوندے اوہی گھٹا سے نکل آئی بجلی

بالیاں۔ بالے اچھی چھالے مگر خوب بنے
چھوٹے دیدوں مجھے بھابی کی نہ بھائی بجلی

رعد خاں جو رو پہ کیوں گرجے نہ بادل کی طرح
بیچ کے یار کو رنڈی نے کھلائی بجلی

کیا بیاں کیجئے دانتوں کی چمک کا عالم
انبہ پرشاد لے ہنس ہنس کے گرائی بجلی

یار نے بھیجی ہے جب پہنے گی رسوا ہو گی
آج ظاہر میں اگر اس نے چرائی بجلی

کان[1] جھونٹوں کے بھی کاٹے ہوئے نکلے تو نے
ٹالے بالے ہی میں دن گزرا نہ آئی بجلی

بال[2] باندھی وہ بلا چور ہے اس سر کی قسم
جان صاحب پری خانم نے اڑائی بجلی

---

[1] کان کاٹنا یعنے سبقت لے جانا [2] بال باندھی چور یعنے مشاق چور۔

جان صاحب کی خبر لادے جو لے دلبر مجھے — اس کی ہیں لونڈی ہو لے بول وہ بےزر مجھے

ہو محبت کا بُرا راتوں کو گلیوں میں پھری — ٹھوکریں کھلوائی اس دل نے اجی در در مجھے

میری چوٹی گوندھ دے ماما تو وہ کہنے لگی — یاد ہے رسّی کے ڈسنے کا نہیں منتر مجھے

مل گئے کیا تم حسین آباد میں مجھ حور کو — باغ اب جنّت ہے اور تالاب ہے کوثر مجھے

آج اُن کے دل پہ آئینہ مری چاہت ہوئی — دیکھ کر دُبلی ہوئے حیران اور ششدر مجھے

سب دیا صاحب نے سچ ہے جھوٹ میں کہتی نہیں — تیل، سرمہ، مسّی، مہندی عطر بھی لاکر مجھے

چکنی باتوں کا ہو مُنہ کالا۔ کیا دل میرا خون — لال خاں پہناؤ گے پھولوں کا کم زیور مجھے

وہ اگر قرآن کا جامہ پہن کر کچھ کہیں — اے دوگانا جھوٹھ سمجھوں کچھ نہ ہو باور مجھے

مفت کرنا دور لے جانا مثل سچی ہوئی — کالے کوسوں لے گیا اک مرد دم دے کر مجھے

قدر کیا نامرد جانیں مردوے جو مرد ہیں
جانصاحب شاد ہوتے ہیں وہی سُن کر مجھے

جب نہ دو پیسے کمانے کی ہو تدبیر کوئی — ناک[لہ] میں کوڑیا خانم نہ کرے تیر کوئی

کلموہی رنڈی کٹے دھوپ میں کیا بال سفید — کرتا دانا سے ہے نادانی کی تقریر کوئی

قند کے بدلے نمک جھونک دیا شیریں نے — شکر وایسی بھی پکاتا ہے بھلا کھیر کوئی

چاندی خانے میں نہ سونا تھا تجھے اے فضہ — پھر یہ کہتی ہے بتائے مری تقصیر کوئی

نقش ہو جائے جو دل پر سنوں سو جان سے میں
بھائی مانی وہ پڑھو ریختی تصویر کوئی

مجھ سے کیا پوچھو اجی اپنے ہی گھر والوں سے — کوئی اچھا نہیں کہنے کا بُری چالوں سے

لہ ناک میں تیر کرنا یعنے تنگ کرنا۔ دق کرنا۔

مچھیاں رات کو کیا خوب نشے میں لیں واہ
خون کے نالے بہلتے ہیں مرے گالوں سے

میرے دیدے ہیں سمندر کے بھی نانا دادا
سیکڑوں ندیاں پیدا ہوئیں ان نالوں سے

بی صنوبر ہے عجب کیا جو لگے سرو میں پھل
پھول پیدا ہوئے مردوں کی اجی ڈھالوں سے

جانصاحب کے کبھی دم میں نہ آئی ہرگز
چھوٹے مرزا نے پھنسایا ہے بڑی چالوں سے

ہوں کھرے کھوٹے نہ اس میں آئے ہیں ٹکسال سے
اشرفی خانم روپے پر کھالے کندن لال سے

ہے خدا کی شان وہ افضل نسا خانم بنی
بیچتی پھرتی تھی گلیوں میں جو گھرنی فا سے

آپ کے سر کی قسم سب سے بڑا ہے اعتقاد
بھائی نعمت خان بڑی روٹی کی مجکو فال سے

ترش ہوتے ہوں تو ہوں کر منع ان کو نو بہار
ہے بڑا آزار نرگس کو نہ دیویں فا سے

جانصاحب تو رہے جم جم سلامت سچ تو ہے
نام روشن ہو گیا میرا ترے اقبال سے

ڈر ہے لگتا ادھی ان دونوں کی مجکو چال سے
چھوکری آندھی ہے لڑکا کم نہیں بھونچال سے

اے دوگانا شیخ جھبگا میری بجری کا غلام
ہے بڑا جھپ جھالیا بچنا تم اس کی چال سے

اس کی چاہت میں بری خانم سدا چھانے گی خاک
لاکھ پنڈت سے وہ پوچھے یا کسی رمال سے

نام میکے کا مٹایا کی اشارے بازیاں
کیا ہی کھل کھیلی ہے بنّو آتی ہی سسرال سے

باؤلے کتّے نے ٹیو خاں تجھے کاٹا تھا کیا
تو جو کہتا ہے چلا آتا ہوں میں گگرال سے

جانصاحب سچ یہ ہے ٹکسال والی کا کلام
جو نہ ہو دل کا غنی وہ کم نہیں کنگال سے

اجی وہ آندھی سی لڑنے کو ایک بار آئی
ہوا کے گھوڑے پہ دولت قدم سوار آئی

پکڑ کے بال میں پاپوش اس کے مار آئی
چڑھی دماغ کو گرمی تھی سب اُتار آئی

پھنسایا مرزا کو شہباز خاں کی باندی نے
جب آئی گھر میں تو وہ کھیلتی شکار آئی

بسا بسایا گھر اپنا نہ پھر بس پھولی پھلی
نگوڑی سبز قدم ایسی نو بہار آئی

خدا ہی خیر کرے بیگما کے ڈھینڈھے[1] کی
مہینا میٹھا[2] ہے کھاتی ہوئی اچار آئی

یہ ٹونکا[3] کیا ٹانگوں میں اپنا ڈال کے منہ
گئی میں چولھے کے آگے انھیں پکار آئی

نہ دیکھوں ماما کو درگاہ سے تو ہو آؤں
دماغ عرش پہ ہے لے کے کیا کہار آئی

بگڑ گیا ہوا معلوم تجھ سے یار ترا
زنانی شکل بنائے جو سوگوار آئی

دل اپنا کرتا ہے اے جان کس لئے بھاری
جو تیری بات تھی بگڑی ہوئی سنوار آئی

چوتھی کو تو صورت میں ذرا دیکھوں دلہن کی
بندھوا کے اُٹھنی مجھے لا دو اجی گہن کی

حق ماں کا بھی سمجھو نہ ہو ہامی[4] دلہن کی
بنیا تمھیں لازم ہے کرو بات چلن کی

اچھی مری نجبن بری خانم کو بُلا لا
میں مثنوی فیروز سے پڑھواؤں حسن کی

تم صبح کو پھر کس لئے کرتے تھے اشارے
چاہت نہیں مرزا جو تمھیں شام برن کی

جو کہتے ہو سچ کہتے ہو ہاں میں تو ہوں ایسی
گھر وا ہے میں تو جا کے خبر لیجیے بہن کی

چل دور پرے ہٹ یہ نہیں لوں گی میں چاول
بنیا ترا دھگڑا تھا جو تو لائی ہے کھنکی

یہ اُلٹا دھرا سیر میں پنسیری کا دھوکا
بھاتی نہیں باتیں مجھے کھوٹوں کے چلن کی

کھا لو یہی پکا ہے کریلوں کا جو سالن
صدقے گئی خاطر کرو مجھ رانڈ دلہن کی

---

[1] ڈھینڈھا یعنی حمل [2] میٹھا مہینا۔ حمل کا آٹھواں مہینا [3] جب کسی کو جلد بلانا چاہتی ہیں تو عورتیں اپنی ٹانگوں میں منہ ڈال کے چولھے کے آگے اس کا نام لیتی ہیں [4] ہامی بھنیا یعنی طرفداری کرنا۔

بھائی کا مرے بیاہ ہے ڈالوں گی میں آنچل[۱]
بنو اددو کوئی اوڑھنی اچھی سی گرن کی

کیوں جان نہ ہو بندی کے اقبال پہ صدقے
سنتی ہے مصیبت وہ سدا جھسی پڑن کی

دم مرا ناک میں ہے ہاتھ سے ناشادوں کے
تم تک آسکتی نہیں بس میں ہوں جلادوں کے

مجھ سے آآکے جو لڑتے ہیں میاں کے شاگرد
یہ تو انچھر ہیں پڑھائے ہوئے اُستادوں کے

اپنا پردیس سے آیا نہ مسافر سبزہ
راتیں ساون کی گئیں دن بھی گئے بھادوں کے

عشق دونوں کو جو زندی کا ہے لڑوائیں گے گھر
طور بے طور ہیں بی جان کے دامادوں کے

دیکھتی جس کو ہوں ڈرانہ چلا آتا ہے
دیدے کیا پھوٹ گئے ہیں موئے پیادوں کے

عشق میں اُن کے میں کس طرح نہ ہوں دیوانی
میرے مرزا میں ہیں انداز پری زادوں کے

جانصاحب کا اجی ہو گیا کچھ اور دماغ
جب سے جانے لگے دربار میں شہزادوں کے

بڑی باجی نے ناحق ہی ستم یہ مجھ پہ توڑا ہے
بتائیں تو وہ میرا کونسا دھگڑا نگوڑا ہے

لگے آگ ایسی گرمی کو ہوئیں سب چوڑیاں ٹھنڈی
پکڑ کے ہاتھ کیسے زور سے پہنچا مروڑا ہے

جواہر کیوں نہ اترائے جڑاؤ پہن کر گہنا
روپے والی ہوئی کس چیز کا اس کو توڑا ہے

بنی ہے جان پر اک دم نہیں چین اس کے ہاتھوں سے
نگوڑا دل ہے پہلو میں الٰہی یا کہ پھوڑا ہے

گئی تھی کل زیارت کے لئے مصری کی بنیا ہیں
اکیلا پا کے اس نے مجھ کو کیا توڑا مروڑا ہے

دبیل ایسی ہی میں تو ہو گئی دل دے کے ہاں صاحب
ستم جو جو کرو تم میرے اوپر وہ نہ تھوڑا ہے

---

[۱] نکاح کے بعد جب دولھا دلھن کے گھر میں ادائے رسوم کے واسطے جانے لگتا ہے تو دولھا کی بہنیں دروازے سے اُس کے سر پر آنچل ڈال کے گھر میں لے جاتی ہیں اور نیگ مانگتی ہیں۔

دوگانا جان کیسی باؤ کے گھوڑے پہ پھرتی ہے
ہوا جب سواروں میں خصم کا داغ گھوڑا ہے

زبردستی کی شیخی کرتے ہیں مُنہ اپنا بنوائیں
وہ کیا چھوڑیں گے مجھ کو آپ میں نے اُن کو چھوڑا ہے

مجھے سودا ہے کیا جو تیل مل کر سر کو چکٹاؤں
نہائی ہوں ابھی تو گیلے بالوں کو نچوڑا ہے

اسے اے جانصاحب گھاٹ پر انگیا کے ٹکواؤں
جو میں نے گوکھرو کشتی کا گنگا جمنی موڑا ہے

سر پہ باندی جو مرے آ کے تو چلاتی ہے
میں نے جانا اری چندیا تری کھجلاتی ہے

اپنی صورت سے جو کوکا مجھے ترساتی ہے
میں سمجھتی ہوں یہ سب دائی کی بدذاتی ہے

کل سے گھر میرے دوگانا جو نہیں آتی ہے
دل ہے بے چین مری جان چلی جاتی ہے

لوٹی جاتی ہے مری جان ہنسی کے مارے
دیکھنا چھوچھو کو کیسی پڑی بڑائی ہے

کچھ نہ کچھ دال میں کالا نظر آتا ہے مجھے
رات سے آنکھ جو گوئیاں تری شرماتی ہے

مجھ کو یہ چوچلا تیرا نہیں بھاتا ماما
جانصاحب سے تو کس واسطے کھسیاتی ہے

کہتی ہوں میں خدا سے یہ شام اور سویرے
جم جم رہیں سلامت باجی کے بچے میرے

عصمت کی دیکھوں حرمت کس طرح سے بچے گی
لڑکی کو اس کے لونڈے لیتے ہیں روز گھیرے

میں خود جلی بھُنی ہوں مجھ سے کرو نہ گرمی
بس ٹھنڈے ٹھنڈے صاحب تم جاؤ اپنے ڈیرے

بیٹھی ہوں سورما کی دو چوٹوں میں بھگادوں
لشکر امیر خاں کا گر آ کے مجھ کو گھیرے

سودا ہوا ہے تم کو اوباش میں نہیں ہول
گلیوں میں میری آ کے کرتے ہو تم جو پھیرے

مارے پڑو گے ناحق دیکھے نہیں ہیں تم نے
تلورے بانکے ترچھے بھائی مرے چچیرے

منگل کا دن ہے صاحب ہو جائے گی وہ بولی
بچی کو میری دیکھو مارو نہ تم ٹھٹھیرے [1]

---

[1] ٹھٹھیرا = جوار یا باجرے کی لکڑی۔

بھولی سمجھ نہ مجھ کو سنتا ہے جانصاحب
ایسی نہیں ہوں ننھی آؤں جو دم میں تیرے

دیا ہے کونسا میرا خزانہ بھر تو نے
نگوڑے فاقے ہی کروائے عمر بھر تو نے

بلایا یار کو گھر میں جو بے خطر تو نے
کسی عزیز کا لاڈو کیا نہ ڈر تو نے

طلاق دے مجھے یا عیب میرا ثابت کر
میں جان دوں گی نکالا ہے کیا اثر تو نے

نگوڑے اُلو کے پٹھے سے دوستی کر کے
بسا بسایا اُجاڑا زنا خی گھر تو نے

خدا بچائے تری جان رنڈی باز بنا
نکالے مردوے چیونٹی کی طرح پر تو نے

میں کوس کوس کے کھا جاؤں گی ہوں کل جھبی
مری زبان کا دیکھا نہیں اثر تو نے

ملوں گی تلوے تلے آنکھیں تیری اے نرگس
خصم کو میرے اگر دیکھا بد نظر تو نے

بچی ہوں آج بھی مر مر کے جانصاحب میں
گیا جو کل سے نہ لی آج پھر خبر تو نے

کھلوا نہ ٹھوکریں موے دل دربدر مجھے
رسوا نہ کر ذلیل نہ کر گھر بہ گھر[۱] مجھے

بچھڑا وہ جب سے پھر نہیں آیا نظر مجھے
میری خبر نہ اس کو نہ اس کی خبر مجھے

صدمہ تری جدائی کا ہے اس قدر مجھے
بے دانہ پانی کٹتے ہیں آٹھوں پہر مجھے

میں چھوڑ کر حلال کو کرواؤں جب حرام
برباد کرنے ہوویں جو چالیس گھر مجھے

کاہے کو غم کے ہاتھوں سے سولی پہ چڑھتی میں
منصور تجھ سا کوئی جو ملتا بشر مجھے

طوفان کے لگانے سے ہوگا نہ بیڑا پار
دیکھا کسی کے ساتھ تھا تا لاب پر مجھے

وہ تو سڑک تھی ہاتھ پکڑ لیتے بے دھڑک
میرا تو ڈر نہ تھا یہ تمہارا تھا ڈر مجھے

تم پانی پانی شرم سے ہوتے اجی فقط
میں ڈوب مرتی اتنی تھی غیرت اگر مجھے

اک شمع والے پر میں ہوں پروانہ آج کل
جلتی ہوں نیند آتی نہیں رات بھر مجھے

---

[۱] گھر بہ گھر عورتوں کی زبانوں پر ہے مگر ترکیب غلط ہے۔ مبین

پھنسواتی ان کی ننھی بڑی کو میں صدر میں　　ہوتا دوگانا جان جو منظور شر مجھے
جب اوکھلی میں سر دیا دھمکوں سے کیا ہے ڈر　　سب کو خدا دے جیسا دیا ہے جگر مجھے
مرزا یہ جان جاتی ہے حاکم سے بھی کہوں　　پھانسی دے یا چڑھائے کوئی دار پر مجھے

آ آ کے ہر گھڑی جو یہاں گھورتا ہے تو
اے جان تیرے دیدے سے لگتا ہے ڈر مجھے

بچھیا موباف چوٹی میں نہیں گوئیاں نے ڈالا ہے　　لپیٹا اوہی رسّی کا یہ بچہ کوڑیالا ہے
موا خورشید کیا مہتاب سے رُتبے میں اعلیٰ ہے　　یہ لے پالک ہے خانم کا تو وہ مرزا کا پالا ہے
خدا کا قہر ٹوٹے کسبیاں لونڈوں سے لڑتی ہیں　　زناخی لے نہیں لڑکی یہ پالی سانڈ پالا ہے
کسی دھگڑے کا اپنے سوگ رکھا ہے دوگانا نے　　محرم بھی گیا اب تک دوپٹا سر کا کالا ہے
نماچا مارا۔ مارا میرے لڑکے کو تمھیں کیا ہے　　نہ کچھ کہنا اسے صاحب مرے بھائی کا سالا ہے

گیا جوتا نیا میراثی میں آن کر ہے ہے　　تمھارا گھر ہے بی ہمسائی یا کانڈو کا نالا ہے
مرا دم ناک میں ہے اے دوگانا سمدھیانے سے　　بٹے گی دال جوتی آج پھر بنو کا چالا ہے
کٹوری کانچ کی پہنے ہو جو گوئیاں کہوں پھبتی　　اناروں پر لگایا آ کے یہ مکڑی نے جالا ہے
دِدانے مال کا اتنا کے پھر دعوے کیا مجھ سے　　گرُے موے اُکھاڑے پھر وہی جھگڑا نکالا ہے

کہوں کیا جانصاحب آج تو وہ اڑ کے بیٹھا تھا
ہزاروں منتیں کر کے موئے بنئے کو ٹالا ہے

سوت کا بیٹ ہے یہ غم ٹھہرے　　اور میرا نہ ہے ستم ٹھہرے
روز تم آگ لینے آتے ہو　　نہ کبھی پاس ایک دم ٹھہرے
آج[ا] کیا جاتی دیکھی ہے دنیا　　کچھ تو چونڈے پہ ہے کرم ٹھہرے

[ا] آج کیا جاتی دنیا دیکھی۔ یہ اُس وقت کہتے ہیں جب کوئی مدتوں کے بعد متوجہ ہوتا ہے یا سفر سے واپس آتا ہے۔

کروں آزاد میں صنوبر کو — لوگو اُن کی اگر حرم ٹھہرے
شیخ کو دن لگے ہیں موتی جان — سجادہ اد ہی چھوٹے ہم ٹھہرے
دونوں ڈالیں ابھی کڑھائی میں ہاتھ — میرے اُس کے یہی قسم ٹھہرے

اب نہ بولوں گی جانصاحب سے
بات کہنا بھی گر ستم ٹھہرے

جاسوسی لینے میرے خبردار کب پھرے — صاحب کو لوگو ڈھونڈھتے دو چار کب پھرے
کیا سوئیاں جہاں سے ناپید ہو گئیں — تم ڈھونڈتے مرے لئے بازار کب پھرے
مرنا ہے مجھ کو ان پہ نہ بہتاں لونگی میں — مرزا جو مجھ سے کر گئے اقرار کب پھرے
لوگوں مرے وکیل سے ہمسائی گٹھ گئی — جب لگ گئی قبالے میں دیوار کب پھرے
نرگس کے میں تو جینے سے بے آس ہو گئی — ایسے خدا کے گھر سے ہیں بیمار کب پھرے
کنگھی گئی وہ لینے جو چلتی ہے جوں کی چال — سر کب گندھے گا دیکھئے مردار کب پھرے
بے داموں دے جو آئی میں بی جنس حسن کی — بے آس اوہی اپنے خریدار کب پھرے
کر یاد باپ بھائی کے بچے کدھر گئے — بیہوش کو تو رونی ہے ہشیار کب پھرے

باندھو نہ پیش بندی ہے تسبیح ہاتھ میں
اے جان کب ملے نہیں سو بار کب پھرے

سرکار میں ہے گھر میں وہ بے پیر نہیں ہے — وسواس نہ کر شوق سے آ بیر نہیں ہے
دیوانی ہو جھوٹے کی پڑے جان پہ بجلی — توڑا ہے مرا طوق ہے زنجیر نہیں ہے
شیریں اسے ہمشیر کھلا دیں نہ سلونا — چاٹی مری بچی نے ابھی کھیر نہیں ہے
نقشہ ہے بوا گول مصوّر کی بہو کا — ہاں آدمی کی شکل ہے تصویر نہیں ہے

یہ الیس رہی اپنے نشانے کو نہ چوکی
ہمسر کے کیا ناک میں کب تیر نہیں ہے

موتی بڑی گوہر کے ہیں دراوانہ نے بدلے
قسمت ہے یہ اس کی مری تقصیر نہیں ہے

پایا جو خصم نیک تو بد ساس ملی ہے
کیا بگڑوں بن آتی کوئی تدبیر نہیں ہے

کس طرح سے لوں سوت کچھل پائی کی میں جان
تنہائی نہیں - پاس کوئی بیر نہیں ہے

جو مرد ہیں وہ قدر مری کرتے ہیں اے جان
نامرد کے آگے مری توقیر نہیں ہے

میری جوتی سے - نو بہار گرے
اس کنوئیں میں نہ زنہار گرے

ڈر گئی چھت سے وہ جہار[1] گرے
ایک دو کیسے تین چار گرے

میں نہ بولی نکالیں شاخیں لاکھ
میر گل پاؤں پر ہزار گرے

مجھ کھری سے یہ کیا ہے کھوٹاپن
تجھ پہ بجلی موئے سنار گرے

میلا اترک کا سارا لوٹ لیا
ٹڈی دل کی طرح گنوار گرے

اس میں گھوڑے کی کیا خطا مشکی
چھنکتے وہ ہوئے سوار گرے

تم ہو دانا ولایتی خانم
بولو کیا وجہ تین چار گرے

ق

نگلی نہ ہے ہوا چلتی
خود بخود ٹوٹ کر انار گرے

کھا گئے گلگلے[2] یہ آسا کے
ٹومیں ٹانگیں جو بدار گرے

منہ کی خورشید کھائے اے مہتاب
اوندھے منہ ہو کے ایک بار گرے

جان صاحب اک اور ریختی کہہ
ہو وے ثابت ہزار بار گرے

---

[1] جہار - پتھر یا ڈھیلے کا بڑا ٹکڑا [2] عورتیں بعض منتوں کے پورے ہونے پر بی بی عائشہ کے گلگلے پکاتی ہیں اور سیدانیوں کو کھلاتی ہیں۔ مرد اور ناپاک عورتوں کو چھونے نہیں دیتیں۔

یہاں غبّارہ۔ دور پار گرے — گھر جلے سوت کا وہ پار گرے

بچے والی مرے نہ دنیا میں — پیڑ خالق نہ باردار گرے

غش ہو سن کر ستار جنگلو کا — پھینک کر بین بینکار گرے

تار باتوں کا ٹوٹے اے گائن — کہیں کھونٹی سے یہ ستار گرے

گیا ہی چھٹنے سے چاروں شانے چت — بچے دونوں یہ ایک بار گرے

کیوں نہ منہ دوسرے کا دیکھے وہ — آپ سے کھل کے جو ازار گرے

اوہی مر! اچڑھایا پیڑ پہ کیوں — نہ کہیں میرے ہی نوبہار گرے

جانصاحب کمر میں آئی چک
لے کے ڈولی جو کل کہار گرے

محل میں آئے وہ میرے گئی گردش ستارے کی — بہت دن سے خفا تھے آج مجھ سے بات بارے کی

مثل ہے ہاتھ بیچا ہے نہیں کچھ ذات بیچی ہے — نہ سمجھے نرم کوئی میں بھی بیٹھی ہوں کرارے کی

ڈرے گی مرد سے جب پھیر میں ریوڑی کے آئے گی — ابھی صورت نہیں دیکھی ہے اے شیریں کرارے کی

نہانے جو گئے ہیضے سے لاکھوں مر گئے ہندو — خبر جمنا سے پائی ہے یہ گنگا کے کنارے کی

نہ میں گونگی نہ میں بہری سنو میری کہو اپنی — اجی کیا بیچتے گپ چپ ہو جو سمجھوں اشارے کی

نہ بھولوں گی کبھی یاد اس کی باجی ایک ڈھاڑی سے — سنی ہے دائرے میں چیز میں نے وہ کدارے کی

عزیزوں سے سوا میں چاہتی ہوں اپنے یوسف کو — زلیخا باجی ہے مجکو قسم فرزند پیارے کی

ستارا جان میری آج کل ہے زور پر رتی — مجھے مہرن نے بھجوائی ہے انگیا چاند تارے کی

۱؎ دور پار: خدا نخواستہ۔ خدا نہ کرے ۲؎ ریوڑی کے پھیر میں آنا یعنے کسی لالچ سے مصیبت میں گرفتار ہونا۔
۳؎ گپ چپ یعنے گپ چپ کے لڈو یا مٹھائی ۴؎ دائرہ ڈفلی یا چنگ کو بھی کہتے ہیں ۵؎ کدارا۔ دیپک راگ کی راگنی کا نام۔

ہوائی منہ پہ ہے مہتاب کے اُڑتی اجی دیکھو　　کبھی صورت نہیں چھپتی ہے جیتے اور ہارے کی
نہ بھیگی ہیں مری پلکیں نہ آنکھیں ڈبڈبائی ہیں　　کنارے پر اجی نہروں کے باڑھیں ہیں نہارے کی
سناری کی محبت میں جو نکلیں تار آنسو کے
نہ کیوں دیدے پہ پھبتی جانصاحب کے ہو پارے کی

ڈولا گئی سرکار میں ہمشیر تمھاری　　روٹی کی بخوبی ہوئی تدبیر تمھاری
چلتی نہیں جو رد پہ جو تدبیر تمھاری　　بیٹا میں اسے کیا کروں تقدیر تمھاری
سن سن کے مرا حال وہ چھندرا کے یہ بولے[1]　　کچھ ہم تو سمجھتے نہیں تقریر تمھاری
ایسی بھی تو دیوانی نہ تھی اے پری خانم　　بن پوچھے پہن لینی میں زنجیر تمھاری
گھر میں رہے رنڈی کے ہو باتیں نہ بناؤ　　جھوٹی ہے سراسر اجی تقریر تمھاری
عصمت تو بڑی نیک تھی اب ہو گئی بدکار　　ہمسائی یہ صحبت کی ہے تاثیر تمھاری
کروائے گی اب خون مرے لال کا حساب　　ہے سرخرو چونڈا جو یہ ہمشیر تمھاری
مہتاب کا چاندی کا ہے توڑا گیا چوری　　قطعہ　بی مہر نسا سونے کی زنجیر تمھاری
شادی کا ہے گھر کس کو کہوں بن نہیں آتی　　اس میں نہ خطا میری نہ تقصیر تمھاری
اے جان بسر ہووے گی کس طرح سے اوقات
میرا کہیں منصب ہے نہ جاگیر تمھاری

دکھاتا رنگ زمانے کا اوہی کیا کیا ہے　　مرا کلام بھی جمشید کا پیالا ہے
چڑھاوے آوے میں جس ہیں کمہارنے برتن　　یہ دیکھا اس نے کہ سو پکے ایک کچا ہے
نہیں سمجھ کوئی بات آج باجی آجائے　　لویں پہننے تو مشکل ہے بچہ ہونا ہے

[1] چھندرانا یعنے انجان بننا۔

کمال منہ کا نوالا نہیں ہے بی نعمت — خمیر چینی کا بارہ برس میں اٹھتا ہے
نہ آبخورے سے ڈلواؤ سر پہ پانی تم — اسی سے لے بوا ہو جاتا بال خورا[1] ہے
یہ ٹوٹکا ہے محل خانے والیوں کا سند — ہزار بار سنا لاکھ بار دیکھا ہے

ق

تمام عمر نہ آئے گی یہ زبان اسے
کہے وہ ریختی لے جان اس کا منہ کیا ہے

نوج تم پر کسی کا جی نکلے — سچ ہے تم بے وفا جی نکلے
موتی خانم کی آبرو کے نثار — چار یار اس کے جوہری نکلے
میر گل کو بلا لے اے چینا — کچھ تو اس دل کی بے کلی نکلے
مفت رکھا نہ ایک کوڑی دی — میں تو مرشد تھی وہ ولی نکلے
باجی سمجھو نصیب ٹیڑھا ہے — سیدھی باتوں میں گر کجی نکلے

جانصاحب غزل کا لطف یہ ہے
بات میں بات اک نئی نکلے

جو میرے ڈالنے کی گھر میں جستجو کرتے — تو باجی اماں سے وہ آکے گفتگو کرتے
موئے زنانے مری قدر اوہی کیا جانیں — مرے تو آنے کی ہیں مرد آرزو کرتے
ہماری ان کی ہے اولاد ایک جان جگر — عزیز ان سے بھلا اپنا ہم لہو کرتے
زناخی جان بڑے بھائی کا گلہ ہے عبث — وہ بات چھیڑتے شادی کی گفتگو کرتے

محبت ہوتی اگر ہم سے جانصاحب کو
نہ اس طرح ہمیں رسوا وہ چار سو کرتے

---

[1] بال خورا ایک مرض ہے جس سے سر کے بال گر جاتے ہیں۔

چھوٹی خانم کے جو گھرن کے غزل خواں پہنچے
میں تو ٹھنکاری تھی وہ گھور تے پریاں پہنچے

بے کلی دل کو ہوئی نوچ میں پہنوں گجرے
پھولوں کے بوجھ سے دُکھنے لگے جُنیاں پہنچے

میٹھی باتوں پہ نہ جا بس کی ہے وہ گانٹھ مُوا
کیا کہوں اس سے جو صدمے مجھے گوئیاں پہنچے

کچھ بھی سرسبز ہے تم سے نہ الف خاں لوں گی
مجھ کو ہاتھوں سے کریما کے گلستاں پہنچے

حُسن وہ نام خدا تجھ میں ہے چھوٹی خانم
حور پہنچے ترے مُکھڑے کو نہ غلماں پہنچے

یہ نہ لکھا نہ پڑھا لاکھ وہ قابل تھے اجی
جانصاحب کی نہ باتوں کو الف خاں پہنچے

کر رہا ہے اپنے بیگانوں میں رُسوا دل مجھے
اس نگوڑے نے نہ رکھا اب کسی قابل مجھے

اُلٹی سیدھی باتیں ہٹ دھرمی سے جو چاہو کرو
آپ قائل ہو کرو گے کیا بھلا قائل مجھے

رنڈیاں لالا کے دلتے تھے مری چھاتی پہ مونگ[1]
دق کیا ایسا کہ آخر ہوگئی ہے سل مجھے

پاس اگر ان کے نہ جاؤں میں تو او کو کیا کروں
چین ہی لینے نہیں دیتا نگوڑا دل مجھے

گر نہیں آتے مری باندی کی جوتی سے نہ آئیں
ہر گھڑی کی دانتا کل کل سے ہے کیا حاصل مجھے

لیتے ہی انگڑائی ایسی چک کمر میں آگئی
لیٹ کر اُٹھنا ہوا ہے اد ہی اک مشکل مجھے

آپ کے غصے کے ڈر سے جا کے چھپ جاتی اجی
کیا کروں صاحب نہیں ملتا جو ہے کابل مجھے

میری بیری کھائیں بتیسے کی صاحب جیتے رہیں
لڈو بنواؤں گی لا دو تل پورے سے تل مجھے

روز پھر آتی ہے لونڈی مری جا کر خالی
بھاڑ میں جائے[2] کرایہ وہ کریں گھر خالی

---

[1] چھاتی پر مونگ دلنا۔ آشنا یا دوسری عورت کی طرفداری میں مرد کا ایسا فعل کرنا جو اُس کی زوجہ کو ناگوار ہو [2] بھاڑ میں جائے اکیا۔ کو سنا ہے یعنے جہنم میں جائے۔

لال مُنہ ہو گیا غُصّے سے نہ کھانا کھایا — سُنا مرزا نے جو پکّے ہیں چقندر خالی

ہائے یہی ایک دو شالہ مرے سر پہ مرزا — دے نہ آنا جو نہ ہو بھڑوا رفوگر خالی

کام بیگم نے کیا گونڈے میں مردوں کا اجی — گڑھیاں نوروز میں کروائیں بہتر خالی

مجھ کو دھڑکا ہے دوا ان کی خدا خیر کرے — خط گلے میں نہیں آتا ہے کبوتر خالی

یہ بھی ہر روز نئی رنڈی لگا لاتا ہے
جانصاحب کا نہیں رہتا ہے چھپر خالی

کب کب آتے تھے جو مرزا میرے گھر آنے لگے — فیلسوفی سے زناخی کی مگر آنے لگے

جم جم آئیں منجھلے آغا منع میں کرتی نہیں — قہر یہ ہے ساتھ ان کے بد نظر آنے لگے

ناک چوٹی میری کٹواؤ گے اپنا ہاتھ منہ — گھر میں وہ بیٹھے ہیں تم ایسے نڈر آنے لگے

اِن خواصوں کے دوا دھگڑوں نے پھر جو ستم — پھر اسی صورت سے ڈھیلے رات بھر آنے لگے

لڑکی اِن باتوں سے تو مردوں کا سر کٹوائے گی — جو نہ آتے تھے وہ اب تجھ کو ہنر آنے لگے

مارے دُبلاپے کے اس حالت کو پہنچی بیگما — دونوں ہاتھوں سے گرے ہر دم اُتر آنے لگے

دن دہاڑے کس لئے تم میرے گھر آتے نہیں — کس کا ڈر ہے چھپ کے جو پچھلے پہر آنے لگے

لالہ موجی لال کی خاطر سے گوئیاں آتے ہیں
بن بُلائے جانصاحب کیوں اِدھر آنے لگے

باہمن یہ مجھ سے کہتے ہیں پوتھی بچار کے — پھندے میں تم پھنسو گی ابھی تین چار کے

ویسا نہ پایا پاس رہی میں ہزار کے — اُس کے گلے کا ہار ہوئی جب تو ہار کے

اللہ رے گھمنڈ مری نو بہار کے — پھولوں نہیں سماتی بھڑوے سے پیار کے

ننگی کھُلی نہ بیٹھی ہوں ہمسائے والیاں — کوٹھے پہ تم چڑھا کرو صاحب پکار کے

چاندی کا تار تم کو نہ لانا ہوا نصیب — سونے کا میرا لے گئے زیور اُتار کے
گھراج کیوں نہ پہنے گی ہے آج اس کا راج — دو جوہری ہیں یار جواہر نگار کے
میکے کے میرے نام کو باندی نہ کر ذلیل — یہ چُل مٹاؤں گی میں تیری مار مار کے
قبضے میں جن کے ہوں ترے ٹکڑے اُڑائیں گے — جیتا بچے گا تو مجھے تلوار مار کے
ہاتھوں سے اِن کے لاکھ کا گھر خاک ہو گیا — کنگلی بنا دیا ہے مجھے ہار ہار کے
دیکھو مرے بدن کو لگاؤ گے تم جو ہاتھ — سر پر چڑھوں گی پاؤں سے جوتی اُتار کے
دیکھی جو اپنی چوٹی کی پرچھائیں رات کو — رسی سمجھ کے بھاگی میں اک چیخ مار کے
نرگس کی انکھیں ہو گئیں چُندی لگائے روز — اک پھول کی کٹوری میں کاجل ہی پار کے
در گور تم کو اپنا ہی مطلب ہے سوجھتا — اے جان میں تو مرتی ہوں ہائے بخار کے

انگوٹھی تو یوں مفت پائی نہ ہو گی — ستاروں کو جب تک دکھائی نہ ہو گی
بھلی عورتوں سے بُرائی نہ ہو گی — بُرے مردوں سے بھلائی نہ ہو گی
منگا دو مجھے ڈولی میکے کو جاؤں — تمہارے لئے کچھ بُرائی نہ ہو گی
قیامت کا دن یاد رکھو نہ بھولو — وہاں کیا خدا کی خدائی نہ ہو گی
نہ ہرگز کروں بات رمضان خاں سے ق — جیوں مر کے تو بھی صفائی نہ ہو گی
ہے پہلے پہل رکھا بجی نے روزہ — اگر اس کی روزہ کشائی نہ ہو گی
لگایا کرے آگ پانی میں سوکن — کبھی میری اُن کی جُدائی نہ ہو گی
بُری تو بتاتی ہے مسی کو سوسن — فرشتوں نے تیرے لگائی نہ ہو گی
نہ بھیجو اسے باجی بی بی کا دانہ — وہ ہے میلے بھر سے نہائی نہ ہو گی
میں کیا جان صاحب کے گھر سونے جاؤں — سوا خاک کے چارپائی نہ ہو گی

کام جمنا سے نہ رکھتی ہوں نہ کچھ سوسن سے
سیر گلزار مگر سمجھوں گی ہاں گلشن سے

دونوں مستی کی رتیں ہیں یہ دوگانا جنیاں
مردوے ہولی سے خوش ہوتے ہیں ہم ساون سے

میری گوئیاں کی جو چوٹی میں ہے موباف سیاہ
باجی ڈسوائے گی دل کس کا اس ناگن سے

ہونٹھ مل مل کے ابھی نیلے کروں گی مرزا
بہ جو تیخ بند اپنی کرے کہئے ذرا سوسن سے[1]

میں بہ کلپتی ہوں تری جان کو اب آٹھ پہر
تو جھوا جھو کیا کرتا ہے پڑا دھوبن سے

بیگما کھاتی ہیں پھر روٹی پہ روٹی رکھ کر[2]
جانصاحب یہ سنا میں نے ہے مجبون سے

کپڑوں کے نام

قاضی جی کس کتاب میں لکھا یہ حال ہے
بقچی حرام کہتے ہو بقچا حلال ہے

رادھا کو اپنی یاد کرے کیا وہ مال ہے[3]
کون اس سے رادھا نگری کا کرتا سوال ہے[4]

نینوں کا تھان بیچ چکے لالہ نین سکھ
ڈھا کا دیا ہے بوٹی کا یہ ان کا جال ہے

جا سوسی بنتی ہیں یہ صحنچی میں باندیاں
ان سے تو چھپ کے باتیں بھی کرنا محال ہے

مرزائی جان پہنے گزی کیوں گزہی
گاڑھا ہے یار کپڑے کا جو کو ٹھی وال ہے

گل کھاتے ہو یہاں۔ ہے بنارس میں گلبدن
ابلہ پری کا اپنی یہ تم کو خیال ہے

ململ کے ہاتھ رہ گئی تن زیب کے لئے
دیں بھاری جوڑا سوت کو اس کا ملال ہے

بھیجا ہے اس کو یار نے کمخواب محرمات
فصہ کے ساتھ سونا خصم کو محال ہے

سیدھا کروں گی آج روئے کو خوب سا
آڑا منگانے پر ہوا ترچھا کمال ہے

---

[1] بہ جو تیخ بند کرنا = چپ رہنا [2] روٹی پر روٹی رکھ کے کھانا یعنے اطمینان سے زندگی بسر کرنا [3] اپنی رادھا کو یاد کرے یعنی اپنے گھر خوش رہے۔ جائے۔ ہوا کھائے [4] رادھا نگری ایک قسم کا ریشمی کپڑا جو رادھا نگر میں بنا جاتا ہے۔

بکھلی قلندری پہ نگوڑی فقیرنی — کیا موئی چھیٹ کا اجی دنیا میں کال ہے

پھولام کی کٹوریاں جوبن کی ہے بہار — چڑیا پھنسی ہے آکے وہ کرتی کا جال ہے

رستی دراز عمر کی کوتاہ ہو چکی — در گور لمدراز کا کس کو خیال ہے

لوں گی نہ لنکلاٹ کبھی اور نہ کام لیٹ — بڑھیا ہوئی ہوں دل مراگودڑ کا لال ہے

ٹانڈے میں جھولا مار گیا شربتی کو بی — کمبخت کو یہ کیسا لگا میٹھا سال ہے

جوڑے میں پائجامہ جو ہے چارخانے کا — گھر چار وہ کرے گی یہی کھلتا حال ہے

یہ تانا بانا جس کو خوش آئے کرے نکاح — بہتر ہے یہ حرام وہ بدتر حلال ہے

بیگمی کا اک نمونہ ہے یہ ریختی مری
اے جان جس کو قدر ہے اس کا یہ مال ہے

کوئی بھی پوچھتا نہیں لچھمی یہ حال ہے — دولت ہمارے حُسن کی مُردے کا مال ہے

لہلوٹ کھل اُوپاڑ[۵۱] کے پالے پڑی ہوں میں — دم کیوں نہ اُلجھے بال کی اب کھنچتی کھال ہے

حلوائی کی دُکان کی پھبتی نہ کیوں کہوں — دن رات آسمان مٹھائی کا تھال ہے

ہے چاند تو اندرسا ستارے ہیں گولیاں — شاخیں کرن ہیں اور یہ سورج سہال[۵۲] ہے

مصری نہ بات ایسے عزیزوں سے کرتی میں — یوسف منا کے لے گیا اِس کا خیال ہے

کیا ہو گا گُل ہزار پھلاے موا بہار — میں پات پات ہوں وہ اگر ڈال ڈال ہے

چنپا گلے کا ہار جو ہے باغبان کے — کیا دھوتی بند نے کیا تجھ کو نہال ہے

بانا لیا فقیری کا چیتے کی اوڑھی کھال — بن بن پھروں گی اس کی کمر کا خیال ہے

آٹھ آنے پیسے باندھ فرنگی محل چلے — اب کے ٹماٹش ٹمینوں کا جنیاں یہ چال ہے

---

۵۱ کھل اوپاڑ = کھال اُدھیڑنے والا۔ لالچی ۵۲ سہال = ایک قسم کی خستہ روغنی روٹی۔

نرگس یہ ڈیڑھ دیدے نہ رو بیٹھنا کہیں　　آنکھیں بگاڑ دیتا نگوڑا کہ حال ہے

سولہ کے پاس اشرفی خانم وہاں رہی
اے جان کھوٹے شہر کی یہ کھوٹی چال ہے

کھیلے مسجد میں جو اسب کے ہیں نگوار بندھے　　اک دوگانا کے انوکھے نہیں دو یار بندھے

سینہ بے چین ہو پر چھاتیوں کو چین ملے　　محرم انگیا کی مری کھینچ کے دیوار بندھے

ساتھ نرگس کا بنفشہ نے دیا تنگی میں　　ایک کیا دو دو گلے سے مرے بیمار بندھے

اس ننانویں[لہ] کی سدا نام سے پرہیز کرو　　نوج پلّے سے. نوا عشق کا آزار بندھے

قاضی اُتنے ہی پہ پڑھا مری فضہ کا نکاح　　مہر میں اشرفی خانم کے جو دینار بندھے

مینڈھے لڑواتی ہو تم پال کے بھابی بکری　　کھول لے جاؤ نہ گھر میں مرے زنہار بندھے

جو موئے تکتے کسی کی ہیں بہو بیٹی کو　　چور کا حال ہوا جب ہوئے اظہار بندھے

چین جب آئے گا دل کو مرے بھیا یوسف　　ایک رسّی میں یہ سب چوٹٹا بازار بندھے

ٹکٹکی باندھ کے دیکھے جو تجھے اے نرگس　　دونوں دیدے ہوں بہم ٹکٹی سے وہ یار بندھے

سر زبردستی گنواری کا جو ڈھانکے بنّو　　کوڑے اور جوتے پڑیں جھٹ سے گنہگار بندھے

اپنے اللہ سے ہر دم ہے یہ بندی کی دعا　　روزی مردوں کی کھلے پھر کہیں تلوار بندھے

جانصاحب جسے خوش ہوتے ہیں سُن کے شاعر
ریختی میں وہ تری قافیے دو چار بندھے

تم سے نسیم کیا کہوں وہ لوگ کیا ہوئے　　اپنے گئے بہار کے دن سب ہوا ہوئے

آنکھیں ملائیں اوروں سے ہم سے جدا ہوئے　　جنگلی ہرن سے تم اجی وحشی سوا ہوئے

پھولی پھلی نہ ہائے صنوبر سی جورو بانجھ　　وہ کیا نہال دے کے مجھے بد دعا ہوئے

[لہ] ننانواں عورتوں کی اصطلاح میں وہ ہے جس کا نام لینا اچھا نہ ہو یا جس سے نفرت کرنا چاہتی ہیں۔

کڑوے کسیلے دن میں لگی زہران کو بات　　مصری کو کوسا شیریں نے وہ بد مزا ہوئے

ٹیڑھے ہو اپنی جورو سے سیدھی سُناؤں گی　　خوش رہئے آپ مجھ سے جو ناحق خفا ہوئے

اے خضر دجن کی چاہ میں کُنبے کا ڈوبا نام　　دشمن ہیں جان کے وہی اب آشنا ہوئے

لڑکے یہ بگڑے۔ تیلی کا چکنا گھڑا بنے　　دیدے کا پانی ڈھل گیا وہ بے حیا ہوئے

اے جان ہر زمیں میں وہ ریختی کہی

سُن سُن کے ہوش بیریوں کے باختا ہوئے

نام پھر حاتم کا جاگا سوم خلقت ہوگئی　　اُڑ گیا دنیا سے پیسا گم سخاوت ہوگئی

جس بھرے گھر میں گئی پھر آئی خالی ہاتھ میں　　جا بجا جانے سے دل کو باجی نفرت ہوگئی

چار پیسے تک نہ ڈولی کے کرایہ کے دئے　　کوڑیا خانم مری کوڑی کی عزت ہوگئی

کی نہ تھی وہ بات جب تک بلبلاتا تھا بہت　　تھوک تیری مردوے دودں کی چاہت ہوگئی

کچھ نہیں اب ہونے والا جانصاحب جان لے

اس زمانے میں بھی ہمت خان کی ہمت ہوگئی

مرزا کے جب سے نکلی۔ نہیں آتشک گئی　　بد بات پھوٹی چار میں یہ ہانڈی پک گئی

ایسی سیاہی چھائی یہ آنکھوں میں یار بن　　لو کھیر میں ہے ڈالنے شیریں نمک گئی

بیری کو بھی مرض نہ جدائی کا ہو نصیب　　غش آیا گر حکیم جی دروازہ تک گئی

سب لیئی پونجی[1] کھا گیا تیرا دبنگ یار　　مجھ سے نہ اُڑ زناخی تو اس سے جھپک گئی

بیچا جو منہ یہ باندھ کے اے جان آیا تو

بچی مری دہل گئی اور میں جھجک گئی

---

[1] لیئی پونجی یعنے مال متاع۔

ثریا جاہ کا دل میں نہایت قدر دانی ہے
مری کیا اصل اے مہتاب ان کی مہربانی ہے

عجب سرسبز جوبن ہے کرے گی خون دھگڑے کا
ستم محرم کی کرتی سرخ انگیا آج دھانی ہے

ترے دل میں مصری - جاہ یوسف بیگ بھیّا کی
نہ کیوں آنکھیں چرائے مجھ سے مرتا تجھ میں پانی[1] ہے

نہ کر عنبر سے منہ کالا ارے صندل سے صندل گھس
یونہیں منظور اے مشکی اگر ذلت اٹھانی ہے

ہرن کی کل سرا میں کس سے آنکھیں تم لڑاتے تھے
چلن اچھا نہیں یہ عین وحشت کی نشانی ہے

بڑی خانم ستارہ جان مغلانی کی ہے باری
حضور ان کو نہ دیں شمسی[2] یہ کیا نامہربانی ہے

زلیخا کی طرح عاشق ہوئی کیا تجھ پہ اے یوسف
کہی جاتی مری رسوائی کی گھر گھر کہانی ہے

نہ تم اتنی سی ہٹ پر جاؤ اس لڑکی کی اے مرزا
یہ آفت کی ہے پرکالا یہ تر کرنے کی بانی ہے

گواہی دل مرا دیتا ہے تو رنڈی نہ چھوڑے گا
ترے ہاتھوں مری جاں ایک دن اے جان جانی ہے

زبردستی لڑی مجھ سے پری خانم کو سودا ہے
کوئی سمجھائے تو اس بد بلا کو ہو گیا کیا ہے

سڑک سے کل گئی ڈولی مری شیروں کے آرے سے
ڈری ان سے نہ میں صاحب بندی کا کلیجا ہے

محبت میں تمھاری مجھ کو دوڑاتا ہے گلیوں میں
نگوڑا دل نہیں رکتا بڑا منہ زور گھوڑا ہے

کرو کنگھی تو بھوہڑپن سے اے سنبل لقا بیگم
تم اپنے بال سلجھاتی ہو میرا دل الجھتا ہے

بہار افروز مارا میر گل کی مجھکو چاہت نے
بدن میرا اسی غم سے ہوا گھل گھل کے کانٹا ہے

ہوئے میٹھوں[3] پہ کر دے مجھ سے کل مصری کی تقیا میں
نہ بات ان سے کروں گی بغض دل میں سمایا ہے

میں جا بیٹھوں گی میکے میں کروں کیوں روز کے فاقے
ابھی نام خدا دینے کو روٹی سارا کنبا ہے

۱؎ پانی مرنا یعنے ذات میں کھوٹ ہونا ۲؎ شمسی - چھ مہینے کی تنخواہ یا چھ مہینے کے بعد رخصت۔
۳؎ ایک قسم کا میٹھا لیمو۔

نہا دھو کے بڑی روٹی میں اس ضد سے ٹھاؤں گی
خدا کا قہر ہے طوفان لو بندی پہ باندھا ہے

نہیں انگیا چرائی تو چرائی اپنی محرم کی
پھٹک بول اُٹھی تیرا کیا ایسی انا اجارا ہے

جیا اب دو جیا ہو آسرا ہو جائے روٹی کا
خدا سے لو لگی ہے دل کو اپنے دھیان رہتا ہے

اکیلی جان تھی جب تک ہر اک صورت گزرتی تھی
مری جاتی ہوں جیتے جی کہ آیا خرچ دونا ہے

جہاں پڑھتی ہوں مردوں کی ٹھٹی سی ہے لگ جاتی
یہ مجھ بڑھیا کا کاتا ہے جوانوں کا تماشا ہے

بنوں دیوانی کپڑے پھاڑ کر جنگل میں جا بیٹھوں
بہن کہلاؤں مجنوں کی یہی دل میں ارادا ہے

مزا ہے ریختی میں مردؤں کے شعر کہنے کا
موا اپنے موافق جانصاحب خوب کہتا ہے

در زبان دیہات پورب

ٹسوے بہائیے نہ مرے آ کے سامنے
یہ نخرے تلّے کیجیے جورو کے سامنے

گھر سے نکالوں پاؤں تو سر کاٹ ڈالیں گے
لوگو بہانا کیا کروں مرزا کے سامنے

کس طرح جاؤں دیکھنے لہرا رہا ہے جی
چھڑیاں سڑک پہ میں کھڑی دریا کے سامنے

رنڈی بنارسی ہے تمھاری جو گلبدن
کیا خوب گائی رات کو مرزا کے سامنے

فرعون نے خدائی کا دعوی کیا اجی
غارت نگوڑا ہو گیا موسیٰ کے سامنے

مرزا کا قول سچ ہے کہ ویران ہو گا گھر
جنگلا وہ روز گاتی ہے امّاں کے سامنے

مجھ کو تو ڈالا گھر میں۔ فرنگن کے ہو مرید
مسجد بنائی آپ نے گرجا کے سامنے

تم کو اتنی بھی نہیں میری اگر پرواہ ہے
چھوڑ دو روٹی نہ دو بندی کا بھی اللہ ہے

چاہتی جس کو میں ہوں اس کا نہیں کچھ بھی قصور
دل ہی اپنا کھو جڑے پٹیا بڑا بدراہ ہے

مجھ کو چلا آ کھولنا ہے چھوڑ دے اپنی مراد   رات آئی ہے بڑی جانا مجھے درگاہ ہے
لپٹی جاتی تھیں یہ شہدی منع تو ان کو کرے   کون داروغہ مرے سکھپال[1] کے ہمراہ ہے

جانصاحب آئی لو شادی ہے بیگم جان کی
آج ساچق کل ہے منہدی پرسوں اس کا بیاہ ہے

مرتے ہیں سب کے مردیہ تاثیر ہو گئی   شیریں کو میٹھا زہر تو تقریر ہو گئی
مہرن نسا ہے صبح کو باجی یہ کہہ گئی   کافور طاق پر سے طباشیر ہو گئی
بچی کا گلبدن کی گیا کل جو بیٹھ پھول   نرگس نے اس کو چنگی دی اسیر ہو گئی
تم ناک چوٹی کاٹنا پھر ہو جو یہ قصور   بخشو مری خطا اجی تقصیر ہو گئی
دیوانے یہ ہوئے پری خانم پہ مرد وے   سونے کے مول لوہے کی زنجیر ہو گئی
تم جان ہو امیر میں بیٹی فقیر کی
سچ ہے خصم کیا تمھیں تو تیرہ ہو گئی

کس کس سے کہوں لوگو کہ چور آیا کدھر سے   کونبل مرے گھر میں ہوئی ہمسائی کے گھر سے
خورشید کو لے آئے وہ کل پہلے گجر سے   گھبرا نہ اری شام برن صبح کنور سے
ڈر لگتا ہے بندی کو ترے ٹوٹے کھنڈر سے   صدقے گئی خالق کہیں اب مینہ نہ برسے
ڈالا مجھے بیمار ہٹم اس کے ہوں دیدے   کھانا نہ بچا بندی کو نرگس کی نظر سے
پائل[2] ہے دوگانا ذرا ٹھوکر تو لگا جا   چک آئی ہے اٹھا نہیں جاتا ہے کمر سے
وہ آتے ہیں کیا آتا ہے بھونچال محل میں   مرجاتی ہوں جیتے جی ہلاکو ہی کے ڈر سے
غُرّاؤ نہ اے شیر خاں لو ہوش کے ناخن[3]   تم آئے ہو بلی تو نہیں نانگھ کے گھر سے

---

[1] ایک قسم کی پالکی [2] وہ بچہ پیدائش کے وقت جس کے پاؤں پہلے نکلیں [3] صحیح ناخن ہے مگر بیگمات کی زبانوں پر دال کے ساتھ ہے

کوٹھے پہ چڑھی رات کو مہتاب اکیلی   سایہ بھی موا بھاگ گیا ایسی نڈر سے

کیا ریختی کہہ کہہ کے کیا نام ہے پیدا

اے جان ترا عیب بھی بہتر ہے ہنر سے

جب آکے گھر میں وہ خانہ خراب رہتا ہے   کہوں میں کس سے جو مجھ پر عذاب رہتا ہے

کباب ہوتا ہے دل جل کے ایسی باتوں سے   وہ میرے پاس جو پی کر شراب رہتا ہے

اجی میں کیا کروں وہ بات آج تک نہ ہوئی   دولھن سے دولھا کو ایسا حجاب رہتا ہے

جو تم ہو پانچ میں چھتیسی ہوں وہ میرے پاس   تمھاری بات کا دوہرا جواب رہتا ہے

نگوڑی بھنڈیاں ایسی خراب ہوتی ہیں   کسی جتن سے پکاؤ لعاب رہتا ہے

ہے شوق گانے بجانے کا جانصاحب کو

جو گھر میں اس کے یہ چنگ و رباب رہتا ہے

بی ستارہ جان نے پھبتی کہی نایاب ہے   چاند تو بگلا ہے اور سورج بوا سرخاب ہے

انکھ منڈی[1] اٹھ جاؤں باجی تو گنا ہوں سے بچوں   کھول کر آنکھیں جو دیکھا دنیا خواب ہے

کس لئے ڈرتی ہو آتو جی سے لو تعبیر تم   ہوگا اچھا کیا ہوا دیکھا جو بھونڈا خواب ہے

رات دن سے ہے سوا خورشید وہ بے روشنی   چھوڑی مہتابی پہ کیا مہتاب نے مہتاب ہے

انکھ پھوڑوں گی میں نرگس کی ترے داغوں گی تھو   اُس نے اک بادام کھایا تو نے اک عناب ہے

لاکھ کا گھر خاک ترا اے جانصاحب کر چکے

بیچنے کو کونسا باقی رہا اسباب ہے

مرنہ جاتا میلے سر سے تھی رہی بیمار سے   دوستی میں دشمنی رنڈی نے کی یہ یار سے

---

[1] انکھ منڈی یعنے گنواری ۔ نا سمجھ ۔

شامیانے میں سنہری ٹانکی مہرن نے کرن
چاندنی مہتاب نے سی بادلے کے تار سے

روندتی پھرتی ہے باندی پاؤں کے نیچے اناج
تونہیں ڈرتی نگوڑی پیٹ کی بھی مار سے

سیر دریا کی کرو ں گی آج چل کرراتکو
میر مچھلی کو بلالا جا کے خضر و پار سے

اپنے بچے چھین لو بندی کو دو صاحب طلاق
کام کچھ مجھ کو نہیں اب آپ کے گھر بار سے

مجھ سے ہرگز آنچ بیٹرو کی سہی جاتی نہیں
سوت کے گھر وہ رہیں کیا کام مجھ مردار سے

ہے ابھی بیہوش بچی خیر ہوئے جان کی
ڈر لگا رہتا ہے بی بالا پڑا ہشیار سے

وہ اگر ہیں پانچ تو میں بھی ہوں چھتیسی بوا
کیا ملا سنجوگ ہے مکار کا مکارّ سے

ایسی ہی اک ریختی کہہ جانصاحب اور بھی
حکم آیا ہے مرے نواب کی سرکار سے

جس کے تھی قبضے میں پھل پایا یہ اس خونخوار سے
رکھ کے تہمت کاٹ لی چوٹی مری تلوار سے

اے کریما اس تکبر سے موئے شیطان کو
طوق لعنت کا ملا اللہ کے دربار سے

آبرو ہیں میری گوہر کی طرح کیا ہے مجال
اے جواہر باز آئی موتیوں کے ہار سے

باد کے گھوڑے پہ پھرتی ہے نہیں ملتا مزاج
پھنس گئی ہمسائی اے دولت قدم اسوار سے

خاک کے پیوند ہوں گے اے دوگانا جان ہم
زندگی کس کی ہوئی اس عشق کے آزار سے

قطعہ

ایسی مشاطہ کا کورے استرے سے مونڈے سر
نوج بیٹی کی کہوں نسبت کو اس مردار سے

جن کے گھر سے بات لائی جانتی ہوں خوب میں
میں نہ کچھ کابل سے آئی ہوں وہ قندھار سے

ہنستے بچے کو رلا دیتے ہیں کیا خو ہے بری
اے کھلائی لے باز آئی میں ان کے پیار سے

میں تو مر مرکے بچی جھونٹوں نہ لی آ کے خبر
کنوار چھل میرا اتارا تھا اسی اقرار سے

کشتیاں نوشاہ سے لڑ لڑ کے کیوں تھکتی ہے تو ۔۔۔ تخت کی ہے رات بنّو فائدہ ۔ انکار سے

غیب سے کٹ جائے گردن تیری میں کوسوں اگر
الٹی سیفی تیز ہے میری تری تلوار سے

اور کیا پھبتی کہوں بن آئے ہو لنگور سے ۔۔۔ داڑھی منڈواؤ میں باز آئی خدا کے نور سے
ان کے غم میں روتے روتے ایسا ڈھلکا لگ گیا ۔۔۔ باجی اماں کم نہیں آنکھیں مری ناسور سے
بیٹی اور داماد کے کس نے اٹھائے ایسے ناز ۔۔۔ بات باہر کر رہی ہو اپنے تم مقدور سے
کیا برابر کا ہے یہ باجی مرا دیکھے گا کیا ۔۔۔ ہوں خفا ٹھینگے سے مرزا کیوں پھنسیں مزدور سے
باتیں دو فصلی کرو ان سے اجی جن کے لئے ۔۔۔ خربزے کھیلی سے آئے آم خالص پور سے
گھر سے کیا نکلا قدم نخاس کی گھوڑی بنی ۔۔۔ آتے ہیں دولت قدم کیا کیا چڑھتے[1] دور سے
ترش رو ہوں گے کہوں جو رنڈی بازی چھوڑ دو ۔۔۔ تھے وہ چمرخ[2] ہو گئے اب سوکھ کر امچور[3] سے

جانصاحب سچ ہے کہتا کون کہتا ہے اجی
لکھنؤ میں اب غزل گانے کی بہتر طور سے

گھر میں مہتاب کے خورشید کہاں رہتا ہے ۔۔۔ دن کو جائے وہیں راتوں کو جہاں رہتا ہے
ایسی بے چین ہوں جامے سے ہوں اپنے باہر ۔۔۔ کیا کہوں درد کمر میں جو میاں رہتا ہے
ٹل گئی ناف تلے پیڑو پھٹا پڑتا ہے ۔۔۔ اک کمر ہی میں نہیں درد میاں رہتا ہے
ہے مثل آپ ہی گرتا ہے وہ اس میں خسرو[4] ۔۔۔ کھودتا اور کی خاطر جو کنواں رہتا ہے
دل جلی ۔ مانگ جلی[5] ۔ کوکھ جلی[6] ہوں بنّو ۔۔۔ کیا ہوا منہ سے نکلتا جو دھواں رہتا ہے

---

۱ چڑھنے والا ۲ چمرخ = چمڑے کا ٹکڑا جو چرخے میں لگایا جاتا ہے۔ یہاں مراد دبلے پتلے سے ہے ۳ امچور = کچے آم کی سوکھی پھانکیں۔ یہاں مراد دبلا پتلا ۴ ایک شاعر کا تخلص ۵ مانگ جلی یعنی بیوہ ۶ کوکھ جلی یعنی وہ عورت جسے اولاد کے مرنے کا غم ہوا ہو۔

جانصاحب یہ فقط دیکھنے کا ہے کپڑا
خاک چلتا ہے یہ کیا آب رواں رہتا ہے

یوسف مرا گھر مصر کا بازار ہوا ہے
ہر ایک زلیخا کا خریدار ہوا ہے

پتھر کا کلیجہ کیا پر سوت کے غم میں
دق ایسی ہوئی اس کا اب آزار ہوا ہے

سسرال کو اب جانہ خصم مارے گا بنّو
کی مہر۔ بڑی روٹی پہ اقرار ہوا ہے

کیا جانے کوئی حال خصم جورو کے دل کا
کس بات پہ اس کے مرے انکار ہوا ہے

اے جان میں خسرو کی طرح روتی ہوں دن رات
دل تجھ سے لگانا یہ سزاوار ہوا ہے

تمھارا دل اگر مجھ پر نہیں ہے
مجھے بھی جان کچھ دو بھر نہیں ہے

خوشی ان کی بگڑتے ہیں تو بگڑیں
مجھے منظور ان سے شر نہیں ہے

کروں گی جو کہ جی چاہے گا میرا
کسی کا زور یہ کچھ مجھ پر نہیں ہے

پھروں گھر میں سبھوں کے دوڑی دوڑی
پھرا بندی کا صاحب سر نہیں ہے

جلے پاؤں کی میں بلّی نہیں ہوں
مرے پاؤں میں گھن چکّر نہیں ہے

نہا دھو کے بڑی روٹی اٹھاؤں
مرا کہنا اگر باور نہیں ہے

یہاں پھر کس لئے آئے ہو چھپ کر
اگر جورو کا تم کو ڈر نہیں ہے

وہ موذی تو ہے کالے خاں نگوڑے
ترے کاٹے کا کچھ منتر نہیں ہے

انھیں کس طرح پاس اپنے بلاؤں
بھرے ہیں لوگ خالی گھر نہیں ہے

کٹے گی مفت میری ناک چوٹی
مجھے کیا وارثوں کا ڈر نہیں ہے

جدائی میں تمھاری جانصاحب
مجھے آرام اک دم بھر نہیں ہے

کھوؤں کیوں حرمت میں اپنی دوپہر کے واسطے
روٹی کپڑا مجھ کو لکھ دیں عمر بھر کے واسطے

پیر بھاری ان کی بیٹی کا ہوا جب سے بوا
ایک دن بھیجی نہ ماما بھی خبر کے واسطے

بھول بہلا یہ پھل یہ میٹھا ہے نہ گر جائے کہیں
بیٹا گنڈا لاؤ جورو کی کمر کے واسطے

ہر گھڑی جھگڑا بکھیڑا ہوگا اور قصہ فساد
گھر میں خسرین کو وہ لائے ہیں شر کے واسطے

دوہرے اخراجات کر کے گھر میں لائی ہوں بہو
جو ادھر کے واسطے تھا وہ ادھر کے واسطے

دوست باندی کے بنے دشمن ہماری جان کے
داغ تھا قسمت میں یہ لوگو جگر کے واسطے

ہاتھ سے بچی کو کھویا جانصاحب وہ نہ لائے
پاؤں بھی ان کے پڑی پر رام سر کے واسطے

کروں گی دھوم سے شادی ہوا نسبت تو ٹھہری ہے
گلہ اب ہے مرا اور منجھلی بھابی کی گلہری ہے

نہایت غرق ہے چاہت میں دریاباد والی کی
مرے خسرو کا بھائی بھی زناخی کیا ہی لہری ہے

ہے مطلب اس کا بی بی باز آئیں کام لینے سے
اجی نبتی ہے یہ باندی نہ گونگی ہے نہ بہری ہے

بنا ہے عشق ہرکارہ ۔ نگوڑی خانگی ہیں ہوں
یہ حاکم ہے یہ سینہ صدر کی گویا کچہری ہے

نہ پہنچے اشرفی خانم کا مکھڑا اس کے تلوؤں کو
مری کندن کی وہ مہر النسا رنگت سنہری ہے

خطا کیا گورکن کی او ہی اعمالوں کی خوبی ہے
ابھی سے تنگ ہے جو قبر چوڑی اور گہری ہے

ملا سب خاک میں یہ پھولوں کا گہنا گل گیا مطلب
یہ کہتی گور پر مرے کی چادر اور مسہری ہے

فلک سکھیاں ہے بندی کا اور تارے کہاران کے
ہیں مرے چاند سورج بی زناخی زہرہ جھری ہے

کہارو کیا کہاری ہو گئے تم بن بیاہی مٹی کی
سوائی ہے نہ ڈیوڑھی ہے سواری یہ کہری ہے

نہیں دیکھا جو کل سے دل مرا بے چین ہے لوگو
بلاؤ جانصاحب کو ہوئی اب تو سہری ہے

پیر بھاری ہونا یعنی حاملہ ہونا

دوگانا پی کے۔ وہ مجھ سے مدام رہتا ہے
موا حلال میں کرتا حرام رہتا ہے

مجھے ہے چھیڑتی تو گو دوگانا دو دن سے
کہ جب نماز میں باقی سلام رہتا ہے

کہیں ٹھہرتی نہیں چاند خاں کی بات بوا
ہوئے مہینے ہر اک سے پیام رہتا ہے

خدا ہر ایک کو دنیا میں نیک دے اولاد
نشان باقی اجی ان سے نام رہتا ہے

رسول خاں ہی کو بھیجو امامی جان کے گھر
تمھیں تو ساری خدائی کا کام رہتا ہے

پڑی ہوں پالے میں اے جان اس نکھٹو کے
کہ جس کی گانٹھ میں پیسا نہ دام رہتا ہے

بی بنا آتی ہے بگڑی ہوئی تقدیر کسے
اچھی سوجھی ہے برے وقت میں تدبیر کسے

رنج مجنوں کی ہو باتوں سے نہ کیوں لیلیٰ کو
بنو دیوانے کی خوش آتی ہے تقریر کسے

اپنا گھر بھرنے کا اس وقت کے حاکم کو ہے دھیان[1]
ملک چھن جاتے ہیں اب ملتی ہے جاگیر کسے

بکتی ہے بکنے دو دیوانی پری خانم ہے
دے گئی طوق کسے اور یہ زنجیر کسے

نقشہ دنیا کا ہے یہ ایک یہ مرتا ہے ایک
اس مرقع کی پسند آئی نہ تصویر کسے

پڑھ چکا نام خدا ساری زلیخا یوسف
یاد ہے اس کی طرح خواب کی تعبیر کسے

جانصاحب نے کہا جو مرا دل جانتا ہے
آپ اپنی ہوئی ثابت اجی تقصیر کسے

یہ بات سچ ہے جسے جس سے پیار ہوتا ہے
وہ لاکھ جان سے اس پر نثار ہوتا ہے

دوگانا جان تمھیں ان گنا مہینا ہے
نہ کھا ڈگرم نگوڑا اچار ہوتا ہے

خفا جو ہوتے ہو ناحق تو خوش رہو صاحب
وہ مجھ سے کام نہیں بار بار ہوتا ہے

---

[1] اس شعر میں واجد علی شاہ کے معزول ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

لگاؤں آگ میں ایسے بناؤ کو ہے ہے
لگانا منہدی کا بے دُکھ سنگار ہوتا ہے

زناخی جان یہاں کس لئے تو آتی ہے
خفا جو تجھ سے ارے تیرا یار ہوتا ہے

میاں بسنت تمھیں کچھ خبر بسنت کی ہے
تمھارے محلوں کا ناظر بہار ہوتا ہے

بنی ہے جان پہ میرے تو دل لگانے ہی
یہ عشق لوگو کسے سازوار ہوتا ہے

پکا دو باجی مجھے آہ آدھی[1] کا سالن
یہ جتنا کھانا ہے سب ناگوار ہوتا ہے

یہ مرد اپنے ہیں مطلب کے آشنا اے جان
کہیں ہزاروں میں اک دوستدار ہوتا ہے

تماشا کوٹھے پہ چل کے برات کا دیکھیں
جہیز نکلا ہے دولھا سوار ہوتا ہے

بلائیں لیتے ہو ہر دم گلے لپٹتے ہو
یہ آج کیا ہے جو اخلاص پیار ہوتا ہے

وہاں تو جلد بلایا ہے جانصاحب کو
یہاں دوگانا کا اب تک سنگار ہوتا ہے

خدا دیتا ہے ٹکڑا نان نفقے کا سہارا ہے
وہ راجہ مجھ پہ مرتا ہے کہ جس کا نان پیارا ہے

جنے بیٹی مجھے داماد کے دم کا سہارا ہے
مثل ہے مول[2] سے بی جان ہوتا بیاز پیارا ہے

ستارا جان کو پیارا جو ہو وہ مجھ کو پیارا ہے
بس اے مہرن نسا ملکہ مری آنکھوں کا تارا[3] ہے

پھنسا جو مولوی کیا پڑھ کے جادو مانش مارا ہے
پری خانم نے کیسے جن کو شیشے میں اُتارا ہے

بہو تم ہو خسر کا مال جو ہے وہ تمھارا ہے
امانی جان کے اس میں خصم کا کیا اجارا ہے

روتنا آپ کا حیوان ہے یہ لایا چارا ہے
نہیں کھاتی اگر بکری مرا کیا اس میں چارا ہے

برابر گر نہیں نسبت[4] کے۔ درماہہ ہمارا ہے
غنیمت ہے نمک کی کنکری کا تو سہارا ہے

۱؎ مرچوں کا سالن ۲؎ مول سے بیاز پیارا یہ مثل عورتیں زیادہ تر داماد کے لئے بولتی ہیں یعنے داماد بیٹی سے زیادہ پیارا ہوتا ہے ۳؎ آنکھوں کا تارا یعنے بہت پیاری ۴؎ نسبت تخلص ہے میر احمدی علی ریختی گو کا۔

سنو شیریں عجب بیٹھا نیا مضموں ہمارا ہے — چھپے تارے جو بدلی میں بنا گویا گرارا[۱] ہے

ہوا یہ آٹے میدے کی بنائی تافتان میں ہیں — جو کوئی چاند سورج کی طرف کرتا اشارا ہے

روا ہے گر کہوں رزاق کی سینی فلک کو میں — ہوا میدے کا پیڑا دیکھ لو ہر ایک تارا ہے

چپاتی کو سنو ہے تیرھویں کے چاند کی پھبتی — زماخی چاند پہلی کا تو روٹی کا کنارا ہے

گلابی شاہزادہ نے کیا اقرار کیا جھوٹا — نہیں ہیں پھول کھلنے کیسا انبو کا ستارا ہے

میں بیٹھک دیتی ہوں دریا پری کی تم نہیں آتیں — یہ دل میں لہر کیا آئی کیا مجھ سے کنارا ہے

خدا کا خوف کر کے چونڈا منڈوایا نہیں باجی — جوؤں کے واسطے باندی کے سر میں پارا ڈالا ہے

خدا شاہد ہے اے باجی نہیں احسان میں بھولی — اگر سر سے کسی نے میرے تنکا بھی اتارا ہے

مہاجن سے تمہارے بدلے میں باتیں کروں جا کے
یہ کہئے جانصاحب آپ کے دل کو گوارا ہے

خوب ہی شاد کیا او موئے ناشاد مجھے — یعنی اللہ سے اس بات کی ہے داد مجھے

بی صنوبر کو جو دیکھا نہ رہا یاد مجھے — بچا قمری کا جو ہے دے گیا شمشاد مجھے

ساس نندوں کی طرح او ہی نگوڑا میسلا — بولیاں بول گیا آپ کا داماد مجھے

گھر مرا موسا گھر آبادی کا آباد کیا — اُجڑے بی انو خصم نے کیا برباد مجھے

بن کے دیوانی نہ کیوں پیچھے پڑوں جن کی طرح — تم سا ملتا نہیں اب کوئی پریزاد مجھے

اس سے گل پھولے گلابی ہنستے ہی گھر بستے ہیں — اب صنوبر کو بھی کرنا پڑا آزاد مجھے

جانصاحب مرا دل شاد نہ کیونکر ہووے
ہے ولی عہد بہادر نے کیا یاد مجھے

---

[۱] گرارا ایک مٹھائی کا نام ہے۔

چھوچھو[1] کے واسطے نہ کھلائی کے واسطے
بیٹی جنی ہوں جوڑا ہو دائی کے واسطے

بچی کو میری کُند چھری سے کرے حلال
پالی تھی کیا حرامی قصائی کے واسطے

ہو جائے صبح شام کنور کی میں دیکھوں سیر
اک چھیڑ تھی نکالی لڑائی کے واسطے

گوہر کی بیٹی ماہیون بیٹھی ہے لال خاں
کنگنا ہو موتیوں کا کلائی کے واسطے

ق

اس کا قصور کیا ہے نہ کھلوائی ہوتی فصد
تعزیر کچھ نہ ہو اجی نائی کے واسطے

آئے گا آگے کچھ نہ کو دیکھو پیچھے تم
چاہو بُرا نہ غیر کی جائی کے واسطے

بی آئینہ ہے دل نہ سکندر کو پھر دیا
کیا کیا اُڑائی خاک صفائی کے واسطے

سر سوت نے اُٹھایا تھا لوڑھے گیا غرور
سمجھاتی ہوں تمھیں بھی بھلائی کے واسطے

اے جان مارے جاڑے کے مہرن ہے کانپتی
ابر شفق کا لا دو رضائی کے واسطے

میں منڈیا کاٹوں کو ڑیا خانم کے یار کی
ٹُیّاں سی جان جائے موئے نابکار کی

مرزا دماغ عرش پہ دولت قدم کا ہے
پیدل ہو تم تو وہ نہیں سُنتی سوار کی

دیکھی زمین[2] تو چ فلک سیر کھاؤں میں
باجی دوا بتا دو سنٹے کے اُتار کی

وہ ہاتھا پائی رات کو کی مجھ سے چاندنی
محرم کتاں کی تم نے مری تار تار کی

کندن ہوئی فریفتہ میری اطینہ جان
رنگین باتیں سُن کے مہر سادہ کار کی

کوسا ہے مجھ کو سوت نے برچھی کا پھل ملے
اُس کو نصیب ہو اجی کوڑی کٹار کی

اے جان اس روش سے شگفتہ ہیں یہ شعر
صحبت رہی نسیم کی ۔ برسوں بہار کی

---

[1] چھوچھو وہ لونڈی ہے جو ہمسن ہوتی ہے اور ساتھ کھیل کے بڑی ہوتی ہے۔ [2] زمین دیکھی یعنے تہ کی۔

جتنی باتیں تھیں سب اے نیک نظر بھول گئے — ماما پختریوں[۱] کا کھانا وہ مگر بھول گئے
ہے مثل صبح کے بھولے ہوئے جو شام کو آئیں — ان کو بھولا نہ کبھی جانئے گر بھول گئے
چڑیا آٹے کی بنائی ہے جو بنّو کے لئے — کیسے اُلّو ہو لگانا اجی پر بھول گئے
وہ اُڑا پیسا زمانے سے رہے یاد نسیم — رکھنا مٹھی میں اجی غنچے بھی زر بھول گئے

جانصاحب نہ رہی جبکہ کسی بات کی قدر
جو ہنر یاد مجھے تھے وہ ہنر بھول گئے

دم بدم جب وہ نابکار اُلجھے — کیوں نہ دل او ہی بار بار اُلجھے
خار ہو باجی مجکو گُل بھوے — میر گل سے جو نَو بہار اُلجھے
میرے پھندے میں ایک بھی نہ پھنسا — پانچ بنّو تھی جس سے چار اُلجھے
اپنی کہتا ہے میری سُنتا نہیں — قوم کا ہے مُوا گنوار اُلجھے
ماما اِن کی نہ آئے اب ڈولی — دونی مزدوری پر کہار اُلجھے
ایک چپ ٹالتی ہے لاکھ بلا — میں نہ بولوں کوئی ہزار اُلجھے

جانصاحب بُرا نہ مانیں ہم
جس پہ مرتے ہیں لاکھ بار اُلجھے

لو جنی لوگو دوگانا کی پھوپھی اب بیٹا — شکر خالق کا دعا میں مری تاثیر ہوئی
میں نہیں ایسی وہ دیوانی پری خانم تھی — سب میں رسوا وہ بہن کر مری زنجیر ہوئی
جو چھنالیں ہیں زمانے کی اُڑاتی ہیں مزے — نیک بختوں ہی کی کمبخت یہ تقدیر ہوئی
بے طرح پچی ہے کندن سے ہٹی اے صاحب — قبر کی مٹی چٹانا اسے اکسیر ہوئی

---

[۱] ماما پختریوں کا کھانا یعنے مفت کا مال اُڑانا۔

روز میں خواب میں سوتی ہوں گلے لگ کے ترے ایک دن سچ نصیبوں سے نہ تعبیر ہوئی
صدر میں پہنچی میں جھنڈے چڑھی اُتری عزت آپ کے ہاتھوں سراپا مری توقیر ہوئی
مجھ پہ طوفان ہے عیدو نے رکھا ہے دلشاد
جانصاحب سے میں کس روز بغل گیر ہوئی

نہیں شہر کی گو دہاتی ہے رنڈی یہ رنڈی ہے کیا اوہی ہاتی ہے رنڈی
قیامت کی ہے فتنہ انگیز قدرو کہ روتے ہوؤں کو ہنساتی ہے رنڈی
بنارس کی تو گلبدن کی طرح سے مجھے چٹکیوں میں اُڑاتی ہے رنڈی
بنت کے لئے کس کے دھگڑے سے بگڑی مرے آگے باتیں بناتی ہے رنڈی
ذرا دیکھ آئینہ لے کے تو صورت بھلا کیا میرا منہ چڑھاتی ہے رنڈی
پڑیں تیرے دل میں پھپھولے اے جھلّو کہ جیسا مرا دل جلاتی ہے رنڈی
کسی کا ہے دل جانصاحب پہ آیا
یہ در پردہ کس کو سناتی ہے رنڈی

خیر ہے نکلو تم مرے گھر سے باز میں آئی روز کے شر سے
موتیوں والا بن گیا لولو آبرو کھوئی رہ کے گوہر سے
خال کا جوڑا اس کے کھا گیا بلّا کیوں نہ بھرے بلال قنبر سے
ہو کے حیران ننگے پیر ہوا نکلی آئینہ والی ہے گھر سے
یہ لہو نکلا ہو گئی ہوں سفید سرخ تھے گال یا چقندر سے
جانصاحب تمھارے سر کی قسم
زور چلتا نہیں مقدر سے

گھر سے تجھ نحس کا قدم نکلے — یا نگوڑے میرا ہی دم نکلے

اے دوگانا خدا خدا کر کے — رات کو کل محل بے ہم نکلے

مرثیہ سن امام باندی اُٹھ — چل کے ماتم کریں علم نکلے

مرد مردوں میں جب نہ ہو تم سا — کیوں نہ ہمدم کا تم پہ دم نکلے

رکھوں اس گھر میں جا کے جب میں قدم — ننگے سر آپ کی حرم نکلے

لایا جو دانیال نکل گیہوں — سیر میں پاؤ سیر کم نکلے

اپنا تم نے کہا کیا اے جان

گھر سے رنڈی کے مرتے دم نکلے

دیوانی جا کے چھپ گئی کس کوہ قاف میں — ملتی اجی نہیں پری خانم کہیں مجھے

در گور تیری باتیں ہوں ایسی نہیں ہوں میں — او باش جانتا ہے موئے بد یقیں مجھے

اے جان آسماں پہ بندی کا ہو دماغ

خالق حسینا یاد میں گردے زمیں مجھے

لڑکے الفن سے کیا خراب ہوئے — پڑھ کے فاضل بڑی کتاب ہوئے

اچھے کیا ہوں بُروں سے صحبت ہے — تھے خراب اور بھی خراب ہوئے

میٹھی باتیں مری لگیں کیوں زہر — کڑوے کس واسطے جناب ہوئے

جانصاحب کی ہو نہ مٹی خراب

یا علی آپ بوتراب ہوئے

سوت کی بات کا معلوم جو پہلو ہو جائے — میں وہ رسوا کروں سب لوگوں میں ہُو ہُو ہو جائے

کپڑے انگریزی نہ میں پہنوں گی موتی خانم — مال جو لو ہو تو کیا بیٹی بھی لولو ہو جائے

گنبد اتنا تو بڑھے او ہی ستارا بیگم | روشنی تارے سے گھٹ جائے کہ جگنو ہو جائے
آج باندی تجھے گھسواؤں گی وہ صندل سے | سر سے اور پاؤں تلک جسم یہ اَتو ہو جائے
تو تو دن رات پڑا رہتا ہے گھر رنڈی کے | کیوں نہ اوباش نگوڑے تیری جورو ہو جائے
ایسے اجڑے کی یہی گھات کرا و آبادی | گوشت اُلو کا کھلادے مُوا اُلو ہو جائے
نیک بد مرد کو نظروں میں نہ تو تولا کر | تیرا دیدہ نہ یہ مشہور ترازو ہو جائے

جان کعبہ میں عمل تیرا ہوا اے احمق
جانصاحب کے جو دل پر ترا قابو ہو جائے

باجی گرمی میں جہنم سے سوا گرمی ہے | تن بدن او ہی پُھکا جاتا ہے کیا گرمی ہے
آتشک باؤ کی گھوڑے پہ ہے ان روزوں سوار | لون نہیں چلتی ہے معلوم ہوا گرمی ہے
بھن ہی جائیں جو چنے پھینک دوں مہتابی پہ | کس قیامت کی بوا مہر نسا گرمی ہے
رنگ دا سوختہ کا ملتا ہے غزل سے ان کی | باجی آتش کی طبیعت میں بلا گرمی ہے

اس کے ہاتھوں سے تو اے جان ہوا ناک میں دم
دیکھیے ہوتی یہ کس روز ہوا گرمی ہے

بُرے جو حرف تھے قسمت کی وہ تحریر میں آئے | زمانے کے بواصدمے مری تقدیر میں آئے
میں دیوانی بہن لیلیٰ کی اور مجنوں کی سالی ہوں | مرا منصب ہے غم جنگل نہ کیوں جاگیر میں آئے
بُجلی تو سمدھیانے ہو سمجھ کر بات کرنا تم | نہ بے ڈھب کوئی کلمہ اے بوا تقریر میں آئے
بُرا نقشا کروں اس کا قلم ہو ناک مانی کی | جو کچھ بھی نقص لے بیٹو مری تصویر میں آئے
کنوئیں میں گر کے مرجاؤں اُٹھاؤں ہاتھ جینے سے | قسم اس کی باجی فرق اگر توقیر میں آئے
زلیخا وہ تھی جو رسوا ہوئی یوسف کی چاہت میں | نہ مانوں حکم یہ قرآن یا تفسیر میں آئے

ہوا مصری بدل مارا ہمارا قند شیریں نے　　مزا شکر کا اور رنگت نہ کیونکر کھیر میں آئے

اُتارے جن میں شیشہ میں پری خانم نے اس پر سے　　کہ جو وحشی ہوئے جکڑے ہوئے زنجیر میں آئے

خطا کیا چیرے[1] والے کی نہیں پرہیز کرتی ہو　　نہ کیوں نرگس دوا کی پھر خلل تاثیر میں آئے

پہنچاتے سوت کو گھنا مرادم دے کے لے جاتے
زناخی جانصاحب تھے اسی تدبیر میں آئے

---

[1] چیرے والا یعنی حکیم۔

دیوان دوم جان صاحب

خدا کی حمد میں پہلے بیاں ہو اس کی رحمت کا
دو عالم سمائے ہیں ہے ایک وہ دامن ہے وسعت کا

نرالا ہی نظر آیا اُٹھا پردہ جو غفلت کا
تماشا گاہ عالم میں تماشا اس کی قدرت کا

محمدؐ پر ہوا ہے خاتمہ باجی نبوت کا
علیؑ سے سلسلہ بارہ اماموں کی امامت کا

بیاں کیا مرتبہ ہو فاطمہؑ کی شان شوکت کا
ملا زہرا کو رتبہ مصطفےٰؐ کی زیب و زینت کا

دیا جو مرتبہ بی بی کے بچوں کو شہادت کا
گنہ بخشائیں گے محشر میں نانا کی اُمت کا

ہوا شہرہ نبی کے بعد بھی جن کی خلافت کا
وہ عادل تھے رہے گا حشر تک چرچا عدالت کا

علیؑ پر خاتمہ اللہ کی ہے بس عبادت کا
دوگانا جان مسجد میں ملا خلعت شہادت کا

ثواب ایسا ہے بی بارہ اماموں کی زیارت کا
کئے بندی نے ستر حج ملا رُتبہ سعادت کا

کیا بے باپ سے پیدا دیا رُتبہ نبوت کا
ہے طرفہ ماجرا باجی مسیحا کی امامت کا

بیاں کیا حال ہو بندی سے خالق کی عنایت کا
کرم کا فضل کا عالم دکھایا اس نے رحمت کا

خدا شاہد ہے یا جبریل ہے مریم کی عصمت کا
وہی حامی رہا ہر وقت عزت اور حرمت کا

رہی ہیں پاکدامن لطف دیکھو اس کی قدرت کا
ہوا مستی میں جامہ بھی نہ میلا ان کی عفت کا

محمدؐ نے کیا ہے چاند اے مہتاب دو ٹکڑے
علیؑ کا معجزہ خورشید سے روشن ہے رجعت کا

خدا کے نور سے نورن ہوئے ہیں پنجتن پیدا
ہر اک ہے رہنما ہر ایک ہادی ہے ہدایت کا

محمدؐ بادشہ کونین کے بیشک ہیں اے باجی
علیؑ کو حکم خالق نے دیا ان کی وزارت کا

یہ وہ بندے خدا کے ہیں خدائی خود یہ کرتے ہیں
خدا نے خود کیا مختار ہے ان کو شفاعت کا

کھلیں گے پنجتن کے مرتبے اس روز اے ہنّو
خدا جب عدل پر بیٹھے گا ہوگا دن قیامت کا

جو ہوں گے پنجتن کی آل کے اولاد کے دشمن
سو لو دوزخ کے منہ دیکھیں گے وہ ہرگز نہ جنت کا

پھلے پھولیں گے ان کے دوست رنڈی مرد جتنے ہیں
اڑائیں گے مزا غلمان حوروں سے وہ خلوت کا

اکھاڑا در بھی خیبر کا کٹے اس پٹ کے ٹکڑے بھی
علی کی زور طاقت تھی نہ کیوں شہرہ ہو طاقت کا

وہ سب حصہ ہے ان کا جو خدا کے گھر میں ہے لوگو
کیا ذی حق ہے خالق نے انھیں ہر ایک نعمت کا

رہے ہر حال میں شاکر رہے ہر حال میں صابر
اطاعت کی خدا کی وہ کہ جو حق تھا عبادت کا

کہیں وہ عجز سے معبود تو ہے عبد ہم تیرے
جنھیں سرکار میں خالق کے عہدہ ہو نیابت کا

ہوا بے خوف ہو کر سوئے پیغمبر کے بستر پر
علی نے یوں بھرا دم ہے محمد کی رفاقت کا

کیا جو کچھ ہے موزوں دے صلہ اللہ محشر میں
بیاں کر جان صاحب حال تو اب اپنی عزت کا

ہوا ہے قطع جامہ میرے جلاپے پر ندامت کا
زمانے سے ہے رہتا سامنا ہر آئی ذلت کا

نکھٹو وہ نکلتا ہے خصم جس کو بناتی ہوں
کسی کے پاس روٹی ہے نہ کپڑا میری قسمت کا

پھٹے حالوں سے کوئی منہ نہیں مجکو لگاتا ہے
کرے کیا پاس میری ننگی لچی اوہی صورت کا

میں بلبل بن گئی تو آہوں اے صیاد خاں بھیا
اڑے ہاتھوں کے طوطے بولتا طوطی ہے خسّت کا

مری تقدیر نے الو کی خاصیت ہے پیدا کی
ہو ایسی گھر اجڑا گھونسلا ہے اوہی وحشت کا

کروں کیا رنڈ میں مینا قفس کرتا ہے دم میرا
چڑیماروں نے رکھا نام ہے عنقا سخاوت کا

نہ پھیلا ہاتھ مرجا فاقے کر کر کے ارے رنڈی
حیا کا قول ہے ہر دم تقاضا ہے یہ غیرت کا

مگر تکلیف بچوں کی ہے کہتی چل نکل گھر سے
حیا غیرت کو بکنے دے ہو ادر ڈھونڈھ ہمت کا

حسین آباد میں پہنچی یہ دیکھا خیر ہے جاری
برستا ہُن ہے لٹتا زرہے طرفہ در ہے دولت کا
وہاں بھی پھر گئی بی بی کی جھاڑو پڑ گئی ٹیکی
مری خاطر طریقہ صبر کا نکلا قیامت کا
میں دوڑی چھ مہینے جا نصاحب نو روپئے پائے
اجی اس طور کا لینا بھی ہے صاحب خفارت کا

طرح مشاعرہ نواب غضنفر الدولہ بہادر مصرع طرح جناب آغا ہجو صاحب ہندی

پھولوں میں تُل رہا ہے کانٹا مرے چمن کا

سوکن نے پائجامہ پہنا ہے گلبدن کا
پھولوں میں تُل رہا ہے کانٹا مرے چمن کا
ڈھلتے ہی دوپہر کے کل سے ڈھلا ہے منکا
بی جگنا دھگدھگی میں اب دم ہے نورتن کا
جھڑ بیکے مردوے سب گل کھل چکا سخن کا
کیا رنگ میں دکھاؤں اجڑے ہوئے چمن کا
روشن ہے حال مجکو جو شمع ڈھاتنا ہے
پروانہ ہے نگوڑا مدت سے چپت لگن کا
عالم نرالا دیکھا میں نوج اوہی آتی
بی انجمن فنسا کی اے باجی انجمن کا
مُردے سے دونوں مردے ڈرتے نہیں میں ہائے ہے
کیا ہی نڈر ہے دیدہ غسال گورکن کا
یاقوت نس کٹے پر بھبتی کہوں میں لائن
ہے لال چوٹی والا پتھر پڑیں یمن کا
اب تو بنا ہے پھرتا دن رات مرزا چھیلا
کیونکر برن نہ بدلے چیلا میاں برن کا
سیدھا بنایا جائے بانکا جو ٹیڑھی بوے
شاہی میں لطف تھا کچھ اے بنّو بانکپن کا
کانٹے میں گوکھرو میں ہیں گوکھرو میں کانٹے
کانٹے میں کانٹا تو لاہم نے بوا چمن کا
کانٹے ہیں دونوں سوتیں ہوں غیر یا کہ اپنی
ہر خاروے گا ایذا گلشن کا ہو کہ بن کا
رہتی تو ہیں زمین پر کہتی ہیں آسمان کی
بجمن کو حال کیونکر کھل جاتا ہے گہن کا

اک پاکھ دو ہوں گھنا راجہ مرے کہ شحنہ
یہ بھی بُرا ہے پڑنا مہرن النسا گہن کا

ہے سو برس سے اونچی ہو کر مری حیا تن
اے کربلائی کپڑا تو اس کے لا کفن کا ق

تعویذ کر کے ڈالوں بچوں کے میں گلوں میں
احسان ہوگا تیرا بندی پہ لاکھ من کا

وحشی میں بن رہی ہوں بہلاوں گی دل اس سے
ننھا سا لا دے بچہ صیاد خاں ہرن کا

جوتی پہ رکھ کے روٹی تم دو قبول مجھ کو
تھیلا ابھی اُٹھاؤں سرکار کے چرن[1] کا

وحشی کو رام کر کے ایسی کتھا سنائی
ہر دم دُگانا کلمہ پڑھتی ہے برہمن کا

منکا کبھی نہ سنکا کھوٹی کھری سنائی
وحشی بنا کے چکھا ہے مال رام دھن کا

عزت میں لاکھ بٹا لگ جائے زر ہو حاصل
ٹکسال والیوں کے یہ طور ہے چلن کا

پیڑو کی آنچ دل کو دوزخ سے کم نہیں ہے
اُف اُف عجب ہے عالم کچھ سوت کی جلن کا

اپنے گنوں سے تو نے گل آپ یہ پھولایا
گلبن کو تھان بھیجا پھولام گلبدن کا

میرا نہ تو خصم ہے تیری نہ میں ہوں جورو
اب میرے تیرے رشتہ ہے بھائی اور بہن کا

کیونکر نہ ہوئے گھر میں بھائی سے خانہ جنگی
آئے تھے پھینکنے وہ ماتھا ما اتھا ٹھنکا

تو شاعروں میں نامی ہے آج جانصاحب
ہے ملکوں ملکوں شہرہ اُجڑے ترے سخن کا

مردہ دل ہیں شکر کرتے قاضی الحاجات کا
ہے توکل پر گذر تکیہ خدا کی ذات کا

صبر ہم کو کیا ہو نہیں شبر ہی کچا پیا
دن کو جو روٹی ملی دھڑ کا رہا پھر رات کا

گھر میں چلتا بیاہتا کے بھی ہے وہ چوسر کی چال
دیکھتے دو جگ ہوئے ہیں مردا ہے گھات کا

خضر دل بھی ہے بھٹکتا آ کے میری مانگ میں
دیکھنے میں راستا سیدھا یہ ہے ظلمات کا

شاعری میں جانصاحب آج افلاطون ہے
دوسرا دیوان یہ نسخہ ہے اک بقراط[2] کا

---

[1] چرن = پاپوش۔ جوتا [2] بقراط کا آخر حرف ط ہے۔ یہ ذات اور رات کا قافیہ نہیں۔ مگر ریختی میں جانصاحب نے جائز کر لیا ہے۔

ترابن کا نہ سر کھجوے کے مٹی سے بہن دھونا — بڑھیں گے بال چھڑ سے بال نوا سے سب لگن دھونا

لہو کانوں سے نکلا قبر میں جو کربلائی کے — نہ دیتے غسل مروے کو مناسب تھا کفن دھونا

دگانا جان کے بچے نے موتا مجھ نمازی پر — میانی تر ہوئی ساری پڑا آدھا بدن دھونا

بتاؤں ٹوٹکا وہ چھوڑ دیں رنڈی کو خود بھیا — تو اپنی بائیں لٹ چھٹنے لگے جس دم گہن دھونا

غضب کا ٹوٹکا ہے تپ گئی کیا ہی تجاری کی — ہوا مجکو مبارک اوجھڑی کا نورتن دھونا

بہو سے پوتڑے دھلوائے جن کی ساس لے باجی — وہ کیا جانے نئی دور وزگی بیاہی دلہن دھونا

نشانی ہے یہ محرم کی پرانی ہو چکی محرم — مسکنے یہ نہ پائے تو سمجھ کے گلبدن دھونا

گزی کا ڑھا نہ سمجھو کچھ روپیہ گز لائی ہے ماما
یہ کچی ہے کہ پکی ہے ذرا دیکھوں گوں دھونا

رنگ دایا سرخ تھا کیونکر گلابی ہو گیا — اوڑھ ڈالوں گی دوپٹہ گر گلابی ہو گیا

لال پر دے سرخ چھت گیری بھرا چونا نیا — دھوپ نکلی عکس سے سب گھر گلابی ہو گیا

میں تو ہوں حدّادنی کیا جانو تم فولاد خاں — سنکھیا جب سُرخ دی جوہر گلابی ہو گیا

سنگ مرمر کی تھی سل منہدی پسی اس پر جیا — یہ حجب کے چاند سے پتھر گلابی ہو گیا

نام ہے جھمرا چاندی کا بھی پہنا اگر — عکس گالوں کا پڑا زیور گلابی ہو گیا

جانصاحب کا ہوا ہے جو لہو پانی اب ایک
اس سے دامن تیرا اے محشر گلابی ہو گیا

ترے صدقے جاؤں میں واری دگانا — مری بھولی بھولی ہے پیاری دگانا

اجی کھولے الغو جواری[1] دگانا — نہ کیوں بولی اچھی ستاری دگانا

---

[1] جواری ایک ڈورے کا نام ہے جو ستاری یا طنبورے کے اوپر بندھا ہوتا ہے جس کو اونچا نیچا کرنے سے آواز گھٹتی بڑھتی ہے۔

کنواں میری خصرو کا میٹھا نہ کھاری
نہ ہلکا ہے پانی نہ بھاری دُگانا

کیا میرے دل کو ہے عاری کھوں گیا
نکل میرے گھر سے تو جاری دُگانا

لگے تیرے چالوں کو لوکا نگوڑی
تو ہی بازی جیتی میں ہاری دُگانا

کہیں دیدے گھٹنوں کے آگے نہ آئے
قسم جھوٹی سچی نہ کھاری دُگانا

موئی تاڑی پی کے لتاڑی گئی ہے
مری کھا کے سوکن کٹاری دُگانا

ترے گھر میں جمعہ کو آؤں گی جنیاں
میں آپ اپنی دوں گی کہاری دُگانا

بنی لاکھ من کی میں ہلکی نگوڑی
ہوا پاؤں جس دن سے بھاری دگانا

یہ ہے بحر شکر یہ ہے قند مصری
عسل اصل ہیں گڑ کی پاری دُگانا

ہے اس بحر میں پانچ صورت کی حرکت
یہ ہے بات سچی ہماری دُگانا

پڑی پاؤ آدھی نہیں جائیں ہر گز
کہیں بیتیں ایسی یہ ساری دگانا

موا جانصاحب بھی کیا ہے عروضی
کہے شعر صنعت میں کیاری دگانا

کیوں سوت نے کاغذ کوئی تیر نہ نکالا
جھوٹی موئی نے جھوٹ کا دفتر نہ نکالا

مختار خصم کر گیا تھا کیوں ہوئی مجبور
استغنا ہبہ نامہ وہ محضر نہ نکالا

شمشاد کو قمری کا میں کیا جوڑا دوں نسرین
تو جھول میں مادہ کے سوا پر نہ نکالا

ریوڑی کی پڑی پھیر میں گتا سی مری جان
حلوائی نے ارمان تو تل بھر نہ نکالا

چالیس روپے کے جو ہرن سنگھ ہے لایا
نافہ ابھی مشکی نے وہ عنبر نہ نکالا

میری سی تو محرم ہی کی ہیں چھاتیاں گت کی
جوبن مرے کچھ گات نے دلبر نہ نکالا

وہ سوری رنڈی ہوں تو گوروں سے ڈری میں
بھگدڑ میں قدم شہر سے باہر نہ نکالا

فصاد نے کچی کی مرا ہاتھ یہ پکا | رگ میں جو رہا ٹوٹ کے نشتر نہ نکالا
فصاد کا بندی سے سوا ہلکا لہو تھا | غش آگیا جو دو گھڑی نشتر نہ نکالا
دق سل ہوئی بندی کو بہاڑن ہی کے غم سے | گھر والے نے چھاتی کا یہ پتھر نہ نکالا
ماں باپ تو تھے ناڑ سے سج گھٹتی ہے گو گو | شمشاد نے قد کچھ بھی صنوبر نہ نکالا
اس پوستی سمدھی نے مرے حوصلہ دل کا | خشخاس کے دانے کے برابر نہ نکالا
قارون موئے شوم کا ہو کیوں نہ تلف مال | جو رکھا خزانے میں وہ رکھ کر نہ نکالا
کچھ اور کہوں شعر یہ سب شعر ہیں بدتر | مضموں مری فکر نے بہتر نہ نکالا

ولہ

بلبل ہوں وہ پنجرے سے مرا پر نہ نکالا | صیاد نے باہر مجھے دم بھر نہ نکالا
خط بند کروں گی میں لئے بیٹھی ہوں کب سے | الماری سے انگ اری ڈیفر[1] نہ نکالا
جب چھوٹ گیا کاٹا محلے میں کئی کو | گھر والے نے گھر سے مرے بندر نہ نکالا
جو ٹھے پہ جو ہے چھید نکلتا ہے اسی سے | دم کو بھی بڑی دیر سے باہر نہ نکالا
گھگنی سے وبا دیتی جو کالا ہے بلا سے ق | ماموں نے مجھے دیکھ لیا سر نہ نکالا
خالی میں تو کیا نکلے گا مہتاب کا ڈولا | جب عید ہی کے چاند سے اندر نہ نکالا
کیوں ترش ہوں کب سے کھٹائی میں پڑا ہے | قبضے سے اجی سوت کے زیور نہ نکالا
گنیے ہی کی کٹ جاتی جو کر لیتی میں گھر بار | اس واسطے خود ڈھونڈھ کے گھر در نہ نکالا
کب میرے برے بست بکھانے نہیں تو نے | موذی موئے کب چوٹی پکڑ کر نہ نکالا
کیا ہو گئیں گرچھوائی جو تھیں سونے کی اینٹیں | فانوس میں بھی راجن وہ گڑ ارز نہ نکالا

---

[1] ڈیفر ـ بفتح واو ـ لفافہ جوڑنے کی ٹکیا ـ

گھٹنے سے لگی بیٹھی ہے بنو مری جنگلو ‏ — ‏ مشاطہ نے بھی ڈھونڈھ کے اک بر نہ نکالا

قسمت مری فولاد کی ہے ہٹ مگر سبز ‏ — ‏ سو بار یہ بیٹھی گئی جو ہر نہ نکالا

میں آپکے ماں بہنوں کا دم ناک میں کرتی ‏ — ‏ کچھ خیر ہے میں نے بھی کبھی شر نہ نکالا

قسمت کا مری پھیر مرے دم کے رہا ساتھ ‏ — ‏ اس راہ کا خالق نے بھی چکر نہ نکالا

طوطے کے بھی مینا کے بھی بوٹی سے بڑ بچے ‏ — ‏ اب تک تو کسی ایک نے اک پر نہ نکالا

اونچی ہے نہ نیچی نہ زمیں سہل نہ مشکل ‏ — ‏ کیا شعر پڑھوں کوئی بھی بہتر نہ نکالا

اے جان کبھی ہم نے بھی جھنجھنا نہیں مانگی
تم نے بھی کبھی ٹیسو بنا کر نہ نکالا

گھر والا ہے جمشید اک آئینہ گر اپنا ‏ — ‏ آئینہ جلو خانے کے اندر ہے گھر اپنا

آتی ہے مجھے عارسی تبلاتے گھر اپنا ‏ — ‏ کس کس سے کہوں یار ہے آئینہ گر اپنا

گھر میں تھی سکندر کے نصیبا تھا سکندر ‏ — ‏ ہوں جھونپڑے میں پایا تھا محل خانہ گھر اپنا

دل کھو بڑے بیٹے کی مجھے گھس گئی قلعی ‏ — ‏ ہے خاک کیا لاکھا اسی نے تو گھر اپنا

بی بھاگ بھری چاند سے خالی کے ہے خالی ‏ — ‏ دس آنے کرائے کو تمہیں دوں گی گھر اپنا

باجی بڑی خانم نے یہ وہ کھائی ہے رنگی ‏ — ‏ برسوں نہیں جھانکے گی کبھی آکے گھر اپنا

کنگھے کے لیے آئیں لگا خوب ہی چونا ‏ — ‏ کہنے لگیں دو جلد اکیلا ہے گھر اپنا

چونا تھا دگا ہونٹ میں ڈھولیا ہار ‏ — ‏ پوچھا تو کہا ٹوٹکے ڈولی ہے گھر اپنا

کرتا ہے صفا روز جلو خانے کو نورا ‏ — ‏ آئینہ سا شفاف رہے کیوں نہ گھر اپنا

تھا پانچ مرا بھائی یہ چھمن ہے وہ ہارا ‏ — ‏ کس چال سے رنڈی نے بسایا ہے گھر اپنا

بی مہر فسا پاتی ہیں ششماہی کی شمسی[۱] ‏ — ‏ اک سال میں ہیں دیکھتی دو بار گھر اپنا

۱؎ شمسی وہ رخصت تھی جو شاہی زمانے میں چھ مہینے کے بعد ملازم کو دی جاتی تھی۔

بچوں سے خبردار سوا آپ کے ہے کون　　سونپے تمھیں جاتی ہوں میں ہمسائی گھر اپنا

اک قافیہ بس کہہ چکے اے جان کہو اور
در گور کہاں تک یہ سُنے جائیں گھر اپنا

جنگلو کے خصم سا ہے نہیں جانور اپنا　　مہتاب بوا چاند کا ٹکڑا ہے بر اپنا
ڈھونڈھ اس نے نکالا ہے کوئی جانور اپنا　　جنگلو نے جو ویرانے میں بنوایا گھر اپنا
مجھ زال سے یہ پیچ جوانوں کے نہ چلتے　　ہے غیر محلہ نہیں رستم نگر اپنا
ہے مٹھیوں میں غنچہ حس کی ہر باغ میں اینک　　وہ اشرفی خانم نے لٹایا ہے زر اپنا
اے دائی مری ناف نلے ٹل گئے دونوں　　پچھپا ہے چھٹا شام سے پچھلے پہر اپنا
مرجائے عدم خاں تو مجھے کر گیا مردہ　　کیوں زور نہ دکھلائے نگوڑی کمر اپنا
نو پیسے کہاری کے تو گھر والی ہی دے گی　　مہمان لٹانے کو کچھ آئے ہیں گھر اپنا
بیٹی ہی نہیں کہنے میں وہ غیر کا بچہ　　سچ پوچھو تو کیا زور ہو داماد پر اپنا
دو پیسے جو ہم کوڑیا خانم پر اُٹھائیں　　حاصل ہیں کیا کونسا دو بھر ہے زر اپنا
اس درجہ ہُوا سر میں نشیمن کے سمائی　　برباد کیا رنڈی نے دھگڑے پہ گھر اپنا
ہے کاٹتا جلاد کے بھی کان نگوڑا　　ایسا ہے خصم او ہی موا بے کٹر اپنا
کچھ سُوت نے ہے کر دیا تقدیر ہماری　　برسوں ہی نہیں مردوا ہوتا خبر اپنا
گھر والے کے ہاتھوں سے وہ ناسور پڑے ہیں　　چھتنا کہوں بھڑ کا کہوں چھلنی جگر اپنا
ہو جائے کسی طرح سے چھوڑا یہ مسافر　　اب جلد ہو دنیا کی سرا سے سفر اپنا
اب نس کٹا عنبر سے نہیں گھستا ہے صندل　　نرگس ہے مزا لوٹتا ہے خوش نظر اپنا
ہم کیوں کہیں اے جان یہ خسرو ہے کیرن[۱]　　کچھ فائدہ کہنے سے نہ کچھ ہے ضرر اپنا

---

۱ - کمیرن = خاکر دبوں کی پیشہ دست -

مردوے اترانہ اتنا او ہی اپتر[1] ہو گیا　　رکھ کے مرزائی کو کیوں جامہ سے باہر ہو گیا

اے بوا راحت یہ دیتا رنج ہے کس دن نہیں　　سوت کا بچہ مرے حق میں مقدر ہو گیا

جب سے سنگیں بیگ کے آکے احاطے میں رہی　　تھی رقیب انقلب دل اب تیرا پتھر ہو گیا

ہو گئی حیرت مداری کا تماشا دیکھ کے　　چمڑے سے بلی بنی پر سے کبوتر ہو گیا

موم کی مریم[2] میں ہوں فولاد خاں سے اب کڑی　　سختیاں ایسی سہیں دل میرا پتھر ہو گیا

آنچ سے پیڑو کے انگاروں پہ لوٹی رات بھر　　بھاڑ کیسا گھر جہنم سے بھی بدتر ہو گیا

سوت کے گھر میں رہے کل میر گل آتے نہیں　　باجی کانٹوں سے سوا پھولوں کا بستر ہو گیا

پھروں تڑپے بات کی جو ٹھیس لگ جائے ذرا　　اندنوں دل باز خاں لوٹن کبوتر ہو گیا

لگ گئی کس کی نظر تھترّ پڑیں میں کیا کہوں　　دودھ ہے جاتا رہا چھاتی میں کنکر ہو گیا

میں وہ فتنی ہوں قیامت میں قیامت ڈھاؤں گی　　حشر کے دن دیکھنا محشر میں محشر ہو گیا

خون ایسا گرم تھا بی آبداری جل گئی　　کچے لوہے سے سوا بس نرم نشتر ہو گیا

سوت کے جھونٹے گریبان ان کا ہو گا ہاتھ میں　　آج دنیا میں یہ بنّو جبر مجھ پر ہو گیا

میر گل سے اب کے رہنے میں ہوئی وہ بیکلی　　ٹل گئی کیا ناف دائی پیڑو پتھر ہو گیا

فاختے کا جوڑا منگوا بھیجوں میں کوکو کے ہاتھ　　واعدا[3] شمشاد کا اب تو صنوبر ہو گیا

آئے تھے مجھ کو ڈرانے خود ڈرے منکر نکیر　　دیکھ کے بس ایک اک مولا کو ششدر ہو گیا

قبر کی مشکل خدا نے شکر ہے آسان کی　　میرا حامی مصطفےٰ کا بازو حیدر ہو گیا

جس پیمبر کی اجی امت نے کی آگے خلاق　　ریچھ کوئی کوئی مچھلی کوئی بندر ہو گیا

آتو صاحب سے یہ میں سن آئی ہوں سچ بات ہے　　قہر ہے نازل خدا کا ان پر اکثر سر ہو گیا

---

[1] اپتر بمعنی خود نما و کم ظرف ـ اترانے والا [2] موم کی مریم ـ نہایت نازک عورت [3] واعدا ـ عام عورتوں کی زبان پر وا عدہ ہے ـ

جانصاحب اب دعا مقبول ہوتی ہی نہیں — بند دروازہ دعا کا بندہ پرور ہو گیا

ردیف ب

تو بدگمانی سے اس کو نہ او ہی جان خراب — دُگانا جان نہیں ہے گمانی جان خراب
کرے گی اُجڑی چٹوری خصم کا گھر کیونکر — ابھی سے کلموہی سوسن کی ہے زبان خراب
چڑھانا مردوے تیوری بھووں میں پڑتا ہے بل — جو اپنے خم سے ہو ٹیڑھی وہ ہے کمان خراب
جو ہیں زمین کے باشندے ان کا دشمن ہے — یہ جان کے موا کرتا ہے آسمان خراب
انگوٹھی ایسی بنا تے نہیں دمامہ[1] کی — چڑھایا تم نے ہے سمدھن بہت نشان[2] خراب
کہانی اُس سے تو ہم رنڈیوں کی بہتر ہے — حکیم جی نے کہی شب کو داستان خراب
میں نوج بھیجتی قلعی کو ٹبڑھا کنڈا اجڑا — سنے نہ سیدھی[3] کیا میرا پاندان خراب
کیا ہے گوروں نے جس دن سے لکھنؤ میں بن — ہر ایک ہو گیا آسیب سے مکان خراب
کبھی نہ شاعری ان کانیھوں کو آئے گی — محاورے میں موؤں کا سنا بیان خراب
کیا جو رونا ہے موقوف چڑھ گئیں پلکیں — برستا مینہ نہیں کیوں نہ ہوں یہ دھان خراب

فقیر ہو کے نہ لے نوک کی امیروں سے
یہ تجکو کرتی ہے اے جان آن بان خراب

تم ہوئیں گھر بار کی بنّو بنو انسان اب — جن جکیں بچے کئی گیارہ گئیں جوان اب
پہلے دو چیزوں کا کرنا ہے مجھے سامان اب — رتجگا تو کر چکی کرنا ہے دسترخوان اب
ہر گھڑی لعنت کا مارا چھیڑ کے کرتا ہے شر — مردوے کے سر پہ رہتا ہے چڑھا شیطان اب

---

[1] دمامے کی انگوٹھی وہ انگوٹھی ہے جو شادی بیاہ یا منگنی کے وقت دولہا کے گھر سے دولھن کے گھر اور چیزوں کے ساتھ بھیجی جاتی ہے [2] نشان چڑھانا منگنی کے دن انگوٹھی چھلا وغیرہ دلھن کو پہنانا [3] برا بھلا کہنا یا گالی سننا۔

ہوں نہا دھو کے میں آئی اس گھڑی ہوں پاک صاف — سیج پہ ہوں لوں گی اٹھا منگوائیے قرآن اب

بی بی گھر والے کو ہنستی ہوں گی دل میں سمدھنیں — ق — سب کے سب بیٹھے ہیں منہ باندھے ہوئے مہمان اب

کھانے پینے کا اگر تم بار کو ماما لا چکی — کتھا چونا ڈلیاں لائے اور الاچی پان اب

سہرے دیکھے ہو چکے بچوں کے بچے اے بوا — کوئی باقی ہے نہیں دل میں مرے ارمان اب

تیر سی اپنے نشانے پر یہ سیدھی جائے گی — عشق میں جائی کماں افسر کے بھی ملتان اب

ہو گئی نادار دل تو دے چکی میں آپ کو — جان اک باقی ہے وہ تم پر کروں قربان اب

جانتے ہیں جھوٹ سچ کو میری سنتے ہی نہیں — سوت نے مرزا کے کچھ ایسے بھرے ہیں کان اب

ان کی حرمیں کیا بنی ہیں عرش پر ہے اب دماغ — جان کے یہ کرتی ہیں جھن بوا نقصان اب

لاکھ کا گھر خاک ہے میرا ارے لوگو گیا — ان کی خوراکی[۱] میں کٹوا کے میں لوں تاوان اب

آج سے گھر میں میرے آنا نہ اے ہمسائی تم — اور موٹا سا کوئی جوڑ دی گی کیا طوفان اب

لیتے آنا چوک سے مرزا کروں گی سیر میں
جانصاحب کا چھپا ہے دوسرا دیوان اب

بندی کو یاد کیجئے یا بوتراب اب — اس سرزمیں پہ ہے مری مٹی خراب اب

دل نے مزے اٹھائے ہیں جیسا گزر گیا — ایسا خدا دکھائے نہیں انقلاب اب

یوسف جمال مرد کے ٹپوں کا ہے خیال — ہر شب کو دیکھتی ہوں پریشان خواب اب

نفرت ہے ہو گئی بوا آتو کے نام سے — پڑھتی ہوں باجی اماں سے ام الکتاب اب

مفلس کی ہے جوانی یہ جاڑے کی چاندنی — بدتر ہے سو بڑھاپے سے اپنا شباب اب

ماں باپ سر پہ ہیں نہیں شادی کرے گا کون — مر جاؤں گی نہ آپ سے ہوں گی خراب اب

---

[۱] خوراکی یعنی روزینہ۔

اعمال نامہ میرا فرشتوں سے کھو گیا
صد شکر ہو گا حشر میں کیونکر حساب اب

اے جان جیتے جی تری صورت نہ دیکھوں گی
ایسا ہوا ہے تجھ سے مرا دل کباب اب

کیا نصیبن کا خصم نکلا ہے بھونڈا بد نصیب
دائی قسمت تھا بنجتی کا نصیبا بد نصیب

دے نہ دشمن کو خدا اولاد بیٹا بد نصیب
ہوتے ہی مر جائے ہو تجھ سا جو پیدا بد نصیب

ایسی شادی نوج ہو نرگس خصم بیمار ہے
کیا بھو کمبخت آئی ہے کے پیرا بد نصیب

چار چالوں ہی میں ڈائن کھا گئی سسرے کو ہائے
تھی سہاگن ہو گئی اب ساس رنڈیا بد نصیب

تھی مثل وہ آگیا ننانوے[1] کے پھیر میں
بن گیا قارون کا خود آپ بچا بد نصیب

کوڑیا خانم سخی سے سوم ہو جاتی ہے جو
خوش نصیبوں کو بنا دیتا ہے پیسا بد نصیب

آبرو لی چھل کے چھینٹے دے کے پھولا مشک سا
چھوڑے دیتا ہے اُسے اب سقنی پٹیا بد نصیب

مسخراپن جو کریں وہ پوچھے جائیں آجکل
رہ گیا اب بے حیائی کا زمانا بد نصیب

ہم ہوئے بڑھیا جواں اپنا ہوا جس دم کمال
قدرداں ملتا نہیں اب کوئی بھڑوا بد نصیب

کوسوں ہی پرچھائیں سے بھاگوں میں ہیگم جان کی
کھو جڑے پٹیا اگر دل مانے میرا بد نصیب

لکھنؤ سے شہر میں دیکھا نہ پینا آج تک
جانصاحب سے نہیں کوئی زیادہ بد نصیب

شاعری میں بوا ہزار ہیں عیب
ایک دو کیسے بے شمار ہیں عیب

پہلا دیوان سب غلط میرا
اس میں ظاہر یہ تین چار ہیں عیب

شعر موزوں تو قافیہ مہمل
سب یہ چھپنے کے آشکار ہیں عیب

---

[1] ننانوے کے پھیر میں آجانا = کنجوسی پر کمر باندھنا۔ روپیہ بڑھانے کی فکر میں پڑ جانا۔

واچھڑے ایسے اب رہے شاعر — شعر میں ایک حُسن چار ہیں عیب

دھوتیا پرشاد لکھمی چند تلک — یہ سمجھنے لگے گنوار ہیں عیب

معترض دل میں گھاؤ ڈالتے ہیں — اِن کی چھریاں ہمیں کٹار ہیں عیب

نابلد ہیں محاورے میں وہ — علم سے جن کو آشکار ہیں عیب

گو کتابیں پڑھی ہیں حکمت کی — فکر کے سر پہ پر سوار ہیں عیب

ہو نسا کے محاورے میں صحیح — ہوں غلط اپنے افتخار ہیں عیب

عیب اُستادوں کے ہنر کے ہیں ساتھ — کھوتے ان کا نہیں وقار ہیں عیب

جس جگہ زور ہی نہیں چلتا — جبر سے کرتے اختیار ہیں عیب

بی بُرائی کی خو بشر میں ہے — اس بشر کے بو احصار ہیں عیب

دونوں بچے یہ سَوت کے بھابھی — جان کے کرتے بار بار ہیں عیب

نظم کے ہے چمن میں ساتھ ان کا — گُل اگر حُسن ہے تو خار ہیں عیب

حُسن کا اِک زمانہ عاشق ہے — سب کو بے شبہ ناگوار ہیں عیب

جوتی بیزار ان پہ چلتی ہے — محفلوں میں عجب چمار ہیں عیب

جانصاحب کسی کو کیا ٹوکے
ایک اس میں ہی نو ہزار ہیں عیب

بے ماں کے ہٹ اُٹھاتے نہیں زینہار باپ — جورو کے مُنہ سے کرتے ہیں بچوں کو پیار باپ

بنّو مثل یہ سچ ہے پسنہاری ماں بھلی — بہتر نہیں ہے ہو جو تو انگر ہزار باپ

پاپوش مارتے نہیں اولاد کو بہن — بعضے نگوڑے ہوتے ہیں ایسے چمار باپ

پہلے تھی جورو اِگّے کی اب دوسرا کیا — نطفہ یہ ہے پیادے کا اب ہے سوار باپ

۱؎ اگا = شاہی میں ہندوستانی فوج کا وہ عہدہ دار ہوتا تھا جو ماتحتوں کو کمر بندی کا حکم دیتا تھا۔

دو باپ فتح خاں کے تو میں بھی ہوں جانتی
آگے مجھے خبر نہیں ہوں اس کے چار باپ

ہمسائی کس کو کہہ کے ہے باپو پکارتی
بچّی کا کیا تمھارے ہے سچ مچ گنوار باپ

کرتا ہے باتیں دادا بھائیوں کے وقت کی
جیسا ہے بیٹا ایسا نہیں ہوشیار باپ

بیٹے کی باپ سے بنی خانم بگڑ نہ جائے
ڈالے بہو پہ آنکھ موا بد شعار باپ

تھے شمع جانتے مجھے اپنی حیات کی
عاشق تھے میرے جنّتی پروانہ وار باپ

میں گُل تھی ان کی وہ مرے بلبل تھے دیکھ کر
ہوتے تھے باغ باغ مرے اے بہار باپ

بیٹی کی سوت جو بنے غارت ہو ایسی ماں
دَیُّوث ایڑی چوٹی پہ وہ ہوشار باپ

دونوں ہیں اپنی جوروؤں کو روز مارتے
بیٹا بھی نابکار موا نابکار باپ

ناراضگی سے جاتے ہو ہوگا نہ حج قبول
ماں زار زار روتی ہے اور زار زار باپ

نامی سڑی کی بیٹی ہوں لیلی کی جائی ہوں
مجنوں تھا قیس میرا غریب الدّیار باپ

کنجڑے کی میں نہ جائی نہ تم ہو قصائی کے
میرے تمھارے دونوں کے ہیں ذی وقار باپ

بچے کو اس کے کہہ نہیں سکتے حرام کا
جیتا ہو جس کا اے بوا ہو آشکار باپ

بیٹے کو رنڈی رکھنے کو بلوا دے چوک سے
ہوتے بہت ہیں کم اجی ایسے بھی یار باپ

پے کی ردیف اور طرح بھی کھولے جان
کب تک سنے یہ جاؤں پہ تجھے بار بار باپ

ردیف پ

بی حور کا معاف کریں اب قصور آپ
خلعت دیں سرفرازی کا اس کو حضور آپ

دل باغ باغ کیجیے خدمت میں لائیے
نرگس کو بار بار رہے ہیں جو گھور آپ

کیسی گدھی ہو بچوں کا کھانا ہو ہو نستی
راتب تو تین ٹٹو کا جاتی ہو ٹھور آپ

مصری نے بھیجی مصر سے افیون آئی ہے
کس رنگ کا ہے پی کے تو دیکھیں سرور آپ

بی بی عبث تمہارا فہیم النساء ہے نام
نادان بچوں سے ہیں سوا بے شعور آپ

دانائی سے بعید ہیں کھیلا ہنے کے ڈھنگ
نعمت کو ڈھونڈنے کو چلیں دانا پور آپ

شعلے بھڑکتے دل میں ہیں کرتی ہو جل کے بات
رکھتی ہیں گرم آٹھ پہر یہ تنور آپ

پھٹکار رہے برس رہی صاحب حرام سے
آئینہ لے کے دیکھئے منہ کا تو نور آپ

منگل کے دن میں گوشت نہیں کھاتی ہوں کبھی
پکوایئے گا میرے لئے کل مسور آپ

ماں باپ کی میں بیٹی چھل پائی سے بُری
بازار سے پری کوئی لے آئیں حور آپ

نزدیک آپ کے کوئی کیا بد بلا ہوں میں
رہتے ہیں مجھ نبخنی سے جو دور دور آپ

بچہ نہیں ہے پیٹ میں آزار ہے کوئی
دائی کو باجی بھیجئے اپنی ضرور آپ

نفرت ہے مجکو اے میاں بھاتا نہیں فریب
جورو سے اپنے کیجئے یہ مکر و زور آپ

میں فیض آباد جاؤں گی بھابھی کو دیکھنے
لے جان جائیں شوق سے اب کانپور آپ

میرے دل میں ڈالنے کو آئے تھے ناسور آپ
کر چکے تعریف سوکن کی میاں منظور آپ

بیگما جی پوچھتی ہیں آپ سے چھوٹی بہو
میرے گھر سے پاس ہیں کے بیسے ڈوبی دور آپ

بورئے کو فقر کے شاہی کا سمجھی تخت ہو
توڑ کے جو پاؤں بیٹھیں بن گئیں تیمور آپ

مانگنے اٹھو گی گل تکیہ سے پھر بی بودلی[۱]
صبر سے کیجئے قناعت وہ نہیں ہیں سور آپ

تاک میں تھے ہو بڑے موذی تم اے چھوٹے میاں
کر گئے خایہ غلامان[۲] زہر مار انگور آپ

شوم نیشمی سے بوا یہ صاف کہتی ہوں میں ہاں
عور میں دنیا کی ہوں اور دین کی ہیں عور آپ

---

[۱] بودلی بمعنی احمق [۲] خایہ غلامان = انگور کی ایک قسم ہے۔

ہم کریں گے آپ کو اس روز بس جھک کر سلام
آئیں گے محشر میں جب یہ اوڑھ کے سمّور آپ

گرمیاں یہ او ہی اوروں کو تمھاری بھائیں گی
ٹھنڈے ٹھنڈے ہو جیے گھر سے مرے کافور آپ

لڑ پڑیں ہمسائی باجی میں نے جو ہنس کر کہا
اب کے کیا برسات میں لگوائیں گی مزدور آپ

کس بدبختی نے کھلا دی او ہی یاقوتی تمھیں
پاؤں قابو میں نہیں یہ نشے میں ہیں چور آپ

کس موئی کی بھیجی آئی یہ فلک سیر آپ تک
مجھ ددا اُجڑی سے تو کچھ کیجیے مذکور آپ

بوڑھا چونڈا میرا مونڈواؤ گی بنّو واہ وا
اختیار اپنا تمھیں کیا ہیں ابھی مجبور آپ

کیا غضب ہو یہ جو سن پائیں بڑے چھوٹے حضور
تم کو رسوائی ہوئی ہے اپنی تو منظور آپ

اب چھپاتی ہو چھپاؤ پھر نہ کہنا مجھ سے کچھ
اپنے دل کی ہو گئیں مختار بے دستور آپ

چڑھ کے چھاتی پر لہو پی لوں گی تو چلو وہیں
شاہزادی ہو تو ہو یہ دل میں ہیں مغرور آپ

میں ددا جلا دنی ہوں دل میں تم سمجھی ہو کیا
میرے مجرے کو نہ آنا ہو جیے کافور آپ

سو رہو کمرے میں اب مُنہ پر دوپٹا تان کے
اس میں بہتر ہے کہا میرا کریں منظور آپ

میر موسیٰ کے بہو سے لکھنا پڑھنا چھوڑ کے
ہیں بجانا سیکھیں اب نامِ خدا قنطور آپ

آج ہی جا کر کہوں ملکہ سے دسترخوان پر
اب جو رقعہ آئے شادی کا کریں منظور آپ

روکنے سے میرے مرشدزادی اُرک تیں نہیں
میں تو ہوں مجبور اس میں میں نہیں مجبور آپ

جان ہے فاقوں سے سولی پر کہے جاتے ہو شعر
جانصاحب اس زمانے کے ہیں بس منصور آپ

ردیف ت

باجی لیلیٰ تمھیں مجنوں کی ہے بھائی صورت
مجھ زلیخا کو تو یوسف کی خوش آئی صورت

بُت بنی بیٹھی رہی حُسن کی مغروری سے
دیکھنے آئی مری ساری خدائی صورت

پھیر لیتے جو ہو منہ دیکھ کے مجکو مرزا
کون سی رکھتی ہے بندی کی بُرائی صورت

ایسی مُنہ چور ہوئی ایسی چرائی آنکھیں
دو برس تک نہیں نرگس نے دکھائی صورت

رنڈی مغرور ہے اس نے نہ کیا مجکو سلام
بولا قاضی یہ ہے دینے کی دہائی صورت

یار کی چاہ خصم سے ہے زیادہ ہوتی
ہر گھڑی رہتی ہے آنکھوں میں سمائی صورت

دل موا پیار جسے کرتا ہے کہتا ہے اسے
اپنے ہاتھوں سے ہے خالق نے بنائی صورت

بعد برسوں کے خصم آیا رہا رات کی رات
میں تو جی بھر کے نہیں دیکھنے پائی صورت

کون سے لعل لگے شکل میں یاقوت کے ہیں
بی جواہر کو جو گولاسی یہ بھائی صورت

کھائی کا مُنہ نہ نہائی کے کبھی چھپتے ہیں بال
خود بنا دیتی ہے یہ اپنی صفائی صورت

جانصاحب نہیں بچوں کو بھی پہچانتے ہو
مرتے دم موت نے یہ دل سے بھلائی صورت

ان ایک پلکوں میں ملتی ہے چار کی صورت
چُھری کی سوئی کی قینچی کٹار کی صورت

علی کی تیغ پڑے جھوٹ اس کو جو سمجھے
بھویں ہیں حیدری کی ذوالفقار کی صورت

قلی ہو پاجی ہو بھڑوا ہو مسخرا یا ہو
ہے ان کی لکھنؤ میں روزگار کی صورت

یہ پوچھے جاتے ہیں چاروں کی قدر ہوتی ہے
شریف کے ہے نہیں اعتبار کی صورت

ذلیل سب سے سوا اب ہے شاعری کا فن
نہ شاعروں کی رہی کچھ وقار کی صورت

دکھائے اپنی نگوڑا حرامی خر مستی
صلانہ کوڑی دے بولے حمار کی صورت

اس اُجڑے باغ کی بلبل ہوں اے بو اگلشن
سوا خزاں کے نہ دیکھی بہار کی صورت

پھنسی نہ جال ہیں صیاد خاں کے مَیں بُلبُل
فریب دینے کی اس نے ہزار کی صورت

یہ حُسن آبرو کھوئے گی جو بری گے لئے
بکے گی یہ بھی جوا ہر نگار کی صورت

ہر ایک مرد کی سینے پہ آنکھ پڑنے لگی
ہوئی کچوں کی جو کچھ کچھ اُبھار کی صورت

اور اب تو وہ ہے مثل یک انار صد بیمار
ہوئی ہیں چھاتیاں جب سے انار کی صورت

مجھی کو دینے کو سوتا پالائی تھی باندی
ملاؤں خاک میں اس نو بہار کی صورت

سدا بہار یہ نطفہ تو میر گل کا نہیں
ہوا گلاب کا بچہ گنوار کی صورت

یہاں سے جان چلا کربلا معلّےٰ کو
خدا دکھائے نہ پھر اس دیار کی صورت

ردیف ٹ

چھوٹی بڑی کیونکر نہ ہو نیچے کی بڑی چوٹ
نرگس مرے اس آنکھ میں آئی ہے بڑی چوٹ

چھڑکا ہے لہو سوئی سے انگلی کو ٹچوکے
جب چوب گئی آنکھ سے دوبار جھڑی چوٹ

تیمور کی ہمدرد ہیں شمشاد و صنوبر
تقدیر کے ہاتھوں سے یہ پالٹ[1] کی پڑی چوٹ

لنگڑے ہوئے جھولے سے گرے پینگ تھے دیتے
بیٹھے یہ نہیں۔ کھائی ہے دونوں نے کھڑی چوٹ ق

بجتا تھا گجر ہاتھ جو اُکھڑا نہیں بیٹھا
ایسی لگی گھڑیالی میں کمبخت گھڑی چوٹ

تھا مرد کڑا ناف ٹلے ٹل گئے دونوں
دھکے سے کمر کولے میں گو آئی بڑی چوٹ ق

پروا نہیں کسی ہیں رہے دائی سلامت
خاطر ہی میں لاتے نہیں ہم نرم کڑی چوٹ

اندھیرے ہے ہونٹوں کی مری چوس لی مسّی
کھلوائے گی منہ کی یہ تمھیں دھوکا دھڑی چوٹ

سوتے میں ستاتے ہو میں ماروں گی تماچا
منہ ٹوٹے بلا سے مرے لگ جائے بڑی چوٹ

آیا تھا بڑے دعوی سے بس ہو گیا پل سے
پہلی ہی کڑی مردوے سے ایسی لڑی چوٹ

تم دال کی منڈی کے ہوئے جان ہے یہ دال
کہلائے ردیف آپ جو ہیں ایسے سڑی چوٹ

---

[1] پالٹ لکڑی پھینکنے والوں کی اصطلاح میں وہ ضرب ہے جو حریف کے پانوں پر مارتے ہیں۔

پشم پر ہم نے سب کا مارا لوٹ — سرنوشت اپنی ہے ہمارا لوٹ

ساکھ جس کے کبھی نہ جائے گی — اس مہاجن نے یہ سکارا[1] لوٹ

انگریزی رہے قیامت تک — دے نہ اک دن کہیں خسارا لوٹ

بھولے بیٹھے ہوئے خدا سے تھے — زندگی کا تھا یہ سہارا لوٹ

اب جوانی کہاں جو پوچھیں مرد — کون بڑھیا کو دے دوبارا لوٹ

حسن کی اپنی پہلی ہے دولت — یوں کیا ہم نے آشکارا لوٹ

اس جواری خصم کا من میٹوں[2] — اوہی پو چھکے پر وہ ہارا لوٹ

ہوگئے دیکھتے ہی نشے ہرن — پاؤ آدھا رہا نہ سارا لوٹ

ہاں ہاں کرتی رہی پیا ہی گیا — آنکھوں کے سامنے چکارا[3] لوٹ

جان کی طرح اس کی حافظ تھی — مجکو بچوں سے تھا وہ پیارا لوٹ

لیے جاتا تو ہے نہ جائے مگر — دیکھ کر بھیجو استخارا لوٹ

بیچ لیتی ہو جانصاحب تم
جنیا ہر شعر ہے تمہارا لوٹ

ردیف ث

یہ ہوا سر میں سمائی موے ناشاد عبث — گھر نشیمن کی روش کرتا ہے برباد عبث

دونوں مہمل ہیں صنوبر بھی محل سے نکلے — ایک شمشاد کو تم کرتے ہو آزاد عبث

لال خاں خون کرے گا ترا اک دن لالن — جان کے تونے خصم یہ کیا جلاد عبث

---

[1] سکارا ماضی ہے سکارنا سے جس کے معنی ہیں ہنڈی کا روپیہ ادا کرنا [2] من میٹنا۔ قربان کرنا۔ صدقے کرنا [3] چکارا ایک قسم کا چھوٹا ہرن ہے۔

کہتے ہیں اشرفی خانم سے کہ کر تو نالش
میر ارشاد علی کا ہے یہ ارشاد عبث

پہلے ہی چاہئیں اسٹام کے کاغذ کو روپے
ہو کے نادار چلی کرنے ہیں فریاد عبث

دے نہ اک پیسا وہ ہے کوڑیا خانم رنڈی
دم گواہی کا موا بھرتا ہے امداد عبث

بی فضیلت مرا گھر والا بڑا فاضل ہے
اب وکالت لگا کرنے نیا کیاد عبث

خضر کی شکل ہے شیطان کی خو پیدا کی
کھوتا دنیا کے لئے دین ہے ناشاد عبث

تلخ کی زندگی شیریں کے لئے اُجڑے نے
اے بی آبادی کیا جان کو برباد عبث

ق

سخت مہمل تھا پڑیں عقل پہ اس کے پتھر
پھوڑ کے سر کو موا مر گیا فرہاد عبث

ایک دم بھر کے تو جینے کا بھروسا ہی نہیں
کرتے حاکم ہیں بوا قید کی میعاد عبث

وہ بھی مانی کی طرح دیکھ کے ہوگا بیہوش
کھینچے آیا ہے نقشہ موا بہزاد عبث

جانصاحب ابھی اس فن میں نہیں ہو کامل
کر کے شاگرد چچنے بن گئے اُستاد عبث

ہے بگڑتی پری خانم سے نبی جان عبث
ہو کے دانا موئی بنتی ہے یہ نادان عبث

شرع میں او ہی دُگانا یہ نہیں بات درست
تم مسلمان سے بھی لیتی ہو تاوان عبث

بالیاں بجلیاں اپنی ہی پنہا دو اس کو
بالے پن میں ابھی چھدوانے تھے یہ کان عبث

بند ہو جائیں نہ یہ نیم کے تنکے ڈالو
ساس کا کہتا بُرا سمجھی ہو اس آن عبث

موئی مِسّی کی نشانی ہے ترا ابن بنّو
کان کرتی ہو کھڑے ہو کے پریشان عبث

ماں کے ہوتے ہوئے میں کون ہوں پھاپھا کٹنی
کرتی اس بچی پہ جی جان ہوں قربان عبث

جس میں تِل بندھتے نہ تھے کملی نہ رہی وہ امان
پیلیتی تم ہو مجھے کو ٹھوسی ہر آن عبث

مجھ بہو اُجڑی کا تم ساس سے ہے ناک میں دم
لڑتی ہو سر پہ چڑھا رہتا ہے شیطان عبث

مانگ میں آگ لگی کوکھ جلی ہوں جھلسی
خود پشیمان کو کرتی ہو پشیمان عبث

آپ کے بیٹے کو میں کھا گئی ڈاین ہی سہی
میں تو ایسی نہیں تم کرتی ہو بہتان عبث

نو جنے بچے رہا تیس برس گھر آباد
آج یہ آپ کا فرمانا ہے اس آن عبث

قدر کیا پہلے کی ہے اس کو جو پوچھے گا کوئی
جانصاحب یہ کہا دوسرا دیوان عبث

حفظ کی اس سے بڑی روٹی ہو از بر حدیث
کام قرآن آئے گا یا قبر کے اندر حدیث

کیا ہے منہ جو بات مجھ سے کر سکیں منکر نکیر
ہے خدا یکتا کہوں حق حق پڑھوں حدیث

ہے عجب معشوق یہ قرآن خالق کی زباں
اے بی بندی جان اس کے واسطے زیور حدیث

حق ہے حق نے بھیجے بندوں کی ہدایت کے لئے
آل پیغمبر کے حق قرآن پیغمبر حدیث

دین کے دشمن کی دشمن دوست کی میں دوست ہوں
روح ہے میری بڑی روٹی تو ہے دلبر حدیث

قبر کے اندر نہ آنا سنتے ہو منکر نکیر
سن لو تم قرآن باہر سن لو تم باہر حدیث

وہ ہوں پردے والی کام اپنا کیا دیکھی نہ شکل
مجھ سے ملک الموت بھی سن کے ہو ششدر حدیث

جانصاحب عاشقانہ شعر اب اس میں کہو
ہے زمیں ث کی نئی نکلی بہت بہتر حدیث

قیس مجنوں ہو گیا ہے عشق کی پڑھ کر حدیث
حسن کا لیلی کے بندہ ہے یہ ہو باور حدیث

عشق کا وہ مرتبہ ہے عشق ہے خالق پسند
مصطفے المحبوب حق کا دال ہے اس پر حدیث

عاشقہ ہوں اپنے پیغمبر کی میں بلقیس سی
عشق کی پڑھ دوں سلیمانی پری سر تر حدیث

ہیں بہو بیٹیں حسنین کی کعبہ مدینہ کربلا
چہرہ مصحف خط ہوا تفسیر یا اطہر حدیث

اک موے کافر نے ہے قرآن کا لکھا جواب
بعضے مردے کر گئے وضعی اجی اکثر حدیث

ذبح کر ڈالا۔ جبھی دل میں گناہوں کے سبب — جب سُنی خنجر ہوئی حق میں مرے نشتر حدیث

قیس اور فرہاد تھے نامی محدث عشق میں — جو سُنی ایسی نہ میں بھولی کبھی دم بھر حدیث

جانصاحب کم ہوئی حرمت نہ کچھ قرآن کی

باندھنو باندھا ہے ان کی کھل گئی ہم پر حدیث

عبث

دل میں مجھ سے تجھے اس بات کا ہے دھیان — اس تمنّا میں مرے گا یہ ہے ارمان عبث

پڑھ تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ — گھیرے ہمزاد کی صورت ہے یہ شیطان عبث

مجھ سے گر عقد تھا کرنا تمھیں حافظ گُلشن — یاد اس بندی کو کروانا تھا قرآن عبث

مُنہ اُٹھائے چلا آتا ہے محل میں ہر ایک — بی محلدار ہیں ڈیوڑھی پہ نگہبان عبث

رنڈیوں کی یہ اچاپت میں ادھر جائے گا — رکھی عیاش نے پرچون کی دوکان عبث

بیٹی ماں باپ کی ہو رچھپنی کالی دھیمر[1] — آگے اس کی ہے صفت پریوں کی اے جان عبث

گر بنی جان کو باور نہیں مجھ سے تو کہیں — پاس بلقیس کا کرتے تھے سلیمان عبث

کھا کے کیا جائے گی کیا آئے گی کھا کے خیلا — تین من دھانوں کو چلتی ہے رچدھان عبث

آپ سے مردوے بنتے ہیں یہ خود دیوانے — عشق میں یوں کے جاتے ہیں پرستان عبث

لوں میں نو چیزیں فقط گنتی گنانے کے لئے — ایسے توڑے[2] کو سلام آئے ہیں نو خوان عبث

ہیں کھلاتی وہ ہمیں اپنے مزے کے خاطر — صاف تو کہتا ہے تم کرتی ہو احسان عبث

سمدھیانا تو ہے نادار تمھیں خیر ہے کچھ — ناچ گانے کا میاں کرتے ہو سامان عبث

حشر کا ڈر نہیں شیطان کے بہکانے سے — کرتا مغروری ہے دنیا میں یہ انسان عبث

جلد اے جان کہیں حیم کی اب آپ ردیف — حسن کا شعر میں اور عیب ہے، دھیان عبث

---

[1] دھیمر کنایۃً کالے آدمی کو کہتے ہیں [2] تورہ وہ مختلف اقسام کے لذیذ کھانے ہیں جو خوانوں میں لگا کر بڑے تکلف سے تقریبوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔

ردیف ج

اک پیادہ ڈھونڈھتا آیا تھا اک اسوار آج — آ چکے ہیں صبح سے مشکی کے دو لگوار آج

خوش نظر یہ پیار سے گھوری انھیں اک بار آج — دونوں بچے ہو گئے نرگس نسا بیمار آج

آئینہ مصحف صفر کے چاند میں ہیں دیکھتے — چاند دیکھو کھینچ کے شمشیر خان تلوار آج

بندی سر قدموں پہ رکھے سر پرستی وہ کرے — ہے نہیں ایسا کوئی منصو خاں سردار آج

آیا تعیناتی سے گھر والا مرا برسوں کے بعد — آ نہیں سکتی میں تجھ تک اے موئے زنہار آج

مارتی پاپوش پر ہوں ایسی روٹی آپ کی — جوتیاں مارو گی کل دیں گالیاں دو چار آج

ڈولی منگوا دو مجھے ہو جاؤں میکے کو سوار — بھٹے سے منہ مجھ سے کی بے وجہ کی تکرار آج

دیکھنے کو جو حیا تن کے گیا ٹھنڈا ہوا — گرم ہے اس کی گلی میں موت کا بازار آج

دانت کے شانے کے ٹوٹے دانت سب سلجھے نہ بال — کی جو کنگھی زور سے شانہ ہوا بیکار آج

خرچ یوسف نے نہ بھیجا کل نباتی جان کو
مصر کا دکھلائے گی مصری کو وہ بازار آج

الٹی سیدھی سوت مرزائی سے ہو تقریر نوج — میں گریباں گیر ہوں یا وہ ہو دامن گیر نوج

چار خط میں لکھ چکی لکھا نہ اک خط کا جواب — عاشقانہ اس کو میں نامہ کروں تحریر نوج

حرف ہے عزت میں آتا ایسے لکھنے سے جناب — آ تو صاحب خط کتابت کی کروں تدبیر نوج

ہو موا بہزاد یا مانی موا ارژنگ ہو — مردوا ہو کے مری کھینچے کوئی تصویر نوج

چودھری چودہ کے زائیدے مثل مشہور ہے — ہو وا جی منصب کے قبضے میں مری جاگیر نوج

ہو گیا شیطان ہے مردود میرا پی کے دودھ — اور اتنا میں ہو میرے دودھ کی تاثیر نوج

ایک دن مرنا ہے بیشک بات پر منحوس ہے — کربلائی جیتے جی ہو قبر کی تعمیر نوج

اس کی تو چاندی بنے کشتہ ہو میری آبرو　　اس طرح حاصل مہوس سے کروں اکسیر نوج

منہ لگاتا ہی نہیں کمبخت میں بھابھی کو کوئی　　اپنے بیگانوں میں ایسی ہو مری توقیر نوج

اے بوا بنجی بٹرن نے تیں کڑیاں توڑ کے　　اب پری خانم کو مانگے دوں کبھی زنجیر نوج

سچ نصیبن نے کہا بدبخت تو ہے لاجواب
جان صاحب اور کی تیری سی ہو تقدیر نوج

کرے نہ سوت سی دشمن کو بھی خدا محتاج　　خدانخواستہ ہوا ہی آشنا محتاج

یہ شاہزادی سے اک مرد نے سوال کیا　　عطا ہو حسن کی دولت میں ہوں گدا محتاج

نگوڑے مرد جو بھگدڑ میں بھی نہیں بھاگے　　انھوں نے لوٹا محلے کو کر دیا محتاج

لٹے ذرا بھی نہیں کہتے ہیں کہ خوب لٹے　　یہ اُن کی لکھتا ہے حسّت کا ماجرا محتاج

عوض میں دینے کے لوئیں دھکے گالیاں دیں　　جو ان کے در پہ کوئی جا کے ہو کھڑا محتاج

کہیں کہ تجھ سے سوا ہم فقیر ہیں چل دور　　یہاں نہ کوڑی ملے گی ہوا ہو جا محتاج

یہ حال اب ہے زمانے کا صوفیہ خانم　　کہے جو وجد میں آکے بُرا بھلا محتاج

جو سنے والے ہیں وہ بے حیا کے دادا ہیں　　کھڑے سنیں نہ ہو پروا کہ کیا بکا محتاج

کچھ اور شعر اسی رنگ میں کہو اے جان
بے فاقہ کش نہیں اک تم سا دوسرا محتاج

اس انقلاب نے ہر ایک کو کیا محتاج　　زمانہ ہو گیا بھگدڑ سے اے بوا محتاج

دیا خدا نے ہے جن کو حقیر چشم ہیں وہ　　کسی روش نہیں نرگس بوا ذرا محتاج

کیا ہر ایک کو ملکہ معظمہ میں نہال　　امیر چھوٹا بڑا اک نہیں رہا محتاج

تصدّق اپنا عطا بھلی سب کو کی تنخواہ　　وثیقے والوں میں ہے کونسا بھلا محتاج

رحیمہ ایسی کریمہ ہیں عادلہ ملکہ
خطا معاف کی کُل کی غنی ہو یا محتاج

امیر ہفت ہزاری رئیس پوتڑوں کے
کریں جو ایسے تو کیوں دے نہ بد دعا محتاج

اُڑیں یہ مرغ کبوتر بٹیر کنکوے
اُٹھے حرام میں پیسا تو پائے کیا محتاج

وہ خرد ماغی سے سائل کو یہ جھڑکتے ہیں
ہے ان کے سامنے گویا سو گدھا محتاج

ملے گی حشر میں اس قدر کی انھیں لذّت
اب آگے اُن کے نہیں مال کچھ ذرا محتاج

یہ او ہی دُنیا کے کُتّے نگوڑے کیا جانیں
کہ جیسا رکھتے ہیں عقبیٰ میں مرتبا محتاج

یہ ہم سے ہوں گے وہاں ان سے ہم وہاں ہوں گے
ہر اک بچا کو بنائیں گے یہ بچا محتاج

خدا غنی ہے حقیقت میں اور کُل ہیں فقیر
کسی کو رکھتا نہیں ہے سدا خدا محتاج

جلے پھپھولے نہ اے جان پھوڑو جل جل کے
مزا ہے شمع کی صورت جلے سدا محتاج

ردیف ح

کیا لطافت کی ہے شے اس نے بنائی ارواح
یہ نظر آئی بھی اور ہے نہیں آتی ارواح

بعد مرنے کے بُروں کی ہے بُرائی کرتے
ہاں بھلوں کی ہی ہوا کرتی بھلائی ارواح

ہے بدن میں تو عیاں او ہی نہاں ہے ایسی
دیکھنے میں نہیں دیتی ہے دکھائی ارواح

جسم کی جیسے تجھے شاق جدائی اب ہے
شاق ہے جسم کو بھی تیری جدائی ارواح

رہے دنیا میں مکان اور مکیں دونوں خراب
تو نے راحت نہ ترے جسم نے پائی ارواح

او ہی تم دونوں کو محشر میں بھی دے گی ایذا
آہ ان میرے گناہوں کی برائی ارواح

اسی صورت سے نکلتی ہے یہ اے جان موئی
جس مصیبت سے ہے قالب میں سمائی ارواح

ردیف خ

مہرِ نسا کی لڑکی ہے بدرن کمال شوخ
بڑھنے تو دو گھٹنو یہ ہو گی چھنال شوخ

غلمان و حور سے ہے سوا آدمی میں حسن
پریوں کا ایک چہرہ ہے اور چال ڈھال شوخ

یہ رنج بھی گوارا ہے راحت فسا ہوا
دیتے ہیں بچے دل کو نہایت ملال شوخ

شاہانہ بیگماتی کسم کا یہ رنگ ہے
یکتا ہی رنگ ہے نہیں رنگت میں آل شوخ

بچے امیر کے ابھی شوخی کریں ہزار
ان کو کوئی کہے یہ ہے کس کی مجال شوخ

سر گورے استرے سے یہ منڈوائے گا ہوا
کرتا ہے کیا ہی دیکھو جواب اور سوال شوخ

ہر بات میں الجھتا ہے کنگھی کی طرح سے
چلتی زبان قینچی سی ہے قیل قال شوخ

دیوان دوسرا ہے نیا بس بکے گا کیا
یہ ماند مال ہے نہیں تازہ ہے مال شوخ

شیریں نے کوہکن کا کیا خون کیا عجب
مشہور ہوتے آئے ہیں صاحب جمال شوخ

اے جان اس بڑھاپے میں بھی تو جوان ہے
بچوں کی طرح سے ہے طبیعت کمال شوخ

منگوائی گون سبز تھی وہ لائے بہن سرخ
قطامہ بنوں پہنوں محرم میں گون سرخ

پہنے ہوئے جوڑا ہی تو آئی تھی دلہن سرخ
اک روز کی بیاہی کا مناسب ہے کفن سرخ

کیا نیل کی منہدی کے بھپارے میں تھی پتی
نیلا ہوا پیڑو مرا اے دائی بدن سرخ

پھولا جو ہوا ڈھاک ہے اک آگ لگی ہے
آتا ہے نظر گرمیوں میں کوسوں ہی بن سرخ

گولاسی ہے رنگت تری تو آگ کا پتلا
غصے سے نہ کیوں منہ ہو ترا شام برن سرخ

کالا ہے حبش شہر ابھی شام ہے گورا
کشمیر ہوا زرد بدخشاں ہے یمن سرخ

اک مردوے نے سینے پہ گل مجھ پہ جو کھائے
اے جان نظر آ گیا لالے کا چمن سرخ

ردیف د

بھویں بڑھاپے میں کیونکر کریں جوان پسند
کوئی بھی کرتا ہے اُتری ہوئی کمان پسند

کسی کے مُنہ سے نہیں ہے مری زبان پسند
بوا فصیح کو کرتے ہیں خوش بیان پسند

اُدھر میں خاک ہے میری ہوا کے ہاتھوں سے
زمین پسند نہ ہوں اوہی آسمان پسند

خصم کسی کا نہیں کھُپتا اپنی آنکھوں میں
ہمیں ہے مردوے کی اپنے آن بان پسند

چچے ہو لوٹا نہ رکھواؤں اپنی چوکی پر
کریں تم ایسے مجھے اب خدا کی شان پسند

کم کے ڈھیلے ہی اچھی بُری ہیں دیکھے شکل
کرے نہ کرتے ہیں صورت نہ ناک کان پسند

کہانی اپنی جو بیتی سناؤں مردوں کو
کسی کی پھر نہ کبھی آئے داستان پسند

میں اس وکیل کی جورو ہوں جس کا حاکم نے
ہزار بار کیا بنّو امتحان پسند

خراب ہوں گے محلّے کے بچّے اے باجی
کیا ہے کسی نے ہمسائے میں مکان پسند

جوان کے دام ہوں اے جان پھیر لادو تم
نہ حسن وان یہ ہے اور نہ پاندان پسند

کیوں نہ موباف کی کلیاں ہوں گل اندام پسند
جانور مردوے کرتے ہیں یہ گلدام پسند

اب تو کبھی نہ قصائی ہے نہ حجام پسند
سادھو ماما ئی کا اس دور میں ہے کام پسند

تم سے لہنا نہیں قسمت میں اُنہنے کے سوا
وہ بُری ہوں مرا اچھا بھی نہیں کام پسند

پھول اس واسطے انگیا میں ہیں رکھے محرم
کوئی چڑیا کا پھنسے آئے یہ گلدام پسند

نام قرآن میں تو مصحفی خانم نکلا
آیا یاسین علی باپ کے بھی نام پسند

رسّی جل جاتی ہے رسّی کا نہیں بل جلنا
بات بد کرتے ہیں ہر وقت میں بدنام پسند

لہ لہنا بمعنی نفع - فائدہ ۲ہ اُلہنا بمعنی الزام -

چاہتی ہے یہی دانائی نہ دیکھے آغاز مرد ہو یا کہ ہو رنڈی کرے انجام پسند

اس میں اے جان میں اب تو جو نہانے جاؤں
میر باقر کا نہیں ہے مجھے حمام پسند

ردیف ذ

دال دلیا ہی نہیں ملتا کجا کھانا لذیذ کھا لیا جو مل گیا سمجھی بہت کھایا لذیذ
شکر ہے رزاق کا ہر حال میں اے دانیال ہم کو یہ سو نعمتوں سے ایک ہے فاقا لذیذ
اے بی شیریں سچ مثل ہے ہم مسلمانوں کو کیا کھیر گر پکے چماروں میں بہت تحفا لذیذ
ہاتھ میں بے شبہ اب لذت ہے لذت بخش کے جو پکایا اس نے بی نعمت نسا اچھا لذیذ
اور پکانا تو سلونے پر سلونا ختم ہے بڑھ کے شیریں سے پکایا کس نے ہے میٹھا[1] لذیذ
ہے بہت کم سن میاں جورو کو ہونے دو جوان ٹھنڈا کھانا گرم کر کے کھاؤ گے ہو گا لذیذ

جانصاحب حق تو یہ ہے فکر یہ پختہ نہیں
دم نہ کھانے پائے جو ہانڈی ہو گیا بھیّا لذیذ

ردیف ر

کیا ہوا میں نے نکالے جھاڑ کر سو بار پر شل کئے قسمت نے بازو ہو گئے بیکار پر
محکمے میں مہر کی روشن نے اس اظہار پر شمع والی سیج ہے پروانہ ہے تھانہ دار پر
میری محرم سے لنگوٹا لال خاں محرم ہوا چور منہدی کا چڑھا انگیا کی کب دیوار پر
میان سے باہر ہوں قبضے میں آؤں گی کبھی شوق سے رکھ دیں گلا شمشیر خاں تلوار پر
دھگدھگی میں رات سے نرگس کا دم ہے اے بوا دن نہیں کٹتا نظر آتا ہے اس بیمار پر

---

[1] میٹھا بمعنی حلوا۔

ناک چوٹی کاٹی جائے سچ میں کہتی ہوں اچی مشکی عنبر سے رہے کھل جائے گا سرکار پر

جانصاحب بات کا پورا ہے یہ منصور خاں

حق ہی بولے جائے گا گو رکھ دے حاکم دار پر

جسے چاہے کر دے یہ بہتر سے بدتر نہیں کوئی شے ہے مقدر سے بدتر

نصیبن خصم رنڈیوں کو ہے ملتا مقدر سے بہتر مقدر سے بدتر

مثل ہے جسے چاہے پی وہ سہاگن وہ بہتر سے بہتر ہیں بدتر سے بدتر

مرا لاکھ کا گھر کیا خاک اجڑے نہ چھوڑی کوئی چیز بدتر سے بدتر

کڑی بات اے جان چبھتی ہے دل میں

یہ کانٹے سے بدتر یہ نشتر سے بدتر

ردیف ز

آج کل حاضر رہو سرکار میں اے جان روز مانجھا آنے والا ہے تم رکھو اس کا دھیان روز

ان دنوں ڈیوڑھی پہ ہردم تم کو رہنا چاہئے اے میاں مجہول احدی[1] کھولتی ہو کان روز

جب برآمد ہو بنا خورشید مرزا ذی وقار تم بلائیں لے کے ہو آیا کرو قربان روز

کیوں نہیں جاتی ہو کیا مہندی لگی ہے پاؤں میں میری ننھی جان کے بنتی ہو تم انجان روز

جس قدر جوڑے بٹیں گے دس مہینے تو ہوئے قطع ہوتے دیکھتی ہوں گلبدن کے تھان روز

پاؤ آدھی ساری ہینڈی پاؤ گی بٹنے تو دو ہو دعا بھی مانگتی شادی کی تم ہر آن روز

جشن سے جمشید کے شادی کہیں ہو گی سوا ایسے ہی ہوتے ہیں شاہانہ اچی سامان روز

منجھلے صاحب چھوٹے صاحب ہیں بڑے عالی دماغ رسم جو ہو وہ اعلیٰ ہے یہی فرمان روز

---

[1] احدی۔ شاہی میں ایک منصب دار ہوتا ہے۔

جلد دیکھیں آرسی مصحف کہیں دولہا دلھن — مانگتی یہ ہوں دعا پڑھ پڑھ کے میں قرآن روز

زرد جوڑا تم جو پہنو گے پہنے گی زعفران — دم کرے گی ناک میں رنڈی ٹڑی سلطان روز

دوڑ کے لاتا ہے کوڑی زرد یہ میرا بیا — پھبتیاں تم پر کہے گی وہ اجی شیطان روز

عرض کرنے سے مرے بچے کو نوکر رکھ لیا — شکر ہے واجب ادا کرنا دوگانا جان روز

زرد ہو جوڑا پہن کے نیلے پیلے سوت سے — بھیجتے جس کے لئے زردے کے ہو نو خوان روز

یاالٰہی شادیاں ہر روز اس گھر میں رہیں — عیش کرتے اب تو ہیں اردو غزل و دیوان روز

ریختی مطبع میں جائے گی یہ اب سن لیں حضور
جانصاحب کا ہے چھپتا آج کل دیوان روز

ردیف س

چاندی کا ہے نہ سونے کا زیور ہمارے پاس — کندن فقط بھرم ہے کہاں زر ہمارے پاس

لیلیٰ جو دیکھے چھوڑ دے مجنوں کو ایسا ہے — دیوانہ مردوا پری پیکر ہمارے پاس

لی مفت چھینی لال نے موتی کی آبرو — سچی خبر یہ لائی ہے گوہر ہمارے پاس

نوچندی کے سوا کہو قمرن نسا بوا — بلوائیں گے وہ آئیں گے کیونکر ہمارے پاس

کھلواؤں فصد نوج میں اس کنگلے نائی سے — کہتا ہے بتلا ہے نہیں نشتر ہمارے پاس

گھر لکھ گئے وہ مہر میں قاضی کی مہر سے — کھرے کا کھرا لکھا ہے محضر ہمارے پاس

مشکی کے ہاتھ بھیج دئے ماما کالے تل — آئے میاں بلال نہ قنبر ہمارے پاس

پیدا ہوئے جو ہم میں محرم میں چاند خاں — آتی خوشی نہیں اجی دم بھر ہمارے پاس

کٹواؤں ناک چوٹی اگر پہنچے باغ سے — شمشاد اب جو آئے صنوبر ہمارے پاس

پہروں ہی تڑپا ٹھیس اگر بات کی لگی — لوٹن موا ہے دل یہ کبوتر ہمارے پاس

وہ رات شب برات شب قدر ہے ہمیں — جس روز مردوا رہا شب بھر ہمارے پاس

فولاد خاں گذرنے لگے ہم پہ دن کڑے — آیا نہ جب سے فس کٹا جوہر ہمارے پاس

قطعہ

جمشید خاں سکندری رنڈی کا نام ہے — آئینے والی نے ہے لیا گھر ہمارے پاس

دوں اپنا آئینہ اسے قلعی کے واسطے — اس کے خصم کو لاؤ بلا کر ہمارے پاس

مصری منگائے گھنڈا ہے تو ساجھے میں پکے کھیر — شیریں کے پاس دودھ ہے شکر ہمارے پاس

اے جان ابر اُٹھا ہے پیتے نہیں شراب

شیشہ تمھارے پاس ہے ساغر ہمارے پاس

شیخانی کی یہ پونیاں آ کر ہمارے پاس — چھانٹیں یہ موڑیں بیٹھ کے دلبر ہمارے پاس

گھن آئے کتنے کوّوں کو جن گالیوں سے جی — سر رکھ سنائیں سَوت وہ منکر ہمارے پاس

سَوتیں نہیں فروغ نہ پایا کسی نے بھی — بیٹھیں چٹک مٹک کے برابر ہمارے پاس

کیا جانیں کہنا ریختی اوہی چڑھائیں منہ — ایسی پڑی ہیں جیب میں ستر ہمارے پاس

قطعہ

خضرو ہدا اتن اور ہے عصمت بھی مال کیا — سب آئیں زہر کھا کے یہ ہم پر ہمارے پاس

ڈھاتا ہے حشر پڑھنا قیامت ہے ریختی — فتنہ غضب کا آیا تھا محشر ہمارے پاس

فرزند ہے رئیس کا عبداللہ خاں ہے نام — محفل میں ہو کے بیٹھا نہ ہمسر ہمارے پاس

دلّی کے خانموں میں بھلا آدمی بنا — بیٹھا بہو کی طرح سے جھک کر ہمارے پاس

شاگرد ہوں میں آپ کی اُستانی آپ ہیں — یہ لفظ کہتا آیا وہ اکثر ہمارے پاس

وہ بولا گھر یہ آؤں گی میں بولی شوق سے — جب چاہے آیو میاں بہتر ہمارے پاس

دعوت کی اس کی ہم نے ہمیں اس نے نذر دی / خورشید کی طرح رہا دن بھر ہمارے پاس
کہنے سے اس کے پڑھتا بہت خوب ہے اچی / جو اس میں ہے وہ ہے نہیں جوہر ہمارے پاس
ستھری زبان نظم میں کر دیتے اس کی ہم / عیاشش مردوا نہ رہا پر ہمارے پاس
بی جادی صاحبہ نے بھی کی پرورش بڑی / مداح ان کا وہ ہوا اکثر ہمارے پاس
مکّہ مدینہ اپنے ہیں ماں باپ نے بی حور / دوزخ کا آنے پاتا نہیں ڈر ہمارے پاس

اے جان باغ باغ رہیں آبرو ملے
جنّت ہمارے پاس ہے کوثر ہمارے پاس

ردیف ش

صبح سے شام کو کر چکی دو بار تلاش / لونڈی حاضر ہے ہوئی کیوں یہ گنہگار تلاش
رات سے کس کے یہ ٹٹو میں موا جا کے گھسا / دل نہیں سینے میں میں کر چکی سو بار تلاش
حسن کا روگ لگا دیتی ہیں دل کو آنکھیں / کون کرتا ہے بھلا عشق کا آزار تلاش
دل سا یوسف گیا ملتا نہیں مصری خانم / مجھ زلیخا نے کیے سیکڑوں بازار تلاش
میرے کہنے میں نہیں بیاہ کروں میں کس کا / اپنا کر لے گی یہ خود آپ ہی گھر بار تلاش
گول دروازے سے اور اکبری دروازے تک / میر گل کو نہ ملے کر چکے وہ ہار تلاش
ق
نو بہار آئی ابھی پھولوں کا گہنا لے کر / یہ کہاں سے کھو کر لائی ہے مردار تلاش
ڈھونڈھ کے آپ نے چربانک اگر کی رنڈی / مردوا کر لیا ہم نے بھی طرحدار تلاش
دنیا حاضر ہے مگر دین ہے بیشک غائب / دین دنیا میں کرے چاہیے دیندار تلاش
بیسوا دنیا کو دن رات ہی ہم ڈھونڈتے ہیں / ملتی مکارہ نہیں ہوتی ہے بیکار تلاش
دین کس طرح سے پھر ہاتھ لگے گا لوگو / ہم ہیں دنیا میں نہیں دین کی زنہار تلاش

مال کیا فارسی والوں کے ہے آگے ہندی　　ایسے ہی ہوتے ہیں مضمون بدشوار تلاش

مردوے فارسی مضمون کریں جو ہندی　　اُن ہی کی فکر کو ہے ایسی سزاوار تلاش

چاقو تک رکھنا نہ اب گھر میں بہادر مرزا　　حکم سے ہوتے ہیں سرکار کے ہنتھیار تلاش

سیسا شورہ اجی گندھک ہو کہ گولی بارود　　رات دن کرتی ہے ان چیزوں کی سرکار تلاش

اچھی دائی ملے اچھا ملے چیرے والا[1]　　جلد صحت ہو ہر اک کرتا ہے بیمار تلاش

نکلی نرگس کے ہے گوہانجنی[2] کو لاوہ لگاے　　کوئی برسوں کی پُرانی کرے دیوار تلاش

سرقا فارسی کا جان کیا ہے تم نے
جنس کیونکر نہ کریں ستھرے خریدار تلاش

ردیف ص

دیکھو نرگس سے نہ پیدا کرو مرزا اخلاص　　دیکھا جائے گا نہیں آج جو دیکھا اخلاص

بلہوس مردوے دو دن کی ہیں چاہت کرتے　　چھوٹے دیدوں نہیں بھا نا مجھے ایسا اخلاص

پڑھ کے اخلاص کا سورہ مرے کنگھی کرنا　　بُغض پیدا نہ ہو جیسا کیا پیدا اخلاص

نچھنے[3] کرتے ہیں موے پاجی ہی دھینگا مشتی　　بھونڈے مردوں کا بوا ہوتا ہے بھونڈا اخلاص

پڑ گیا نیل مری او ہی وہ چھاتی مسلی　　ہاتھ ٹوٹیں ترے غارت ہو یہ تیرا اخلاص

چھوٹی سالی سے کوئی ہنستا ہے یوں بے تو جب[4]　　اپنے ماں بہنوں سے تم رکھو یہ بیٹا اخلاص

پیار بھی کرتی ہیں بچی کو کبھی پیار نہیں　　بی عجوبا کا ہے اک طرفہ تماشا اخلاص

آشنا مرد ہیں مطلب کے بوا آبادی　　جھوٹ کا پیار ہے ان اجڑوں کا اجڑا اخلاص

تنیر کی آنکھ سی بچوں کو اسد خاں دیکھے　　پانوں کی جوتی چڑھے سر کو[5] یہ کیسا اخلاص

---

[1] چیرے والا بمعنی حکیم [2] گوہانجنی آنکھ کی اُس پھنسی کو کہتے ہیں جو پلک کے نیچے ہو جاتی ہے [3] نچھنا بمعنی کمینہ [4] بے موجب عورتوں کی زبانوں پر بے جا اور بے موقع کے معنی میں ہے [5] پانوں کی جوتی سر کو چڑھتا یعنی ادنیٰ کا اعلیٰ کی برابری کرنا

رہی مسجد میں نمازی کو نہ اُس نے چھوڑا
دیکھا دنیا سے دگانا کا نرا لا اخلاص

جتنے معشوق ہیں عاشق کے ہیں جانی دشمن
ملک الموت سے ہے سمجھئے ان کا اخلاص

مرنے جوگا موا افیونی پڑا ہے ڈالے
تیری پینک یہ پڑے ٹیکی یہ کیسا اخلاص

جانصاحب موے مجھ سے نہ بڑھا تو الفت
بن کے ڈائن ترا کھائے گا کلیجا اخلاص

ردیف ض

تھا دل میں مری جان ترے کب کا بھرا بُغض
دلبر ارے تو نے یہ نکالا جو بوا بُغض

لڑوا دیا لو سوت سے دو باتوں میں مجکو
یہ جھوٹ کا پتلا ہے اللہ رے ترا بُغض

ہر روز نہ مارا کرو خصم و کو بہن تم
دے زہر تمھیں اس کا نہ دکھلائے مزا بُغض

دل میرا ہے پر بولتا ہے بَیری کی میرے
اس دوست میں پاتی ہوں میں دشمن سے سوا بُغض

بھائی کا مری سوت کے ہے نام حسد خاں
اے جان وہ جو کچھ کریں مجھ سے ہے بجا بُغض

ردیف ط

ہاتھوں آیا ہے بنفشہ کے یہ بیمار کا خط
لکھا نرگس نے یہ اپنے بڑے آزار کا خط

سیار سینگی جو ابھی باندھ دوں میں بکری کے
نہ پتا ور کے برابر پڑے تلوار کا خط

خوشنویسوں میں طبیعت تھی بڑی بلغ بہار
ہے نکالا ہوا جس کا اجی گلزار کا خط

میرے دولھا نے مجھے باغ میں جب بھیجا ہے
گاہ لکھا ہے عدسی کبھی گلزار کا خط

۱؎ ٹیکی پڑنا عورتوں کی زبانوں پر خارت ہونے کے معنی میں ہے ۲؎ سیار سینگی ۔ سیار کی ہڈیوں کا ڈھانچا ۔ عورتوں کے خیال میں جس کے پاس سیار کی ہڈی ہوتی ہے اُس پر کوئی حربہ کارگر نہیں ہوتا ۳؎ پتا ور یعنی پھوس ۔

لے گیا ہے یہی گلشن کو بھگا کے باغی
خار میں کھاتی ہوں جب آتا ہے گلزار کا خط

تختے کے تختے سیہ میں نے کئے اور بھیجے
ایک دن پڑھتے نہیں اوہی گنہگار کا خط

آتو صاحب کو بلاؤ تو اسے پڑھواؤں
مجکو کلکتہ سے آیا مرے سرکار کا خط

مرد عورت کے ہے بل بولنے میں بس اتنا
میں جینو[1] کا کہوں تم کہو زنار کا خط

کہیں ہاتھوں کی لکیریں بھی بھلا مٹتی ہیں
بال چینی کا برابر ہے زمیندار کا خط

خیر ہے تم کو بی ہمسائی میں اٹھنے دوں گی
ہاتھ بھر بڑھ کے پڑا میرے کی دیوار کا خط

سوگ رکھے نہ بہو سفری کا لوگو ہے ہے
بھیا نے لکھا ہے اس حال میں گھر بار کا خط

جان تو تن سے اسی وقت گئی اس کی نکل
کھینچا جلاد نے کولے سے گنہگار کا خط

جانصاحب اسے بس کوئی مٹا سکتا نہیں
ایک سے ایک حقیقت میں ہے دشوار کا خط

ردیف ظ

کیا کہتے ہو تم مجھ سے ہر آن خدا حافظ
میں خود نہیں رہنے کی اے جان خدا حافظ

یٰسین محمد کے ہاتھوں سے انھیں پہنچا
حافظ جی نہ اب دیں گے قرآن خدا حافظ

کیڑا اسی بہو لائیں پائیں گی بھلا کب تک
چالیس برس کا ہے ارمان خدا حافظ

دانائی یہ کیسی ہے بی عاقلہ خیلا ہیں
نادان کی جنتڑی کا بی جان خدا حافظ

بنّو کی ہوئی نسبت نادار ہے گھر باجی
کس طرح سے نکلے گا ارمان خدا حافظ

جمعہ کو بلا لوں گی کیوں روتی ہو اے بنّو
سسرال کو لے جا تو قربان خدا حافظ

دن شادی کے ہیں بڑھتے اے جان چلے جاتے
برسوں ہی رہے گا کیا سامان خدا حافظ

---

[1] جینو اس بال یا خط کو بھی کہتے ہیں جو جواہرات میں ہوتا ہے۔

کیا کہتے ہو تم مجھ سے کیا کہتے ہو تم مجھ سے
میں خود نہیں رہنے کی میں خود نہیں رہنے کی
یٰسیں محمد کے یٰسین محمد کے
حافظ جی نہ اب دیں گے حافظ جی نہ اب دیں گے
کیڑا اسی بھولائیں کیڑا اسی بھولائیں
چالیس برس کا ہے چالیس برس کا ہے
دانائی یہ کیسی ہے دانائی یہ کیسی ہے
نادان کی جنڑی کا نادان کی جنڑی کا
بنّو کی ہوئی نسبت بنّو کی ہوئی نسبت
کس طرح سے نکلے گا کس طرح سے نکلے گا
جمعہ کو بلالوں گی جمعہ کو بلالوں گی
سسرال کو لے جاتو سسرال کو لے جاتو
دن شادی کے ہیں بڑھتے دن شادی کے ہیں بڑھتے
برسوں ہی رہے گا کیا برسوں ہی رہے گا کیا

ہر آں خدا حافظ ہر آن خدا حافظ
اے جان خدا حافظ اے جان خدا حافظ
ہاتھوں سے انھیں پہنچا ہاتھوں سے انھیں پہنچا
قرآن خدا حافظ قرآن خدا حافظ
پا لیں گی بھلا کب تک پا لیں گی بھلا کب تک
ارمان خدا حافظ ارمان خدا حافظ
بی عاقلہ خیلا ہیں بی عاقلہ خیلا ہیں
بی جان خدا حافظ بی جان خدا حافظ
نادار ہے گھر باجی نادار ہے گھر باجی
ارمان خدا حافظ ارمان خدا حافظ
کیوں روتی ہو اے بنّو کیوں روتی ہو اے بنّو
قرباں خدا حافظ قربان خدا حافظ
اے جان چلے جاتے اے جان چلے جاتے
سامان خدا حافظ سامان خدا حافظ

ردیف ع

تو ہے جلتی تیرا پروانہ بھی جل جاتا ہے شمع
پیچ پروانے کی کاکل کا یہ ہے تجھ پر پڑا
اُف نہیں کرتی ہے تو جلتی ہے سر سے پاؤں تک
عشق میں تیرے یہ چربی چھا گئی آنکھوں میں ہے
غم کے اور شادی کے بھی محفل میں تیرا ہے گذر

او ہی یہ اک عشق تم دونوں کو جلواتا ہے شمع
جو دھواں سر سے ترے نکلا وہ بل کھاتا ہے شمع
صبر ہی تیرا دھواں تیرے یہ اڑواتا ہے شمع
لو زنانی بزم میں پروانہ گھس آتا ہے شمع
کوئی رو کر کوئی ہنس کر تجھ کو جلواتا ہے شمع

جس پہ پروانہ ہوں میں اس مردوے کا مجکو بھی — تیری صورت عشق آٹھ آٹھ آنسو رلواتا ہے شمع

خاک سے پروانے کے بنوا کے یہ چومک چراغ — آسماں تیری جلی چربی بھی جلواتا ہے شمع

قبر پر لیلی کے آئی لاکھوں دیوانوں کی روح — قیس کی چربی کی تکیہ دار جلواتا ہے شمع

شمع کو کس شب چھنالے کی ملی تعزیر ہے
جانصاحب کون پروانے کے جلواتا ہے شمع

اپنا جلنا یاد میں دھگڑے کی بن بھولی ہے شمع — حسن پر پروانے کی پگھلی بہت بھولی ہے شمع

چت لگن روشن نے حق حق کہی پھبتی ہوا — ہے اگر منصور پروانہ تو یہ سولی ہے شمع

شمع کہتی ہے اسے تتھوا ہے تو کس باغ کا — کہتا پروانہ ہے تو کس کھیت کی مولی ہے شمع

اے صنوبر صبح کہا شمشاد سے کو کونے یہ — سرو کی مانند لنگڑی ہے نہیں لولی ہے شمع

پیسے والی وہ ہے آئی اب ٹکے والی منگاؤ
جانصاحب روز کی آتی جو معمولی ہے شمع

سامنے کیا آپ کے روشن ہوئی بی حور شمع — نور اس کا ہو گیا کافور ہے بے نور شمع

حق یہ ہے آتش زبانی سے چڑھائی یہ گئی — ہو گیا اک شاخہ سولی بن گئی منصور شمع

جان دینی اپنا جل جانا کیا اس نے قبول — تو نے جل کے اس کے دل میں ڈالے یہ ناسور شمع

جھلملائے بھول جائے آفتاب اپنا چراغ — صبح کو لے کر اگر ڈھلواؤں میں کافور شمع

سبز اور تم سرخ لاڈے ہے اگر مانی مراد
جانصاحب یہ کرو روشن نہ بے دستور شمع

ردیف غ

کیوں نہ پائے او ہی داغوں سے یہ میرا تن فروغ — سیکھے بلبل گلوں سے پاتے ہیں گلشن فروغ

اپنی ہی اولاد کا چاہیں گی بی سوکن فروغ
میرے بچوں کا نہ ہونے دیں گی یہ دشمن فروغ

سامنے چینی کے کیا مٹی کے ہے برتن کی اصل
بی ترا ابن مجھ سے لے جائے گی کیا سوکن فروغ

تم اکیلی پانچ بھائی ہیں مرے چھوٹے بڑے
سچ ہے اس آگے یہ رکھتے ہیں مرے جوشن فروغ

مرد سے عورت کی عزت فی الحقیقت ہے بڑی
دیکھ لو پردے یہ رکھتی ہے بوا چلمن فروغ

مسی والی نے کیا اندھیر تھا لڑنے لگی
یہ بلا ہو کے وہ جمٹی لے گئی سوسن فروغ

آنچ سے پیڑو کے بڑھ کے آنچ ہی کوئی نہیں
پا نہیں سکتا جہنم سے کبھی گلخن فروغ

ایک آنسو سے مرے بھر جائیں جل تھل اے بوا
کیا دکھائے گا مجھے اپنا موا ساون فروغ

جھولتے تھے عرش میں کل ٹھوکروں میں آج ہیں
ایسے ہم نے دیکھ ڈالے ہیں بوا باون فروغ

کالے پانی جائے وہ سودا کہ جو بالوں کا ہو
اور کیا دکھلائے گا اندھیر اے دھومن فروغ

جانصاحب چاندنی شفاف دھو کے لائی ہے
آپ کے اُجلے[1] یہ رکھتی ہے مری دھوبن فروغ

ردیف ف

جو اس چمن میں گلوں کے دیا دہان کو شرف
عطا ہوا ہوا بلبل کی بھی زبان کو شرف

مشاعرے میں غزل جب پڑھی ہوا سرسبز
یہ مشاعروں میں شرف کی ملا زبان کو شرف

ہر اک نبی کا یہاں اس میں نور ہے نورن
ملا زمین سے ہے کب بڑھ کے آسماں کو شرف

جوان مرتے ہیں مجھ زال کی کہانی پر
نصیب کب ہے یہ رستم کی داستاں کو شرف

ہما بھی اپنی سعادت سمجھ کے کھاتا ہے
دیا خدا نے بشر کے یہ استخواں کو شرف

خدا کو پیارے ہیں سیدھے بھی اور ٹیڑھے بھی
جو ایک تیر کو بخشا تو اک کماں کو شرف

---

[1] اُجلا عورتیں دھوبی کو کہتی ہیں۔

قدم جو آیا محبت کا دل میں ہے آباد — مکیں کی ذات سے صاحب ملا مکاں کو شرف
ہزار جان سے ہوں مر رنڈیاں عاشق — دیا خدا نے وہ رعنامیاں جواں کو شرف

ہزار ریختی گو جان منہ چڑھائیں مرا
ملے گا ایسا نہ ان کے فرشتے خاں کو شرف

ردیف ق

دم میں کرتا یہ بھلے چنگے کو بیمار ہے عشق — چھوٹی بی اُڑ کے لگے وہ بڑا آزار ہے عشق
فی الحقیقت یہ جہنم کا سزاوار ہے عشق — جس کا فاسق ہے موا اس کا گنہگار ہے عشق
بُلہوس مردوے کا اے بوا بیکار ہے عشق — اُس موے مردوے کا مردار ہے مردار ہے عشق
پاک ہے عشق جسے عشق ہے صادق اُس کا — سچے عاشق کا اجی صادق الاقرار ہے عشق
جو کہ معشوق کا مذہب ہے وہی عاشق کا — حق تو یہ بات ہے کافر ہے نہ دیندار ہے عشق
حُسن جلاد گنہگار ہے دل عاشق کا — اس کے بس قتل کو معشوق کی تلوار ہے عشق
اس نگوڑے کی ہر اک دل میں جگہ پاتی ہوں — حُسن کی طرح سے معشوق طرحدار ہے عشق
ہے بہار اور خزاں اس کی ہی اول آخر — گُل ہے آغاز میں انجام میں پرخار ہے عشق
حُسن کی جنس کی دلاّل ہیں دونوں آنکھیں — دل تو عاشق کا ہے بیعانہ خریدار ہے عشق

ملک الموت کا ہے یہ موا چھوٹا بھائی
جان ہاں موت کے بازار کا مختار ہے عشق

ردیف ک

کمال جس کو موا کچھ ہوا کمال بلاک — اُسے غرور کی کرتی ہے چال ڈھال ہلاک
نہ تن کو ملتا ہے کپڑا نہ پیٹ بھر روٹی — ہمیشہ رہتا ہے مفلس خراب حال ہلاک

یہ دھیان رہتا ہے دل میں کہ میں بھی ایسا ہوں
کیا خیال بھی کرتا ہے یہ خیال ہلاک

خدا کو کب ہے عزیز النسا غرور پسند
ہوا وہ آپ درونت سے پائمال ہلاک

سدا رہا ہے وہ سنبل نسا پریشان حال
وبال جان موئے کو ہے بال بال ہلاک

کمال والے کا صاحب کمال ہے بے نفس
ہے تنگ دستی کا کرتا اسے زوال ہلاک

خراب حال نہ کیوں ہوں یہ گھوڑیاں سوتیں
انیلیاں ہی رہیں گی یہ چار سال ہلاک

زلیخا پھنستے ہیں معشوق بھی مصیبت میں
ہوا ہے مردوا یوسف سا خوش جمال ہلاک

یہ زر ہے دوست بھی اے جان ہے یہی دشمن
بچاتا جان بھی ہے کرتا بھی ہے یہ مال ہلاک

ردیف گ

ہے نام پیارے مناسب ہیں پیارے پیارے ڈھنگ
بہت بُرے ہیں کہوں کیا بھلا تمھارے ڈھنگ

شریف زادے ہو آتے ہو آدھی رات کو گھر
اُڑائے تم نے ہیں کیوں منشفقوں کے پیارے ڈھنگ

پکڑلی آتے ہی چھاتی کسی کا دھیان نہیں
بس ایڑی چوٹی پہ ایسے موئے کے وارے ڈھنگ

بنا سپاہی موا بیچیا تھا تل شکری
خدا کی شان یہ پیدا کئے کرارے ڈھنگ

ہوائی[1] چھوٹنے میں ایسے نکلے آویزے
نسا دروں[2] کا دکھاتے ہیں لو ستارے[3] ڈھنگ

کمر میں ہاتھ ہر اک کے ہو ڈال بیٹھتے تم
بہت خراب کریں گے میاں تمھارے ڈھنگ

لگا کے آئیں گے سرمہ تو میں ڈالیں گے
ان انکھڑیوں کے دکھاتے ہیں یہ اشارے ڈھنگ

مجھے وہ دیکھ کے اٹکھیلیوں کی چلتے ہیں چال
اُڑائے کبک کے طاوس خاں نے بارے ڈھنگ

دکھا رہے ہیں بڑھاپے میں موت کے آثار
اے جان جو تھے جوانی کے وہ سدھارے ڈھنگ

---

[1] ہوائی ایک قسم کی آتشبازی ہے [2] نسادر ابدال مہملہ اس سبز رنگ کے کبوتر کو کہتے ہیں جس کے دو دو شہپر سفید ہوتے ہیں۔
[3] ستارہ بھی ایک آتشبازی ہے۔

ردیف ل

بیکس سمجھ کے رکھ دیئے اے نوبہار پھول / بلبل نے گور پر مرے دو تین چار پھول

جامے سے اپنے ہو گئی باہر یہ گل چمن / آنے سے یار کے بھی گئی نوبہار پھول

تازہ کیا نہ روح کو مرنے کے بعد بھی / کھلایا دل جو پھولوں میں لائے نہ چار پھول

بیلا چنبیلی موگرا مردوں کو بھاتے ہیں / ہم عورتوں کو چمپا کے ہیں خوشگوار پھول

کروا کے چار باغ میں اک باغباں سے / لائی گلاب کے ہے نشیمن ہزار پھول

گوہر جب اپنے باغ کے ہے پھل کو توڑتی / جاتے ہیں ہاتھ پاؤں جواہر نگار پھول

پریوں کا سایہ کیوں پری خانم کو ہو نہ جائے / کوٹھے پہ شام کو چڑھی پہنے تھی ہار پھول

جب دیکھتی ہوں ہاتھ گلے میں ہی رہتے ہیں / دیوانے ایسے رہتے ہیں سر پہ سوار پھول

پھولوں کا دونا بھیجا ہے نرگس حرم کے ہاتھ / کیونکر چڑھے نہ دیکھ کے مجکو بخار پھول

آئے نہ وہ میں لوٹی ہوں کانٹوں پہ رات بھر / بے ان کے ہو گئے مجھے بستر کے خار پھول

جو پھول سے تھے گال بڑھاپے میں خار ہیں / یا وہ تھے ان پہ کرتے تھے بلبل نثار پھول

پھولوں نہیں سماتی ہے اے جان گل بہار
گلباز دے گیا ہے جو کیوڑے کے چار پھول

ردیف م

ایسا دیکھا نہیں کمبخت نکھٹا مقسوم / نوج ہو تیرا سا اے جان کسی کا مقسوم

جانصاحب ہے ترا طرفہ تماشا مقسوم / اک زمانے سے نرالا ہے عجوبا مقسوم

آبرو پر مرے پھر جاتا ہے پانی ہر روز / چھینٹے دیتا ہے ندامت کے یہ سقا مقسوم

میری تقدیر کا منہ کالا ہے لنگور کی شکل / روسیہ او ہی سیہ بخت ہے کوا مقسوم

کھوٹے پیسے سے سوا کوڑیا خانم باجی
مجھ کھری کا ہے غضب یہ موا کھوٹا مقسوم

بدگماں ایسا ہے بدکار نہیں چھوڑتا ہے
سایہ کی طرح میرے ساتھ ہے رہتا مقسوم

مجکو دیوانی بنا رکھا ہے اس اُجڑے نے
میرے حق میں موا لیلی کا ہے کُتّا مقسوم

یہ سخی مردوے کو سوم بنا دیتا ہے
او ہی خست کا بنا دیتا ہے پُتلا مقسوم

سچ مثل ہے کہ بڑے بول کا سر نیچا ہے
ہو گیا مجکو تو قاضی کا پیادا مقسوم

جو بھلی کرتی ہوں اس کو یہ بُری کرتا ہے
سوت ہے سوت کا لگما ترا میرا مقسوم

نہ شکایت کرو مقسوم کی اے جان تم اب
ہے سڑا کڑوا کریلا یہ تمھارا مقسوم

ردیف ن

لالوں کی لال ہوں میں دونوں جگہ وطن میں
سسرال ہے بدخشاں میکا مرا یمن میں

مرنے کے بعد سے ہے روشن ہے داغ دل کا
آئینہ لے چلی ہوں ساتھ اپنے میں کفن میں

لیلی کو جانتی جب مجنوں صفت سڑن ہے
دانتوں کے بدلے مِسّی ملتی اگر بدن میں

سوئی ہے تو لپٹ کے کل شب کو اے زلیخا
بو تیری بھد گئی ہے یوسف کے پیرہن میں

پروانہ سچ ہے کہتا ہے ظلم کا نتیجہ
گلگیر کاٹتا ہے سر شمع کا لگن میں

بی تاجو اور ناصر مشہور ہیں یہ دونوں
الفت تھی کیا ہی باجی اس بھائی اور بہن میں

پیڑو سے ناف تک اک اُٹھتی نئی ہوک ہے ہے
پھوڑا ہوا ہے دائی بندی کے گیا دھرن میں

محرم بنایا جب سے سمجھی نہ غیر اس کو
راحت کو یاد رکھا سو رنج اور محن میں

بنتی کھری ہے ناحق ٹکسال والی کندن
بوڑھوں بڑوں کے اس سے بٹا لگا چلن میں

تھی آستیں ڈھیلی انگیا کی اس سے محرم
محرم میں رکھا جگنو لو پہنچا نورتن میں

قطعہ

کرتے شکار دیدے ہیں شیر مردؤں کا   بندی کے یہ چکارے ہیں شیر کے برن[1] میں

سچ کہتی ہوں اسد خاں مجھ لومڑی سے بھاگو   سیدھے ہو گے مجھ سے تم اپنے بانکپن میں

اے جان لکھنؤ میں تو ریختی ہے پڑھتا

بلبل چہک رہا ہے اُجڑے ہوئے چمن میں

بناؤں گال پر جس دم نظر آؤں نہ محفل میں   الوپ انجن[2] کا رکھتی ہوں اثر کاجل کے میں تل میں

بٹھایا سوت کو بھابھی نے جب میرے مقابل میں   یہ بھڑکی آنچ پڑ و کی پھپھولے پڑ گئے دل میں

بٹھاتی کیا بُلا کے پاس شرماتی رہی دل میں   اما ئی جان کیا اپنا اجارا غیر محفل میں

جلے میری بلا جا کے رہیں وہ اس پہ پروانہ   موئی چربی کا پتلا شمع والی ہو گی محفل میں

جوانی میں بڑھاپے پر میں ڈاڑھیں مار کے روئی   مسالا پیسنے بیٹھی نہ دیکھے دانت جب سل میں

زچہ کی جان کا رہتا ہے ڈر اے جان جننے میں

خدا ہی کام ہے رنڈی کے آتا ایسی مشکل میں

کسی رات تو ہو مہربان زہرہ جبیں تو کہا او ہوں

اجی دو گھڑی کو آئیے مجھ تک حسیں تو کہا او ہوں

غم ہجر ہو مری شکل سے کسی روز بھی تو رقیب کو

مجھے وصل کی ہو نصیب شب مرے مہ جبیں تو کہا او ہوں

پس مرگ میرے مزار پر انھیں کیا غرض جو وہ آئیں گے

مجھے اپنی شکل دکھاؤ گے دم واپسیں تو کہا او ہوں

---

[1] برن بمعنی صورت وحلیہ [2] الوپ انجن ایک کاجل ہے جس کے لئے مشہور ہے کہ اس کو لگا لینے سے آدمی نہاں ہو جاتا ہے۔

ابھی اسے جھکاؤں میں قدموں پر کھنچے تیغ ناز حضور کی
اجی نزک بو مرے قتل پر چڑھے آستیں تو کہا او ہوں

مرا چاند تو میں چکور ہوں تو ہے رشک گل میں ہزار ہوں
تری شمع رُخ کا پتنگ ہوں مری نازنیں تو کہا او ہوں

غم ہجر سے میں مروں گا کیا یو ہیں آہ شوق وصال میں
اجی جان جان بچے گی یہ جان حزیں تو کہا او ہوں

تو ہے کلمہ پڑھ رہا غیر کا۔ دیا دل تجھے بخدا ایسٹ
بتِ بے وفا ترا شیفتہ کیا میں نہیں تو کہا او ہوں

ہوا انزش وہ شیریں دہن ترا نفیس ہوں جب یہ کہا
ترے صدقے ہوں مری لیلیٰ پردہ نشیں تو کہا او ہوں

بھلا کیا کہیں اے جان وہ ایسا ہے ظالم کینہ جو
کبھی صاف بھی ہو گی تری چین جبیں تو کہا او ہوں

چڑھی اُترے گی تیوری بھی ماہ جبیں تو کہا کہ او ہوں تو کہا کہ او ہوں
ذرا ہنس کے بھی بولو گے ہم سے حسیں تو کہا کہ او ہوں تو کہا کہ او ہوں

کروں ہجر کا درد و الم میں بیان مرا حال سُنو۔ مرا حال سُنو
ملو راہ گلی میں اکیلے کہیں تو کہا کہ او ہوں۔ تو کہا کہ او ہوں

مجھے جھوٹا سمجھتے ہو ماہ لقا لگے دیکھنے مُنہ۔ لگے دیکھنے مُنہ
مرے کہنے کا کچھ بھی ہے تم کو یقیں تو کہا کہ او ہوں۔ تو کہا کہ او ہوں

نہیں بات جو کرتے ہو وجہ یہ کیا ہوئے کیوں ہو خفا۔ ہوئے کیوں ہو خفا
کوئی میرا قصور خطا تو نہیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

تری چال کا کشتہ ہوں سرو رواں ہوا تجھ پہ فدا۔ ہوا تجھ پہ فدا
ملے کوچے میں بہر مزار زمیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

اجی شیفتہ اپنا نہ سمجھے مجھے کہوں اور تو کیا۔ کہوں اور تو کیا
کبھی رُخ بھی دکھاؤ گے پردہ نشیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

مجھے بزم میں اپنے ذلیل کیا کروں کیوں نہ گلا۔ کروں کیوں نہ گلا
لگا بیٹھنے جس گھڑی ان کے قریں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

کبھی رنگ نہ جمنے دیں گے مرا ہیں شوخ بڑے۔ ہیں شوخ بڑے
مجھے حکم ہو منہدی لگاؤں مہیں[۱] تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

کوئی اور وہ ہوگا اشارہ کیا۔ کہا جان نے جب۔ کہا جان نے جب
مرے خانۂ دل کے ہیں آپ مکیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

ردیف ی

جچتی ہوں میں ترازو میں الفت کے ڈھنگ سے	بیچوں گی دل کو تول کے کعبہ کے سنگ سے
رنگین میری فکر ہے دل کے اُمنگ سے	رکھتی جدا ہوں رنگ میں رنگیں کے رنگ سے
نسبت کو مجھ سے کچھ نہیں نسبت وہ کہتی ہوں	واقف ہے او ہی کون میرے رنگ ڈھنگ سے
دعویٰ برابری کا ہے جن بے حیاؤں کو	میں ان موؤں کا نام نہیں لیتی ننگ سے
کیا باغیوں کو پھول کتر کے دکھاؤں میں	مضمون قطع اک نہ ہوا کوئی ڈھنگ سے
جب او کھلی میں سر دیا دھمکوں کا ڈر ہے کیا	رنڈی ہے دھان پان سی گٹوائے ڈھنگ سے

---

[۱] مہین یعنی میں ہی۔

کرسی کے احمقوں میں تھے مونڈھے پہ بیٹھے کیوں
لیتی نہیں ہے کامنی خرچی دہنگ سے

پٹی سے پہروں سر دھنے یہ پائے وہ مزا
بیہوش کوئی خنگا کرے اس کو بنگ سے

کچّی نہیں ہوں پختہ ہوں پختہ کلام ہے
میں ریختی کی ریختی کہتی ہوں ڈھنگ سے

باروت سے سوا ہے میری تیزہ آتشک
ننّو مردوے اُڑے ہیں میری اک سرنگ سے

میں سوختہ مزاج ہوئی جس سے ہمکلام
وہ جل کے مرگیا مری باتوں کی جنگ سے

نہ لے گئی موئی قسمت کہاں کہاں میری
کسی نے قدر نہ کی زیر آسماں میری

خراب ہی رہی مٹّی تراب خاں میری
کسی نے قدر نہ کی زیر آسماں میری

پچھے ہو لوگے اسی منہ سے پچھیاں میری
اسی زباں سے یہ جو سوگے تم زباں میری

قطعہ

بوا ولایتی شیراز کی ہو تم بلبل
میں طوطی ہند کی پر چرب ہے زباں میری

خصم ہے آپ کا سعدی تو اپنا رنگیں ہے
تمھاری سادی ہے رنگیں ہے زباں میری

جو آدھی بات کہوں سوت کو تو منہ توڑے
قصائی کھینچ لے گُدّی سے بد زباں میری

بُرا نہ کہتی کسی کو تو کیوں بُرا سنتی
خراب کرتی ہے خود مجکو یہ زباں میری

اسی چھنال نے سچ بول کے خراب کیا
نہ اسکی آج سے میں ہوں نہ یہ زباں میری

خدا کے سامنے بھی چار ہاتھ کی ہوگی
نگوڑی فتنۂ قیامت کی ہے زباں میری

لحد کا ڈر نہیں کالا دراز رنڈی ہوں
دبا ہی لے گی فرشتوں کو بھی زباں میری

بہاڑی دیسی موے کوّے قاؤں قلاؤں کریں
نہ مُنہ دکھاؤں جو پیدا کریں زباں میری

فصیح مرد بلاغت کو میرے پہچانے
دہن ہے میرا دہن اور زباں زباں میری

چہ خوش یہ مردوا آوازے مجھ پہ کستا ہے ۔ دہن کے وصف میں قاصر ہے یہ زباں میری
خدا نے فکر وہ دی ہے نہ قافیہ ہو تنگ ۔ تمام عمر کہے جاؤں اک زباں میری
وہ ڈورے ڈالیں گے ہر پہ پھیرکے کیوں لٹو ہوں ۔ چکیا چھاتیاں بھرکی ہیں بھٹنیاں میری
نکاح جوڑیے جھٹ جائیے سے نوچ کروں ۔ مثل ہے کیا تری جاتی ہیں مچھلیاں میری

سکندر و موئی ایک بال باندھی جوٹی ہے
چرایا آئینہ اے جان کنگھیاں میری

سیدھے چلتے چلتے اب ٹیڑھا چلن مرغوب ہے ۔ بل کی سے کیونکر نہ موذی بانکپن مرغوب ہے
اوڑھنی بانکی دوپٹے بانکے پٹے چھوڑتے ۔ کھا کے بل چلتی ہیں رسّی کا چلن مرغوب ہے
پائنچے ڈھیلے ہوں انگیا چست ہو میانی کسی ۔ آج کل کی لڑکیوں کو بانکپن مرغوب ہے
جو خصم کو دیں وہ لیں ہلکا بھی ہے بھاری بھی ہے ۔ کون سا بی کربلائی کو کفن مرغوب ہے
خوب ہے مرضی مری تاڑی کناری مارتی ۔ مجھکو بھجوایا وہی جو گلبدن مرغوب ہے
اوڑھ کے سوتی ہوں شبنم کا دوپٹا باغ میں ۔ مجھ کو شب خوابی یہی اے گل چمن مرغوب ہے

یاد رہتی قبر کی ہے جانصاحب ہر گھڑی
ہوں مسافر میں یہاں ہر دم وطن مرغوب ہے

حُسن اس کا جانصاحب روح کو مرغوب ہے ۔ جو اجی نام خدا اللہ کا محبوب ہے
نوح کی اولاد آنسو دل بوا ایوب ہے ۔ ایک دیدہ ہے مرا آدم تو اک یعقوب ہے
گل کھلا کر باغ سے کیا کوئی آئے اے نسیم ۔ کیوں لجائی آنکھ اس نرگس کی کیوں محجوب ہے
جوتیاں کھائیں نہ بجکانا چوراہے میں جوتیاں ۔ سمدھنوں سے اے میاں تجکو کیا محجوب ہے
آبرو لینے کا یہ رہتا ہے طالب رات دن ۔ نس کٹا خواجہ سرا بیری میرا مطلوب ہے

میر موسیٰ مضحکے کا ہے اگر اس کا کلام — جانصاحب شاعروں میں وہی کتنا خوب ہے

آپ ہی بیٹھ گرا شکر ہے عزت نہ گئی — وائی حُرمت کے بھی آگے میری حرمت نہ گئی

سوت کی آگ بجھے سوت کے بچوں سے جلی — اس جہنم کے شراروں کی شرارت نہ گئی

آئینے والا خصم بیاہتا میں نے چھوڑا — صاف میں لاکھ ہوئی اس کی کدورت نہ گئی

روز اک موٹا سا طوفاں ہے مجھ پر گھتی — سوت بندی کی کسی طرح یہ عادت نہ گئی

رات بھر ناک میں دم رہتا ہے اس فتنے سے — توڑی کس دن میری جنڈری پہ قیامت نہ گئی

ریخ کے گھر میں ہمیشہ میں رہی ہوں مہماں — آئی جو گھر میں میرے پھر وہ صعوبت نہ گئی

ریختی پڑھ کے بڑھاپے میں مٹکتا ہے بوا
جانصاحب کی اجی دیکھو حماقت نہ گئی

سمدھیانے کی قرابت میں قرابت ٹھہری — بھائی کے سالے سے بی جان کی نسبت ٹھہری

ایسے فتنے موے کو مال سمجھتی ہوں میں کیا — ہانھ وہ مجکو لگائے تو قیامت ٹھہری

ابر اٹھتے ہی ہوا ہو گئی پانی دے کر — قہر ٹوٹی سے کہا ٹھہر نہ رحمت ٹھہری

بیچا جس مردوے کے ہاتھ ہے میں نے لوگو — ایک چھی پہ مرے دل کی ہے قیمت ٹھہری

سوت کو گھر میں مرے ساتھ ہیں اپنے لائیں — میں نے بھابی کی جو دعوت کی عداوت ٹھہری

پالے بچے جو بہن کے ہوئے باغی میرے — مل گئی خاک میں بیکار ریاضت ٹھہری

ہول دل رات کو ایسا ہوا باجی اماں — دو پہر تک نہ میری اوہی طبیعت ٹھہری

سوت کے کہنے پہ دن رات ہیں جلتے اب تو — ان کو دینا مری منظور اذیت ٹھہری

جانصاحب ہے گیا نوکری کا مارا بیچ
بمبئی سے گئی سورت میں نہ صورت ٹھہری

پہ چھت اُٹھالی سر پہ ٹھٹھے مار کے — مردوے ہیں قہقہہ دیوار کے

دانت میرے دیکھ کر منکر نکیر — قبر میں روئیں گے ڈاڑھیں مار کے

یہ بہو تیغہ کی اے شمشیر خاں — پاس بیٹھی ہے نڈر تلوار کے

باپ کے چونا لگائیں گے ضرور — دونوں لونڈے یہ موئے معمار کے

خاک میں مل جائے جو سر آپ کی — جھینتی[1] کرتی ہو بازی ہار کے

پانچ[2] ہو گی بیٹی چھمن کے ضرور — ہاتھ مُنہ کٹوائے گی دو چار کے

جانصاحب ایک ہی موذی ہے یہ
مال ہے ماموں کا بیٹھا مار کے

کیا بناؤ نہا دھو کے یہ جہان کے لئے — جہانی جانتی ہوں میں جہان خان کے لئے

بُلاتی مجکو ہیں اُجڑی ہدایت عصمت کو — جو بجنواتی ہیں وہ اَلّو امتحاں کے لئے

ہزار میجیا ہو تو کرے گلوں کی صفت — زبان چاہیئے بلبل کی اس بیاں کے لئے

نہ دیں جو اشرفی خانم یہاں روپے نو نہ دیں — مجھے بھی چاہیئے اک روز کچھ وہاں کے لئے

بنو گے میرے نشانے کی کیا قدر انداز — تمہارا تیر نہیں ہے میری کماں کے لئے

مرے وہ چور ہیں جو اب ہیں ریختی پڑھتے — کہانی بن گئے کچھ فقرے داستاں کے لئے

وہ زن مرید ہے جورو کا بھرتا ہے — نہ باپ کے لئے دو پیسے ہیں نہ ماں کے لئے

بنائے ہاتھ میں گلدستہ کھاکے گل اے جان
یہ نو بہار نگوڑی نے باغباں کے لئے

اُس کے بسنے پہ تھا منحوس مہینا خالی — کیا بھرا ہو گیا گھر بھاگ بھری[3] کا خالی

---

[1] جھینتی کرنا یعنی کھیل میں بد معاملگی کرنا [2] شریر و شوخ ہو گی [3] بھاگ بھری یعنی خوش قسمت مگر عورتیں طنزاً بد نصیب کو بھی کہتی ہیں۔

چار پیسے کی نہ ترکاری ہو دو بچوں کو — جاؤں گھر بھانجے کے ہو کے میں خالا خالی
ابر خاں لایا کرے لاکھ موا برقنداز — گھر نہ کرنا بھری برسات میں سُنیا خالی
ڈنڈے لگواؤں گی کعبہ کی قسم مکّا کو — گُلیّاں لایا ہر اک دانوں سے بھٹّا خالی
کربلا دیکھی بھری آہیں حسینی بیگم — ساری نوچندی کو تھا تال کٹورا خالی
چڑھ کے منبر پہ عبث او بھی بھری محفل میں — واعظو مغز یہ کیوں کرتے ہو اپنا خالی
بے ایمانی ہے بھری دل میں عمل خاک کریں — مردوے ناری ہیں بے نور سے سینا خالی
بھر کے لائی وہ مداریہ موی سالا رو — پانی بالکل نہیں کیا بولے ہے حقا خالی
ذکر جنّت کا بہار یہ کہانی ہے انھیں — سمجھے کوثر کے ہیں چھینٹے کو یہ چھیٹا خالی
جانصاحب نہ موا اس پہ اسد خاں نے کیا — ایک رفل شیر دہچہ ایک تمنچا خالی

بڑھاپے کا سراپا

وہ جنس ہوں کہ مرا قدرداں نہیں باقی — خریدے کون خریدار ہاں نہیں باقی
کسی کی آنکھ پڑے خاک چندھے دیدوں پر — رسیلی اب وہ رہیں انکھڑیاں نہیں باقی
نہ پھول سا رہا وہ مُنہ نہ بال سنبل سے — عباں کا کیا ہو بیاں ہے عیاں نہیں باقی
صراحی دار گلا بھی رہے نہ اب چوتڑ — وہ لطف کولے کمر کامیاں نہیں باقی
جو تھا کماچ[1] سا پیڑو وہ اب چپاتی ہے — وہ گول پیڑا[2] سی اب چھاتیاں نہیں باقی
رہے گلاب کی پتی سے اب وہ ہونٹھ کہاں — ہے تلخ زندگی شیریں زباں نہیں باقی
یہی تھی ناک کبھی او ہی پھول زنبق[3] کا — بہار حسن کی رکھتی ہوں خزاں نہیں باقی
کبھی یہ غنچہ تھا منہ پھول اس سے جھڑتے تھے — وہ کان کان رہے گل سے ہاں نہیں باقی
رہے نہ آنکھوں کی ترکش میں تیر پلکوں کے — بُرا بھوؤں کی کمان کا گماں نہیں باقی

---

[1] کماچ وہ روٹی ہے جو کہیں پتلی اور کہیں موٹی ہو۔ مجازاً سوٹی اور گول چیز [2] پیڑا گندھے آٹے کی لوئی کو بھی کہتے ہیں [3] گل زنبق ایک سفید پھول ہوتا ہے۔

وہ رنڈی پن ہے کہاں مرد جس پہ مرتے تھے　　جو ہم میں بات تھی اے بیگمان نہیں باقی

وہ رنگ روپ جوانی کا ہو گیا کافور　　شباب سرد ہوا گرمیاں نہیں باقی

بڑھاپا آیا ڈھلے دن کی طرح اب جوبن　　یہ بگڑی گات کی اب چھاتیاں نہیں باقی

نہ منہ میں دانت ہیں گو ہر نہ اب ہے پیٹ میں آنت　　بنی ہوں لابو پلی خوش گپیاں نہیں باقی

لٹک کے چھاتیاں بھرتے کی ہیں بنی بیگن　　وہ فالسہ سی رہیں بھٹنیاں نہیں باقی

انھیں اناروں نے کھٹے کئے تھے مردوں کے دانت　　انھیں کی قدر رہی کچھ میاں نہیں باقی

نہ وہ گلا ہے گلے جس پہ کاٹتے مردوے　　رہیں گلے کی بھی کچھ خوبیاں نہیں باقی

سفید ہو گیا سر جیسے روئی کا گالا　　کہیں شباب کا گلو نشاں نہیں باقی

گلے نہ ڈال جو لنگر کا ٹکڑا[۱] میں مانگوں　　کہے وہ بٹ گئیں اب روٹیاں نہیں باقی

بھری بھری نہ رہیں رانیں مرد خاک مریں　　جو رگڑتیں ایڑیاں وہ پنڈلیاں نہیں باقی

جب آتا گھر میں ہے مہندی کی چھندی[۲] پوچھا ہے　　وہ پہلو رکھتا کوئی بدگماں نہیں باقی

دھوئیں اڑائے[۳] یہ بیڑو کی آنچ نے دل کے　　ہے ڈھیر راکھ کا جل کے دھواں نہیں باقی

تڑپتے مردوے تھے جن پہ ہاتھ مل مل کے　　رہیں وہ بازؤں میں مچھلیاں[۴] نہیں باقی

یہ پیچ میں کہتی ہوں سنتی ہوں ہائے بدھنو خانم　　ہے چیرے والا کوئی مہرباں نہیں باقی

علاج رنڈی ہی رنڈی کا خوب کرتی ہے　　جو کار کرتی تھیں وہ دائیاں نہیں باقی

بیان نقل ہو گیا بھانڈ کے نکلنے کی　　بدن میں ہے مرے طاقت عیاں نہیں باقی

سنا ہے میں نے ہدایت سے اور عصمت سے　　چلی یہ جوتی رہیں جوتیاں نہیں باقی

ہماری جوتی سے نخاس میں ہوئیں بدنام　　رہیں زمانے کی رسوائیاں نہیں باقی

بنیں حمامی کی گھوڑی تھیں سو گئیں لے جان　　رہیں اب ان کی بھی منہ زوریاں نہیں باقی

۱؎ لنگر کا ٹکڑا وہ روٹی جو خیرات میں فقیر کو دی جاتی ہے ۲؎ مہندی کی چھندی یعنی نکمہ چھنی - چھان بین -
۳؎ دھوئیں اڑانا یعنی برباد کرنا - تباہ کرنا ۴؎ بازو کی مچھلی یعنی بازو کے اندر کا گوشت جو ابھرا ہوتا ہے -

مخمسے

کچھ کھا کے سو رہوں گی میں جندڑی[1] گنواؤں گی　　یہ دور رکھیں دل سے کہ ان کو مناؤں گی
جتنا کہا ہے منہ سے اُسے کر دکھاؤں گی　　میکے میں جو پڑے گی مصیبت اُٹھاؤں گی
مر جاؤں یا جیوں نہیں سسرال جاؤں گی

ڈولی پہ چڑھ کے آپ ہی گھر اُن کے جاؤں گی　　ناحق بھی جھوٹ موٹ کے ٹسوے بہاؤں گی
باہیں گلے میں ڈال کے قسمیں دلاؤں گی　　لوں گی بلائیں منتیں کر کے مناؤں گی
چیخوں گی سارے گھر کو میں سر پر اُٹھاؤں گی

اُن کی تو ضد سے گلیوں میں اُچک اُچک جھانکوں گی　　گھر میں بٹھائیں گے تو بڑا مرد جانوں گی
جان اس میں اب رہے نہ رہے مٹ ماؤں گی　　گن گن کے اُن کی نہنی ٹبری کو بکھانوں[2] گی
مجھکو کہیں گے ایک تو ستّر سناؤں گی

دن پیر کار ہا نہیں منگل ہے لگ گیا　　نوچندی کو نہاؤں گی جاؤں گی کربلا
بک بک کے جان کھاتی ہے کیوں میری اے ددا　　ہو جائے سایہ پریوں کا دیوانی ہوں میں کیا
ملتے ہیں دونوں وقت نہ اب میں نہاؤں گی

اب کچھ دنوں میں مردوں کے تو پاس جائیو　　یہ لاڈ جن کے سر چڑھے ان کو دکھائیو
چل دور مجھ سے پوچھنے پھر تو نہ آئیو　　لونڈوں سے کل کو چھوکری تکّل لڑائیو
کہتی ہے تو جو آج کبوتر اُڑاؤں گی

کس کا ہے ڈر مجھے جو کروں باتیں گول گول　　کر داؤں گی میں آپ کے سر پر بجا کے ڈھول
صاحب دئے ہیں پہلے سے بندی نے کان کھول　　تم کسبیوں کے چاہ میں پھرتے ہو ڈانوا ڈول
دیکھو تو میں بھی کیسے کنوئیں اب جھکاؤں گی

---

[1] جندڑی گوانا یعنے جان دے دینا [2] بکھاننا = برائی بیان کرنا۔ برا بھلا کہنا۔

ہے خالما تو ہو نہیں پروا کچھ اے یہار ہونے لگی گی جگھڑی سکھیاں میں سوار
پچکے سے اپنے ہاتھوں سے میں کھول کر ازار مل کر کسیس جو کیں لگا دوں گی تین چار

خانم کو اس طرح سے کنواری بناؤں گی

تھی کون جس کے پاس رہا جاکے رات تو چل دوریاں سے چھوڑا رے میرے ہات تو
اے جان یہ دکھا کسی خیا یہ کو گھات تو چندرا گے چھند سے نہ کراب مجھ سے بات تو

میں بودلی نہیں جو ترے دم میں آؤں گی

دیگر

پھرا گلے چلن ہیں وہی ساے کئی دن سے پھر آپ کو پھرتی ہو سنوارے کئی دن سے
لولائی ہو پھر مستی کے مارے کئی دن سے پھر کرتی ہو ہمسائی اشارے کئی دن سے

پھر دیدے ہیں چربانک تمھارے کئی دن سے

زردار ہوئیں خرچیوں میں مال کما کے اور ساہ بنی ساہ جی والوں سے .... دا کے
اترائی پھرے کیوں نہ وہ سیج اپنی بنا کے سنتی ہوں امانی نے جگنا تھ سے جا کے

لی چورگہری ہے اجارے کئی دن سے

جھوٹی بھی مری بات بنائے نہ کسی پر میں جھوٹ نہیں بولتی ہے جانتا سب گھر
خود دیکھو جو کہنا مرا تم کو نہیں باور مہتابی پہ چڑھ کے مری ہمسائی کا دیور

مہتاب سے کرتا ہے اشارے کئی دن سے

واری جو سنا ہو گا سلیمان گو سیا اس کی بھی بھی لونڈی یہ تھا حادثہ گزرا
سیج مان نے تو اے پری خانم میرا کہنا لونڈی کو تہ... ہے .... کڑکو ٹی لپٹا

پھرتی ہے جو پیجامہ اُتارے کئی دن سے

---

[1] چور گہری وہ محکمہ ہے جو پوشیدہ طور سے بدمعاشوں اور چوروں کا پتا لگاتا ہے۔

مانو میرے کہنے کو ابھی کورا ہے پنڈا | بن بیاہی ہو واری یہ چلن ہے نہیں اچھا
دھڑکا مجھے اس بات کا دن رات ہے رہتا | ہو جائے نہ سایہ کہیں دریا و پری کا

کیوں جاتی ہو دریا کے کنارے کئی دن سے

کیوں دکھ سہو وہ بات ہی کرواؤ نہ بنّو | دکھ درد کہو ساس سے شرماؤ نہ بنّو
جم جم جیو تم ہول ذرا کھاؤ نہ بنّو | بچّے نے لیا پھیر ہے گھبراؤ نہ بنّو

ہے ہوک جو پیڑو میں تمہارے کئی دن سے

کوئی مری اب ریڑھ کو ملتا نہیں ہے ہے | بس دائی کا بھی اس گھڑی چلتا نہیں ہے ہے
پیڑو کو ذرا چھوڑ کے ٹلتا نہیں ہے ہے | کیسا ہے یہ بچّہ کہ نکلتا نہیں ہے ہے

مرتی ہوں پڑی دردوں کے مارے کئی دن سے

مغلانی تو جلتی ہے اجی نام سے میرے | یہ لالچی بندی ہے تو مزدوری ہی لے لے
دن کو نہیں چھٹی تو ذرا رات کو آ کے | مہتاب سے کہہ دو بنت انگیا کی بنا دے

ہے مہرنسا لائی ستارے کئی دن سے

کنگلے موئے کو چھوڑ کے زردار کروں گی | گھر والے سے بنتی نہیں میں یار کروں گی
جب دو نہیں کرتی تھی تو اب چار کروں گی | تن پیٹ نہیں مانتا لاچار کروں گی

یہ کہتی ہوں ہاں ہاں کے پکارے کئی دن سے

میں جھوٹ نہیں بولتی ہے جانتا اللہ | جو بیبیا نتھا سب اٹھ گیا بنّو کا کیا بیاہ
سرکار سلامت رہے دائی کی بیری جاہ | اب دوں گی تمہیں لا کے میں کل ۲ سو میں تنخواہ

بیٹھی ہوں اسی کے میں سہارے کئی دن سے

بد پانسہ پڑا کیا ہوا جو منہ سے نہ بولے | عقدے تو فقط اچھی بری چال نے کھولے

اے جان کسی خیلہ کو یہ تبلاو بتولے　　کچھ کھیل نہیں جانتے ایسے میرے بھولے
جھوٹے بھی تو بازی نہیں ہارے کئی دن سے

دیگر

قرآن کا جامہ بھی پہن کے اگر آئیں　　درگاہ میں یا جاکے بڑی روٹی اُٹھائیں
مانوں گی نہ میں لاکھ یہ قسمیں دکھائیں　　چاہت اُنھیں رنڈی کی ہے گھر رنڈی کے جائیں
منہ میرا نہ دیکھیں نہ مجھے اپنا دکھائیں

کیوں سوت کے میں آگ سے جل جل کے مروں گی　　ہوں سہرے نہ جلوے کے جو بھرنا ہیں بھروں گی
ایسی نہیں بودی جو میں مرزا سے ڈروں گی　　وہ رنڈی کریں گے میں یہاں یار کروں گی
پھر لوٹیں گے انگاروں پہ مجکو نہ جلائیں

اپنے ہوئے بیگانے تو بندی کا خدا ہے　　پرواہ کسی کے نہیں ملنے کی ذرا ہے
ہمسائی سنو دل مرا مرزا پہ فدا ہے　　بدنام تو میں ہو چکی اب ڈر مجھے کیا ہے
میں ان کی ہوں گھر ان کا ہے وہ شوق سے آئیں

صدقے گئی خالق کے یہ دن مجکو دکھایا　　بے آس تھی جس سے اُسے پروان چڑھایا
سامان تو شادی کا نہیں جاتا چھپایا　　تھا میں نے جو باجی پری خانم کو بلایا
گھس آئیں کہاں سے یہ میرے گھر میں بلائیں

حاکم کے جو گتے کھڑے ہو جائیں گے آگے　　ٹھنکاریاں[1] پہنیں گی ابھی صدر میں جاکے
یہ بات میں کیا کہتی ہوں کچھ اُن سے چرا کے　　دیوانی بنیں گی پری خانم کو بلاکے
بیہوشی کی باتیں نہ کریں ہوش میں آئیں

---

[1] ٹھنکاریاں ہتکڑی اور بیڑی کو کہتے ہیں۔

بن چھیلی گڑھی ایسیوں کے میخ چلائے میں دیکھوں کھڑی شوق سے اور آہ نہ آئے
مکار زنوں سے بوا اللہ بچائے موسل کریں اس میں نہ جہاں سینگ سمائے
بدبات تو یہ رنڈیاں جھنڈے[1] پہ چڑھائیں

میری سی کہیں مجھ سے اور اس کی کہیں اس سے وہ دیکھتی ہیں یوں ہی تماشے کھڑی ہو کے
چھپتا نہیں ہے پیٹ دوا دائی کے آگے جو کچھ بڑی بیگم ہیں کوئی مجھ سے تو پوچھے
چوروں کو کہیں کو دو تو ساہوں کو جگائیں

یوں چھیڑ کے ہر بات میں وہ لڑتے تھے اکثر اب سوت بٹھائی ہے مری چھاتی پہ لاکر
اے باجی مثل سچ ہے کسی کی یہ مقرر کڑوے تو کریلے تھے چڑھے نیم کے اوپر
وہ اور ہوئے کڑوے یہ باتیں جو بنائیں

کل کل میری بیکل ہے نکلے ام گئے سارے مرتی ہوں پڑی پیڑو کے میں درد کے مارے
پیچھے نہ پڑو آج تم اے جان ہمارے کیا بھولی ہوں آجاؤں گی جو دم میں تمہارے
میں جانتی ہوں جس لئے لیتے ہو بلائیں

واسوخت

عشق کے نام سے میں تو کبھی آگاہ نہ تھی کچھ خبر میرے فرشتوں کو بھی واللہ نہ تھی
دائی بندی کی تو گھٹی میں پڑی چاہ نہ تھی نیک بختوں میں رہا کرتی تھی بدراہ نہ تھی
پاؤں پھیلا کے سدا شام سے میں سوتی تھی
مجکو معلوم نہ تھا صبح کدھر ہوتی تھی

جھوٹ کہتی نہیں سچی یہ قسم کھاتی ہوں آگ میں غم کے ارے لوگو جلی جاتی ہوں

---

[1] جھنڈے پر چڑھانا یعنے رسوا کرنا - بدنام کرنا۔

کس مصیبت میں پھنسی اوہی میں گھبراتی ہوں کیا کہوں کہوں کے اس حال کو شرماتی ہوں

چین اک دم نہیں آتا ہے خدا خیر کرے

دل کا کچھ اور ہی نقشا ہے خدا خیر کرے

بیکلی سے جو مجھے چین نہیں ہے دم بھر کچھ نہ کچھ پھولے گا گُل دل یہی دیتا ہے خبر

چاد اس بات کی رہتی ہے مجھے آٹھ پہر مجھ زلیخا کو وہ یوسف کہیں آجائے نظر

روبرو مجھ سے کہیں آ کے وہ اب بات کرے

آرزو نکلے مرے دل کی ملاقات کرے

مجکو وہ چاہ نگوڑی نے جھکائیں کوٹیاں تن بدن میں ہیں مرے چُبھ رہیں غم کی سوٹیاں

کوئی کٹنی ملے اس شہر کی ایسی بھوٹیاں[ل] میرے بیری کا جو گھر ڈھونڈھ نکالے گوٹیاں

عمر بھر اس کا یہ احسان بوا مانوں گی

لونڈی بن جاؤں گی میں بی بی اسے مانوں گی

اتنی سی اتنی ہوئی ہوش سنبھالا جب سے مردوا آج تک ایسا نہیں دیکھا میں نے

مجکو اس سر کی قسم کھُب گیا دل پر میرے اس کی تعریف میں کرتی ہوں تمھارے آگے

سر سے لے پاؤں تلک حُسن کا اُس کے عالم

نور اللہ کا تھا اور کہوں کیا خانم

میں فرشتہ کہوں یا حور کہوں یا غلماں جن کہوں یا میں پریزاد کہوں یا انساں

کیا کہوں اس کو مری عقل ہے اب جا حیراں اپنے دل میں کبھی لے جاتی ہوں یہ بھی میں گماں

جن تو عاشق اجی ہوتے ہیں پری جلتی ہے

پر فرشتوں کے یہاں دال نہیں گلتی ہے

[ل] بھوٹیاں یعنے پھرنے والی۔ راہ سے واقف۔

چاند سا جب سے نظر آیا ہے اُس کا ماتھا سر ٹپکتی ہوں ذرا چین نہیں دل کو پڑا
اور اُن بالوں کا جس دن سے ہوا ہے سودا پھنس گئی جان بلا میں یہ تماشا دیکھا

دم الجھتا ہے مرا جب سے نظر آئے وہ بال
مری جندڑی کا پڑے چاہ نگوڑی پہ وبال

مجکو معلوم ہوئے بال وہ گھونگھر والے رات برسات کی ہے بیٹھے ہیں یکجا کالے
جُبتی جُبتی وہ بھویں دیدے عجب متوالے گر ہرن دیکھے پڑیں جان کے اس کو لالے

سو تو اس ناک بھی وہ دل کو مرے بھاتی ہے
اُس کے نتھنوں کی پھڑک ناک میں دم لاتی ہے

عقل نے کان مرے کھولے کیا مجھ سے بیان بہری کیا بیٹھی ہے سُن بات مری او نادان
حور کے کان کھڑے ہو ویں اگر دیکھے وہ کان بینا بازار لگا حُسن کی یہ ہے دوکان

تو بھی دل بیچ خریدار ترا آیا ہے
حُسن تو دیکھ تو اس مُکھڑے پہ کیا پایا ہے

اُٹھتی کوپل ہے جوانی کی نیا ہے انداز ہونٹھ پتلے ہیں مسیں بھیگتی سبزہ آغاز
گل سے گالوں پہ نہیں پھولا سماتا ہے ناز چشم بد دور رہے نام خدا خوش آواز

ایسی بو سونگھنے کا کیوں نہ میں ارمان کروں
سیب جنت کا بھی اُس ٹھوڑی پہ قربان کروں

موتی ان دانتوں کی تعریف اگر سُن پاتی دائی نیساں کو نہ منہ اپنا کبھی دکھلاتی
سیپ میاہی کے وہ پیٹ میں مر جاتی پھوٹے نظروں نہ کسی جوہری کو پھر بھاتی

رہتی بے آب سدا چُنیاں دُر دُر کرتیں

بالیاں گنواریوں کی لو تو سمجھ کر ڈرتیں

کیا کہوں تم سے اجی کیسی تھی وہ ہائے زباں　　جان آجائے مرے منہ میں، جو آجائے زباں
پپنا کو شیریں نہ بات آئے یہ ہکلائے زباں　　میٹھی باتوں پہ کبھی اس کی جو آجائے زباں

زہر کو قند کہے قند سے بہتر ہو جائے
نام میٹھے کا اگر ہووے تو شکر ہو جائے

کہیں پر دار سے بے پر کا لگا ہے جوڑا　　کام تالو نے کیا کوے سے ناتا جوڑا
لاکھ بی ماما ہنسی نے کیا ان پر کوڑا　　ساتھ دانتوں نے مسوڑوں کا نہ ہرگز چھوڑا

پان کی سرخی جو ریخوں میں نظر آتی ہے
شان اللہ کی وہ سرخی دکھا جاتی ہے

کنٹھ نکلا نہیں ہے صاف صراحی سا گلا　　مونڈھے خوش ڈول عجب کاندھوں کی بانکی ہے ادا
دائی بندی کی نہ کیوں ہنسلی پہ ہو جان فدا　　دھکدھکی دیکھ کے وہ پریوں کا دم ہے پھڑکا

آملے چھاتی سے وہ چھاتی کہ دم رکتا ہے
یاد اس کوڑی کی ہے اب نہیں غم رکتا ہے

شان خالق کی ہے شانوں کی کہوں شان میں کیا　　نور کے بازوؤں میں نور کا عالم دیکھا
دل کی بیتابی سے رہتا ہے یہ اب حال مرا　　مچھلی بازو کی ادھر پھڑکی ادھر دل پھڑکا

کج ادائی نے بھی ان کہنیوں کی مارا ہے
اب ستم سہنے کا بندی کو نہیں یارا ہے

چاہ ان پہنچوں کی اب گور میں پہنچائے گی　　آج کل آئی کلائی سے نہ کل آئے گی
منہدی ان ہاتھوں کی اب رنگ نیا لائے گی　　انگلیاں اس کی میرے خون میں ڈبوائے گی

چور پر مہندی کے تہمت نہ دھریں گے باجی
خون بندی کا وہ ناخن بھی کریں گے باجی

دمبدم اس کی بغل کو جو یہ دل کرتا ہے یاد
بغلی گھونسا ہے مری جان کا میرے ناشاد
رات دن کرتی ہوں درگاہ میں اس کی فریاد
اپنی بندی کی کہیں جلد خدا دلوے داد
رُت رہے جاڑے کی کہیں آکے بغل گرم کرے
اس سے کھل کھیلوں میں اور جھینپے نہ وہ شرم کرے

گدگدا روئی سا وہ پیٹ ملائم شفاف
اور اُس ناف کے کیا تم سے کروں میں اوصاف
دل جو اس میں گرا یوسف کی طرح چھپ گیا صاف
مجکو وہ اندھے کنویں سے بھی سوا ہو گئی ناف
جیسے یعقوب کو یوسف کے پڑے تھے لالے
اس طرح دل میرا اب اس کے پڑا ہے پالے

مڑ کے کروٹ بھی نہ لی پیٹھ دکھا کر جو گیا
خواب میں آیا نہ پھر خواب میں آ کر جو گیا
ہاں سلائے گا وہی مجکو جگا کر جو گیا
نیند وہ لے گیا دل مجھ سے لگا کر جو گیا
اب لگے ہاتھ تو مضبوط کمر پکڑوں گی
لوں گی کولوں کی بلا اس میں جانے دوں گی

شرم کی بات ہے کیا مردوں کی لون چیز کا نام
جس کے تابع میں یہ رہتے ہیں حلال اور حرام
کام وہ لیتا نہیں ہوتا ہے یاں کام تمام
دو دو کاغذ میں اسی فکر میں گھلتی ہوں مدام
رانوں سے رانیں گھسیں بٹرو سے بٹر ول جائیں
جیسے بچھڑے ہیں ملیں ویسے کہ دونوں کھل جائیں

اس سے تولے کے چھری کوئی کرے مجکو حلال
غم سے دم گھٹتا ہے آتا ہے جو گھٹنوں کا خیال

پیاری پیاری ہیں عجب نیڈلیاں اور تھری کی چال
روندا ان پیروں نے دل مجھ میں نہیں اتنا بھی حال

میں تو بولا گئی کس کس کی ادا یاد کروں
چھینی بھر پانی میں اس جینے سے اب ڈوب مروں

مچھیاں گھٹنوں کی یوں اڑیاں آنکھوں سے لگاؤں
تلوے دھو کے دھو کے پیوں انگلیاں ان کی چٹکاؤں

چھاتی کے لپٹنی سے میں گھائیاں ہر دم سہلاؤں
سوت کو پیر کا ناخن بھی اس کے نہ دکھاؤں

ایک دم پہلو سے اپنے نہ جدا اس کو کروں
آنکھ کی پتلی سے میں پیار سوا اس کو کروں

شاد کیوں آج نہ ہوں کل سے ہوا پائی مراد
نامرادوں ہیں تجھی خالق نے یہ کھلائی مراد

چلّا درگاہ میں باندھا تھا سو اب آئی مراد
صدقے عباس علی کے میری دلوائی مراد

دل سے غم دور رہے عیش کے سامان ملے
جن کے ملنے کے تھے ارمان سو وہ آن ملے

اس کے ملنے نے عجب داغ دکھایا مجھکو
دل لگانا تو ذرا راس نہ آیا مجھکو

میرے گھر آتے ہی رنڈی نے جلایا مجھکو
جس قدر اس نے ہنسایا تھا رلایا مجھکو

غم کے لشکر نے مجھے آن کے پھر گھیرا ہے
آج کل اگلا سا پھر حال وہی میرا ہے

اس سے یہ میری زبانی کوئی کہتا نہیں آہ
اپنے بیگانے تو اس حال سے سب ہیں آگاہ

میری چاہت کا بہت خوب کیا تم نے نباہ
چاہئے تھا یوں ہی صد آفریں کیا کہنا واہ

تم پہ میں مرتی ہوں تم اور کا دم بھرتے ہو
اس کا شاہد ہے خدا جان کے ٹر کرتے ہو

رنج صاحب نے دیا پہلے جدائی کا کمال اب ملاقات گئی گذرا نہیں پورا سال
پانوں جو گھر سے نکالا تو چلے بینڈی چال تم نے رنڈی نہیں کی دل کیا میرا پا مال

پہ بیٹ سے پاؤں اگر اپنے نکالوں میں بھی
ایک کیا دیکھنا گھر سیکڑوں گھالوں میں بھی

پھروں اب روتی ہوں آ کے ہنساتے نہیں تم پائینچا ایسا کیا بھاری کہ آتے نہیں تم
خار دیتے ہو مجھے شکل دکھاتے نہیں تم منہ بندھی پائی کلی پھولوں سے آتے نہیں تم

تم سے بہتیرے مجھے بات میری یاد رہے
میرے جوبن کا بغیچہ مگر آباد رہے

طعن سے تم کو میں کیوں سوت یہ کرتی کوڑا میں نے بھی ڈھونڈھ نکالا اجی اپنا جوڑا
سوت کا رنڈی کے حق میں نہیں غم ہے تھوڑا کر دیا دل کو جلا کے میرے پکا پھوڑا

میں تو اس منہ کو نہ پھر منہ یہ دکھاؤں صاحب
آگے ان آنکھوں کے ہاں یار بلاؤں صاحب

منہ تھوتھایا میرے گھر آ کے ہوئے آپ اداس جائیے رنڈی کے گھر میں بھی چلی یار کے پاس
سوت سے ملوا چکی تم ایک سے کر آئے مساس نوج ملنے کی ہو صاحب سے اب اس بندی کو آس

تم ہو ہرجائی تو اپنا بھی یہی طور سہی
تم نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی

دل یہ اس بندی کے جو غم ہے خدا ہے محرم کیا کہوں اگلی محبت کا تمہارے عالم

لے پائینچا بھاری کرنا یعنے آنا جانا چھوڑ دینا۔

اپنے بالوں میں مری کنگھی تھے کرتے جس دم　　چار قل پڑھ کے تم اس کنگھی پہ کر لیتے تھے دم

میرے اور آپ کے اخلاص کی یہ صورت تھی
بغض سے ڈرتے تھے مجھ سے نہ تمھیں نفرت تھی

اب تو میں دیکھ کے صاحب کو بہت ہوں حیران　　ایک ادنیٰ یہ محبت کا تمھارے ہے بیاں
مچھیاں لے لے کے سہلاتے تھے تم بندی کی ران　　دل سے میں آپ کی لونڈی تھی میری آپ تھے جاں

آپ کے زانو پہ سر رکھ کے میں سو جاتی تھی
مجھ سے کرتے تھے مساس ایسا کہ ہو جاتی تھی

تم پہ میں مرتی تھی اور تم بھی مجھے کرتے تھے پیار　　میں تھی محبوبہ تمھاری میرے تم تھے دلدار
آپ کے دل سے نہ آتا تھا میرے دل پہ غبار　　صاف دل آئینہ سے رہتے تھے دونوں ہر بار

میں بھی اوباش نہ تھی آپ بھی عیاش نہ تھے
ٹونے میں کرتی نہ تھی مارتے تم ماش نہ تھے

چھوڑ دو رنڈی کو ان باتوں سے ہے کیا حاصل　　روز کی اچھی نہیں رہتی ہے وانتا کل کل
آپ کا مجھ سے پھرا میرا پھرا آپ سے دل　　جھوٹ میں کہتی ہوں تو کیجئے مجکو قائل

قابو تم پہ تھا میرا آپ کا قابو مجھ پر
کیا کیا تم نے تھا دیوالی میں جادو مجھ پر

تم تو ہو مجھ سے کڑے میں کروں تم سے نرمی　　اپنی باتوں سے ہو قائل نہ کرو ہٹ دھرمی
میرے گھر آئے گر اس نرمی پہ شرماشرمی　　پھونس کے آگ میں ہوتی نہیں ایسی گرمی

چون کی سوت بری ساجھے کا ہے کام برا
اس کا آغاز برا اس کا ہے انجام برا

واہ وا خوب کئے آپ نے پیدا انداز گھر سے باہر کبھی جاتے تھے نہ پڑھنے کو نماز
راتوں کو سوت کے گھر رہنے لگے بندہ نواز مجھ سے اُٹھنے کے نہیں آپ کے بیجا ناز

ایک کیا لاؤ گے مجھ ایسی ابھی بیس ہزار
مجکو مل جائیں گے تم ایسے اجی تیس ہزار

مُفت دُنیا کے مزے میں نہ کرو دین خراب آئے حجن تو ذرا دیکھو نصیحت کی کتاب
دل جلا کر میرا ہونے کا نہیں تم کو ثواب ہے بُری روٹی میں آیا موے ظالم یہ عذاب

اوہی دیوانے ہوئے ہو اجی کیا کرتے ہو
دو میانوں میں بھلا ایک چھری دھرتے ہو

غصہ اب تھوک دو جو کچھ کیا وہ خوب کیا میں تو ہر طرح سے لونڈی ہوں تمھیں دل بے دیا
کیا خطا تھی مری جس کا یہ عوض تم نے لیا سچ یہ ہے وہ ہے سہاگن کہ جسے چاہے پیا

زور معشوق پہ عاشق کا نہیں چلتا ہے
ہاں مگر چاہنے والے ہی کا دل جلتا ہے

کلموہا کل کا تھا دن آج کی پر گوری ہے شام چاندنی رات وہ اچھی جو ہو دل کو آرام
دل بھی کچھ صبح سے دیتا تھا خوشی کے پیغام میں نہاتی ہوں کریں آپ بھی چل کے حمّام

شکر اللہ کا پھر دور ہوا دل سے رنج
پھر مرے حسن کا آباد ہوا دولت گنج

میں نے جو کچھ کہا واللہ ہے سب جھوٹ خلاف اور نے بندی کا اب تک نہیں دیکھا مو باف
رنج جب ہوتا ہے دل دونوں نہیں ہوتے ہیں صاف جو کہ ہونا تھا ہوا کیجئے تقصیر معاف

آپ کے ملنے کی پھر دھوم سے ہوئے شادی
جانصاحب دے مجھے آکے مبارکبادی

مسدس دربیان احوال شب زفاف

جس پہ بیتی ہو یہ وہی مانے — جو کہ بے درد ہو وہ کیا جانے
جب میں سسرال کو لگی جانے — دونوں بہنوں نے میری اماں نے
میرے چھٹنے کا جب خیال کیا
کیا کہوں کیسا اپنا حال کیا

کس قدر پھوٹ پھوٹ روتی تھیں — منہ کو وہ آنسوؤں سے دھوتی تھیں
جان کس کس طرح سے کھوتی تھیں — صدقے ہر بار مجھ پہ ہوتی تھیں
اور کہتی تھیں بس نہیں اپنا
دھن ہی ہوتا ہے کنبا کا بُرا

لگ کے اماں گلے سے اک باری — یوں لگیں کہنے مجھ سے سن داری
کس لئے کر رہی ہے دل بھاری — پرسوں چوتھی کی ہو گی تیاری
چھوٹے بھائی کو تیرے بھیجوں گی
تڑکے ہی تجھکو میں بلا لوں گی

اتنے میں غل محل میں یہ اٹھا — لینے آتا دلھن کو ہے دولھا
جس کو چھپنا ہو کرے وہ پردا — منجھلی بھاوج نے میری تب یہ کہا
کون چھپتا ہے شوق سے آویں
دھوپ چڑھتے ہی جلد لے جاویں

گود میں مجھکو لیتے ہی اک بار — اس نے سکھپال میں کیا جو سوار

اور لے کر چلے وہاں سے کہار روتی جاتی تھی میں تو زار نزار

پیچھے پیچھے برات ساری تھی

سب کے آگے مری سواری تھی

اُتری سسرال میں جو میں جا کے رونمائی سبھوں نے دی آ کے

مجکو اور اُس کو پاس بیٹھا کے کھیر کھلوائی ساس نے لا کے

ہو چکی ساری جبکہ ریت رسوم

پھر ہوئی چونے والیوں کی دھوم

پھرتے تھے شاد شاد سب مہمان لڑکیاں ہر طرف جوان جوان

چہلیں آپس میں کرتی تھیں ہر آن اور باقی نہ مجھ میں تھی اوسان

جوں جوں وہ دن نگوڑا ڈھلتا تھا

میری چھاتی میں دل دہلتا تھا

آئی جب کلموہی وہ تخت کی رات باجی ہمسائی نے سکھائی یہ بات

ہاتھ دولھا لگائے جب بدذات مارنا اس کو ایک زور سے لات

اس کے دم میں ذرا نہ آنا تم

چیخنا اور غل مچانا تم

آکے جس دم وہ بیٹھا میرے پاس اور کرنے لگا لپٹ کے مساس

نہ رہے مجھ میں کچھ بھی ہوش حواس دیکھ کر مجکو چپکی اور اُداس

میری چٹ چٹ بلائیں لینے لگا

مجکو قسمیں ہزاروں دینے لگا

بولا حلوا ہمارا تم کھاؤ — ایک مجھی دو مُنہ ادھر لاؤ
تم جو کہتی ہو یاں سے اُٹھ جاؤ — کیا ہے تقصیر میری بتلاؤ
کون کہتا ہے منہ سے بولو تم
اپنا گھونگھٹ سے منہ تو کھولو تم

رات پہلی تھی اور مجھے تھا حجاب — نہ دیا کچھ بھی میں نے اس کو جواب
مارے مستی کے ہوتی ہے بیتاب — ہاتھ اپنا بڑھا کے اس نے شتاب
جبکہ پکڑا ازاربند مرا
کانپا دہشت سے بند بند مرا

دھینگا مشتی وہ جب لگا کرنے — شرم کے مارے میں لگی مرنے
چاہا جو کچھ کیا مقدر نے — دی نہ آواز مجکو گھر بھر نے
رو رو ہر ایک کو پکارا کی
سر کو پٹی پہ دے دے مارا کی

میری جس دم ازار اُتاری تھی — چیخ پر چیخ میں نے ماری تھی
زندگی سے میں اپنے عاری تھی — واں چھری تھی نہ اور کٹاری تھی
مار کر پیٹ میں جو مر جاتی
نام سب کواریوں میں کر جاتی

میں ہی ایسی تھی بس کڑی دل کی — جو جو ایذا ہوئی وہ سب جھیلی
صدقے خالق کے میری جان بچی — اے بی چھاتی سراہئے میری
زور کر کے وہ جب دبا تنخا

غش کے اوپر مجھے غش آتا تھا

تھی قصائی کے میں پڑی پالے   بہ گئے جو لہو کے پرنالے
زخم اب تک بدن کے ہیں آلے   کیوں نہ ہوں مجکو جان کے لالے
سچ ہے دنیا میں جو کہ کنواری ہے
تخت کی رات اس کو بھاری ہے

کڑوی تو بنی کی بیب کرکے چار   سینکی میٹھے سے دن میں سو سو بار
نہ تھمی اس پہ بھی لہو کی دھار   دائی لالن نے ہو کے تب لاچار
کیا کہوں میں کہ کیسا کام کیا
گندے پانی سے آکے دھار دیا

میرے میکے میں جب گئی چادر   اماں صاحب نے سنتے ہی یہ خبر
بھر کے تنبول شیشوں کے اندر   بھیجی پنجیری جلد بنوا کر
رسم یہ ہے نگوڑ مارا نیا
اُلٹا دینا پڑا ہے خون بہا

کیا ہی مشاطہ نے دیا ہے دم   شادی کیسی کہ ہو گیا ہے غم
جانصاحب سے ناک میں ہے دم   چھوڑتا ہی نہیں مجھے اک دم
کیا کہوں بدگمان ہے کیسا
آنے جانے کہیں نہیں دیتا

خمسی دیگر

کھیلیں بتاسے اور کھلونے منگائیے   تہوار کا ہے دن نہ اجی راگ لائیے

جم جم سے خیر بچوں کی صاحب منائیے　　دیوالی بھرئیے سیدھی طرح گھر میں آئیے
بس ٹیڑھے ہو کے دل کو نہ میرے جلائیے

ہو جو سوار باؤ کے گھوڑے پہ اس قدر　　مہرہ لیا لڑائی کا ہے کس بساط پر
شطرنجی ہارے چاندنی خانم کی بیچ کر　　وہ چال تم چلے کہ دیا بُرد سارا گھر
اب باقی میں ہوں داؤں پہ مجکو لگائیے

پہلا دیا ہوا نہیں روشن دوالی کا　　اندھیر ہے دہیل ہوں کھیلوں نہ کیوں جوا
حاکم کے بھی پیادوں کا ڈر ہے نہیں ذرا　　مشکل ہے بعضی بات کہوں او ہی تم سے کیا
بے رُخ نہ مجھ سے ہو کے اجی شر بڑھائیے

کنگلے تھے مال والی ملی مجھ سی نیک ذات　　سمجھو یہ کیوں نہ دل میں لگی خوب پُردہات
ایسی نہ دوں گی شے جو کرو تم بدی کی بات　　در گور آپ نے کیا شہدوں کو بھی ہے مات
میرا محل یہ پیر بخارا بنائیے

جو تم نے چھیچھڑے ہیں جنائے حرام کے　　لو سوت ہاتھی گھوڑے بھرے ان کے نام کے
رہ جائے بندی اپنے کلیجے کو تھام کے　　لونڈی نہ میں نہ بچے ہیں میرے غلام کے
سامان اب دوالی کا جلدی منگائیے

ڈر کوتوال کا ہے نہ مجکو وزیر کا　　حاکم کے آگے جیتوں گی لڑ دیکھئے بھلا
یہ فیل سا جو ڈیل بڑھایا تو کیا کیا　　تم کو خدا نے احمقوں کا بادشا کیا
بک بک کے مغز کا میرے بھیجا نہ کھائیے

لے جان تیرے ہاتھوں سے کرواؤں روشنی　　بگڑے بنے بلا سے یہ منظور ہے یہی
جانے نہ دوں گی تم کو تو اس وقت میں کبھی　　اندھیر ہے نہ توڑو میاں آس تم مری
بچے کی ٹہری بھر کے ذرا چوک جائیے

شہر آشوب

کم نہیں قاروں سے ہر اک کی خصلت آجکل
دفن مردے کی طرح گھر گھر ہے دولت آجکل
مردوؤں کی ہو گئی نامرد ہمت آجکل
لکھنؤ میں شاد سوموں کی ہے کثرت آجکل
گور پر حاتم کے روتی ہے سخاوت آجکل

جھونجھ ہے حشمت کا جنگلو شوم ہر الو کا گھر
ان چڑیماروں کے بس میں ہیں دین جو ایک پر
کوڑیا خانم بنا بیبا عجائب جانور
سُنتی جس کا نام ہوں صورت نہیں آتی نظر
بھیس میں عنقا کے اب آتی ہے حشمت آجکل

دل سے اُٹھ سکتی نہیں ہے آنچ پیسے کی بوا
صبر اُڑتا بیقراری سے ہے پارے سے سوا
مفلسی کے اوہی نسخے نے مجھے کشتہ کیا
کیمیا گر جس کو سمجھی اس نے کب سکا دیا
چکنی باتوں کی مری روکھی ہے صورت آجکل

روتے مردوں کو ہنساؤں دل شگفتہ ہو اگر
تاؤ کھا کے جل گئی ہو خاک باتوں میں اثر
اک کھرا ملتا نہیں کھوٹے ہی آتے ہیں نظر
جس نگوڑے کو اجی جوڑا بنایا ڈھونڈھ کر
مفلسی سے کھل گئی ہے اس کی رنگت آجکل

ہے نہیں ٹکسال سے باہر کوئی مطلب میرا
کیا روپے لینے کا ہو بے شرم سے بی آسرا
اشرفی خانم میری کندن نے دیکھو سچ کہا
اپنی چاندی کب بنے زردار جب ہووے حیا
بن گئی سونے کی بوٹی اوہی عزت آجکل

اینٹ سے یہ اینٹ بجوائیں نہ ہرگز خوف کھائیں
پیسے والے اک ٹکے کے واسطے مسجد کو ڈھائیں
راج بی اپنے دل ٹھنگر کے بھی چونا لگائیں
پہلے ہمسائی کے کھودیں پھر محل بھڑوے بنائیں
نیو کی جا ہے ہر اک دل میں خصومت آجکل

رکھتی ہوں تن پیٹ میں بھی اوبی کیونکر ہو نباہ　　دوسرے فاقے کہا بندی نے خالق ہے گواہ
یاالٰہی ایسے زرداروں کے ہوں بیڑے تباہ　　کرتے ہیں کنجوس مکھی چوس خالی واہ واہ
کیا کروں اوڑھوں بچھاؤں ہے یہ حالت آجکل

لاکھ رنڈی واسطے دولت کے اب ہو بیسوا　　مرد مروائے کوئی بھڑوا بنے یا مسخرا
ایک خرمہرہ نہ حاصل اس گدھے کو ہو ذرا　　شعر میرا ہے کسوٹی چاہے کس دیکھے بوا
ہے کسی شے کی نہیں ہنّو حقیقت آجکل

سیکڑوں میرے خصم ہیں کیوں نہ ہوں میں بے حجاب　　بڑھ کے بولوں گی فرشتہ خان کو بھی دوں گی جواب
جان جائے پشم سے باندی کے اے بھیا تراب　　اڑ رہی ہے خاک ہے ہر علم کی مٹّی خراب
ہے بجا بیجا نہیں میری شکایت آجکل

کچھ ہوس مجکو نہیں جو لکھے میں جائے شاعری　　کہہ چکی قطعی قصیدے ہیں رباعی ریختی
ریختی واسوختی تاریخ خمسے مثنوی　　دل میں ہے تعریف کے بدلے ہر اک اب سوم کی
خوب مرزا[1] کی طرح کیجئے مذمت آجکل

بھیا انشا کی طرح ہیں جانتی ہوں ہر زبان　　کیسا کیسا حق میں ان سو موں کے کرتی ہو بیان
یہ مرے بے قدر ہیں پر میں ہوں ان کی قدردان　　پھاڑ ڈالوں گی موؤں کی موٹی جیتی کی فلان
بن گئی ہتھیار ہے میری طبیعت آجکل

ماں بہن بیٹی بہو خالا پھوپھی نانی چچی　　جورو سالی ساس سلہج اور بھتیجی بھانجی
امی ممانی دادی پوتی اور نواسی تک اچی　　ہر محل میں ان موے سوموں نے اپنی بھیج دی
ان کے کینے کی یہ ہے بی بی حقیقت آجکل

---

[1] مرزا رفیع سودا۔

رنگ یہ بدلا زمانے نے ہر اک حیران ہے　　مفلسی کے ہاتھ سے انسان بھی حیوان ہے
جو موا حیوان تھا پیسے سے وہ انسان ہے　　اے دوگانا جان دیکھو کیا خدا کی شان ہے
ہوش میں ہیں باجی اور ہم کو ہے وحشت آجکل

ملکی کشمیری اجی کنبوہ کا تیتھ نابکار　　چاروں یہ بد ذات ہیں شیطان کی ان کو ہو مار
یہ نگوڑے نحس قدمے جب سے آئے ہیں حمیار　　جوتیاں چٹکاتے بیچارے ہیں پیدل اور سوار
شہر میں دولت قدم ان کے بدولت آجکل

آتے ہیں حاکم کے کتے اتنی سی تکرار میں　　کچھ نہ دو تو باندھ لیں مشکیں موئے بازار میں
گیلی سوکھی دونوں جلتی ہیں بو اسرکار میں　　چاندنی خانم عجب اندھیر ہے دربار میں
ہیں وہی میری کہ جن کی ہے حمایت آجکل

کوتوالی والوں نے باندھی کمر انصاف پر　　اُلٹا راضی نامہ دے کچھ اور خرچے آن کر
پھر جو ہو چوری تو دہشت سے نہ ہو کوئی خبر　　پہلے گھر والے بندھیں اس کے ہو چوری جس کے گھر
تھانہ داروں نے نکالی ہے یہ حکمت آجکل

ہیں بغل میں دلب کے ایمان بیٹھے بے حیا　　بی دوگانا پاس خالق کا نہ ہے قرآن کا
ڈاڑھی منڈوں سے ہیں لیتے ڈاڑھی والے اب سوا　　حق کو ناحق کرتے ہیں ناحق کو حق یہ برملا
تُو ج دکھلائے خدا ہے ہے عدالت آجکل

لالچی بندے یہ لینا ہی سمجھتے ہیں ثواب　　ڈر نہیں مرنے کا ہے کس کھیت کی مولی عذاب
صاف ٹکڑا توڑ کے دیتے ہیں کار ندے جواب　　جو بہت دے اس کا کتنا ہو جو کم دے ہو خراب
ہر کچہری میں ہے کرتی کام رشوت آجکل

حکم کرتے ہیں یہ خدمتگار کوشن اے شریر　　چھین لو جھولی اگر مانگے کوئی ہم سے فقیر

ہیں مریدوں میں یہ پیسے کے بنے کوڑی کے پیر
فیض خاں بے فیض تو آگے نہ تھے ایسے امیر
کیا پڑی ٹیکی عجب بگڑی ہے نیت آجکل

خوف سے دینے کے آنکھوں میں نہ پڑ جائیں گڑھے
سمجھے شاعر کو جو ہنستا آن منہ پھر کیوں چڑھے
پہلے تو پڑھنے نہ دیں خیر ان ٹڑھے تو شر بڑھے
کوئی ان کی شان میں شاعر قصیدہ گر پڑھے
اعتراض اس پر کریں دیں اس کو ذلت آجکل

منہ سور کی طرح سُن سُن کے بنائیں شعر پر
شعر کی شاعر سند دے کے کرے جھوٹا اگر
بحر میں پھر گفتگو کرنے لگیں بھڑوے وہ خر
قافیہ ہو تنگ اس میں بھی تو قصہ مختصر
گالیاں بدلے صلہ کے ہوں عنایت آجکل

مفلسی میں کام آتا ہے نہ کوئی رشتہ دار
باپ ہے ماں ہے جو کچھ ہے ہے پروردگار
غیر کیسے حال اپنوں کا یہ ہے اب آشکار
ایک بھائی کو ہے فاقہ ایک کرتا زہر مار
اُٹھ گئی دنیا کے پردے سے محبت آجکل

پھینکے اوپر سے اوپر گر کسی کی کوئی شے
لڑنے والے دونوں مر جائیں جھگڑا ہو وے طے
دیکھ کر یہ حال کوئی چپ رہے بی تابہ کے
اندھی نگری راج چوپٹ شہر میں ہر بونگ ہے
لے مرے جو چاہے جس کو اوہی تہمت آجکل

ہو نہ دولت کو ضرر ایمان پر آئے زوال
گھر کی کھیتی جانتے ہیں مفت کا پایا ہے مال
خرچ ہو باہر نہ پیسا ہے انھیں ہر دم خیال
ماں بہن بیٹی بہو کو سوم سمجھے ہیں حلال
تیز ہے گھر والیوں پر اُن کی شہوت آجکل

چارپائی سے بھی اب طاقت نہ اُٹھنے کی رہی
ہو گیا ہے حشر کا میدان انگنائی ابھی
جیتے جی ایسی ہے شدت بھوک کی اور پیاس کی
حال ہے بدتر ہر ایک کا گور کے مردے سے بھی

کونسا گھر ہے نہیں جس میں قیامت آجکل

سوم نو چندی کو جو روسے کہے جب دو روپے
کیوں نہ پھر وہ یہ کہے باہر دو جانے لو روپے
یوں بھی لے مہتاب ہیں ملتے نہیں اتنے روپے
چاند خاں دیں کب تلک ایسی چھناکوں کو روپے
کرنے اس لالچ سے جائیں گو زیارت آجکل

چار دن کی چاندنی کی سیر لازم ہے اجی
لے گیا قارون کب ساتھ اپنے دولت مدعی
اے غنی خاں سوم کے بھی باپ ہیں اب کی دنی
ماریں جھوٹے ہاتھ بھولے سے نہ گئے کو کبھی
نام سے مجکو نہ کیوں ہو ان کے نفرت آجکل

ہو گئی راحت ہے دشمن رنج ہے نو حبیب
دور دولت ہو گئی کس طرح سے آئے قریب
یاد ئیں جو بھیلا کے سوئے پھر نہیں جاگے نصیب
جو سخی تھے پیسے والے اب وہ ایسے ہیں غریب
ان کے گھر مہمان رہتی ہے قناعت آجکل

ڈر سے سڑ جانے کے شاید خاک میں ڈھک جائے تن
لاش کا یہ حال ہو پائے نہ پردو گز کفن
مار کے چھریاں سلا دیں گور میں یہ ہے چلن
نوکری کر کے اگر تنخواہ مانگے، اے بہن
جائے جندڑی آئے اس کے گھر یہ آفت آجکل

منہ نہ کھلواؤ کہوں کیا ایک کا باوا ہے ایک
کوئی فرقہ اس میں ہو سب کا لو القشا ہے ایک
دوسرے کو دیکھ سکتا ہی نہیں اصلا ہے ایک
جس کے نوکر دو ہیں اس سے ایک کی جڑ تا ہے ایک
رہ گئی بدلے سفارش کے ہے غیبت آجکل

جب گنواروں کو ہو عامل کے نہ رہنے کا یقیں
کس طرح پیسا چلے دستور ہے یہ بھی کہیں
سال میں بارہ بدلتے ہیں بوا عامل یہیں
بی امانی سال بھر کا کچھ اجارہ ہے نہیں
جو اضافہ دے وہی بس پہنے خلعت آجکل

جیتے جی ہے پست رتبہ ہو گا مرنے سے بلند　　یا جی کھل جائے گا جس دم آنکھ ہو گی میری بند
بیوقوفی اپنی ظاہر پر کریں گے عقلمند　　خاک میں مل جائے یہ دنیا بھی ہے مردہ پسند
جو مرے کرتی ہے ان کو یاد خلقت آجکل

اب سنو جو حال ہے کلجگ میں بارہ راس کا　　کھوتی ہوں ہر سینچر کی جنم کا پترا
بید کاشی میں پڑھی یاں ہٹ دھرم اگر ہوا　　پوتھیاں ول سے بنا کے جھوٹ کہتا ہے کتھا
اپنے مطلب کی ہر اک گاتا ہے پنڈت آجکل

چھتری رجپوت رستوگی برہمن جوہری　　کھوسلی مُرگی چھری کبنوہ چڈی کھتری
پاس اب ایمان کا ان کو نہیں اپنے ذری　　بے ایمانی ہے اجی ہر قوم کے دل میں پڑی
کس کی ہے خالی دغا بازی سے طینت آجکل

بے ایمانی کے یہ ساہوکار ہیں بھڑوے چھنال　　جانتے ایمان کی دولت کو ہیں چوری کا مال
ذبح سید کو کریں اور برہمن کو یہ حلال　　بے ایمانی کی چھری ہے تیز دونوں کی کمال
کچھ نہیں ہندو مسلمانوں کو دہشت آجکل

گدھ ہیں گویا اے ہوا اس شہر کے دوکاندار　　نوچیں مردہ جان کر گاہک جو دیکھیں جاندار
ایک ڈھونڈے تو سنو میں تو نکلے نہیں ایماندار　　بھاری بھر کم دیکھنے کو ہیں یہ بھڑوے شاندار
کھوکھلے تربوز سی دے ان کو نسبت آجکل

نائی دھوبی کنجڑے بھٹیارے قصائی نابکار　　ایک کوڑی کے لئے ہوتے ہیں گردن پر سوار
لوٹ کر ہم کو ہوئے تیلی تنبولی مالدار　　ہم فقیروں سے ہیں بدتر دیکھ لو ہے آشکار
پاجیوں کے گھر میں ہو کیونکر نہ دولت آجکل

چاہئے جٹھ دے کے سقہ سے کوئی پانی پئے　　اک کٹورا دے نہ وہ پانی کا بے کوڑی لئے

اس کو کچھ پروا نہیں پیاسا مرے چاہے جئے ایسے ہی لوگوں نے مولا پر ستم بیرے کئے
کربلا کی یاد آتی ہے مصیبت آجکل

روز جھک جھک کے کروگران کو مجرا صبح و شام دیں اُڑا لکھی سے پر منہ سے نہ نکلے کچھ کلام
بھائی یوسف ایسے بھڑوؤں کا ہے کیا کوئی غلام چاہتے ہیں جو کریں پہلے ہمیں جھک کر سلام
کیا کسی سے کیجئے صاحب سلامت آجکل

اے زناخی کام کیا ہے باپ دادے کی زمیں لُنگی ہے حمام کی یہ عقلمندوں کے قریں
ہیں وہ ایسے ہی ہے ان کی ذات سے مجکو یقیں آشنا کیا کام اپنے باپ کے آئیں نہیں
کام ہونے پر یہ ہے یاروں کی حالت آجکل

پادشاہ یرانمازی متقی پرہیزگار اے دوگار رحمدل عادل سخی اور دیندار
سچ خبر پہنچی نہ جب حضرت کو لوگو زینہار کیا کریں وہ یہ خطا اخبار کی ہے آشکار
کم ہے ہم پر جتنی ہو ہر شے کی شدت آجکل

سچ کے کہنے پر ہے گِلہ کار کی کٹتی زباں منہ نہ کھلوا جانصاحب کیا کروں تجھ سے بیاں
لکھنؤ میں کون ہے اشراف کا اب قدرداں شیخ سے سید بنے چاہے مغل چاہے پٹھان
پیسا جامہ زیب ہے دیتا ہے حرمت آجکل

دیگر

پیڑوں کے پھول پھولوں کے دیکھے سنگار رنگ دولھا سا باغ کو ہیں یہ دیتے سنوار رنگ
لاکھوں ہیں نام کیا لوں کروں کیا شمار رنگ ایک ایک رنگ میں ہیں اجی دو دو ہزار رنگ
دکھلاتی ہے بہار میں اپنی بہار رنگ

اٹکی ہے ہیرالال سے پتا کی جو بہو سرمنڈتا جاتی جوہری بازار میں کبھو

اس میں ذلیل ہوئیں گے دو چار جان لو　　موتی کی طرح رکھے خدا سب کی آبرو
بیرنگ ہے محل کا جواہر نگار رنگ

گر آپ آسمان سے پتّال جائیے　　مانوں گی اب نہ ایک نہ یہ راگ لائیے
ٹُسر کھینچو ڈگی چھیڑوں میں پردے ملائیے　　جنگلا ہے پیلی بھیت کا پیلو بجائیے
ویرانی جائے دل کی اجی دے ستار رنگ

موسم گیا بسنت کے لینے کو ہے اری　　آئے محل میں جھاڑے گا مستی تری ابھی
بھولے گا گل جو ڈھیندھا تو بھولے بھلا ذری　　گلزار خاں کے باغ میں زنگریز سے رہی
کیا کیا نہ لائے گی ابھی تو نو بہار رنگ

سو سی سے گلبدن ملا اترا نہ چل پچخنے　　جنّت میں لات مارنہ تو اس غرور سے
یہ دل میں چٹکیاں نہ گل اندام لے مرے　　پھولوں نہیں سماتی ہے پھولام پہن کے
نیفے کا جو دکھاتی ہے تو بار بار رنگ

ٹکسال میں ہے بارہ برس ایک جا رہیں　　ان کی قدیمی پوچھ تو ہمسائی ہوں مَیں[1]
چنپا کے پھول لا دے ملیں تجکو گر کہیں　　کیا جانتی ہے اشرفی خانم مجھے نہیں
کندن سنہرا بھاتا ہے بے اختیار رنگ

ایسی تو سا ہو کار یہ لونڈی ہے آپ کی　　سنتی ہی منہ پہ رنڈی کے زردی سی چھا گئی
ہوتا ہے خار میرے نہ گھر آئے اب کبھی　　چنپا چرا کے لے گئی چنپا کلی مری
چھپتا نہیں ہے چور کا بی زنہار رنگ

چنپا کے پھول لو گو چھپائے کوئی ہزار　　عاشق تنوں سے بونہیں چھپتی ہے زنہار

---

[1] یعنی میں ہی۔

کیا جانے کوئی مردوا اس رنگ کی بہار بھونرے کی طرح رنڈیاں کیونکر نہ ہوں نثار
مستی کا گھر ہے چنپئی یہ نابکار رنگ

شرمائے دھو یا کپڑا سفید ایسا ہو گیا ہوتا ہے سبز توتی کے پر سے کبھی سوا
تھا پہلے کالا زرد سے اب لال ہے بنا گرگٹ کے خون میں اجی بیشک ہے یہ بُجھا
چنپئی موا بدلتا ہے جو بار بار رنگ

پارے کا رہنے والا ہے کچھ کھوٹی کی ہے بات گر ہے کھرا تو گھٹتا نہیں کیوں یہ واردات
ٹکسال جب چڑھا تو نہ حرمت لگے گی ہات کھا کھا کے تاؤ گھٹتی ہے کیا تجکو ساری رات
فق ہو گیا ہے مُنہ کا جو تیرے سنار رنگ

ہمت دوگانا عشق کے بندھوائے دل کو جو مرتی ہوں میں تو اس پہ بوا بھائے دل کو جو
دُنیا کی کیفیت اجی دکھلائے دل کو جو کالا ہو یا کہ گورا پسند آئے دل کو جو
اس پر نثار کیجیے ستّر ہزار رنگ

جوڑا کسی کے دیکھا گلی میں تھا صندلی ہے چوٹ میرے دل پہ لگی اس کے عشق کی
اس سر کی ہے قسم کہے جاؤں گی میں یہی ہووے کفن میں کفنی بھی ویسے ہی رنگ کی
اب تو ہوا ہے ایسا گلے کا یہ ہار رنگ

دن رات گھیرے رہتا ہے اس شخص کو ہراس غم کے سوا خوشی نہیں آتی ہے اس پاس
دل بے قرار ہوتا ہے اُڑ جاتے ہیں حواس منہ زرد آنکھیں لال چھٹے کپڑے جی اُداس
عاشق کے بوجھنے کے بوا ہیں یہ چار رنگ

بڑھیا تو دھوپ ہو گئی چلتی نہیں ہوا سو کھے گا کیا یہ شام کو استر رضائی کا
سُن او جوان بیٹی مری ماں نے یہ کہا چو طے یہ ہے پتنگ اری صبح سے چڑھا

مہرن یہ جل نہ جائے تو جلدی اتار رنگ

لو آؤ پیر گھر سے لو کیونکر نہ دل گرُڑھے | چوبے تمھے چھبےّ ہونے چلے رہ گئے دوبے
اے جان اس مثل میں گرفتار ہم ہوئے | رنگریز آج دے تو ہے کل عید اوڑھے

چوری گیا دوپٹا رہا در کنار رنگ

قطعہ تاریخ طبع زادِ جانصاحب

میں صدقے گئی آکے یہ قطعہ دیکھو | مرے جانصاحب نے لکھا ہے باجی
چھٹی نبض بیمار کی مل گئی ہے | اگر دور سے شعر دیکھا ہے باجی
کہا سچ یہ نرگس نے ہر شعر اس کا | مسیحا کا عالم دکھاتا ہے باجی
بھرے اس کے مضمون میں معجزے ہیں | کیا مجھ سے مردے کو زندا ہے باجی
دوا کی ہے تاثیر ہر لفظ رکھتی | جو ہے حرف وہ قرص گویا ہے باجی
غذا قافیہ بحر ہر ایک پانی | ردیفوں کو پرہیز باندھا ہے باجی

اجی اس کی تاریخ بیت الشفا ہے

یہ دیوان چاہت کا نسخا ہے باجی

۱۲۶۲ھ

قصیدہ در تعریف حسن و جمال و علم موسیقی بی حسین باندی صاحبہ

عالم میں ہو رہا ہے کیا کیا حسین باندی | صوتِ حسن کا تیری شہرا حسین باندی
جادوئے سامری کا ہر تان میں اثر ہے | ہے سحر ساز تیرا گانا حسین باندی

خرمن دل و جگر کے اک دم میں پھونکتا ہے ‏ ‏ آواز کا یہ تیری شعلا حسین باندی

یہ پاٹ دار کیا ہی آواز ہے سُریلی ‏ ‏ تحریر ہے کہ موج دریا حسین باندی

تروٹ۔ ترانہ۔ دُھرپت۔ ٹپّا خیال ٹھمری ‏ ‏ جو تو نے گایا اچھا گایا حسین باندی

مُرکی گلے میں کھٹکا ہے زمزمہ عجائب ‏ ‏ ہے بلبل خوش الحان گویا حسین باندی

دو تین غزلیں ایسی بے مثل تو ہے گاتی ‏ ‏ گانے میں وہ ہیں تیرا حصّا حسین باندی

کیا نور کا ہے گانا کیا نور کی ہیں باتیں ‏ ‏ ہے نور کا گلے میں جلوا حسین باندی

لَے۔ تال اور سُر سیم لونڈی غلام تیرے ‏ ‏ قابو میں تیرے سب کو پایا حسین باندی

کیا خوب دیکھتی ہے کو مھل بھی اور تیور ‏ ‏ جس نے تجھے سنا ہے بولا حسین باندی

کہتا نہ کیوں سراپا تیرا حسین باندی ‏ ‏ شیدا کا ہوں میں تیرے شیدا حسین باندی

حُسنِ صبیح کا وہ تیرے ہوا ہے بندہ ‏ ‏ اک بار جس نے تجھ کو دیکھا حسین باندی

ہے خنجر جفا کا عالم شہید تیرے ‏ ‏ اب کربلا ہے تیرا کوچا حسین باندی

تیرا ہر ایک مجنوں لیلائے زلف کا ہے ‏ ‏ ہر دل کو دیکھا اس کا سودا حسین باندی

صد شکر مہر و مہ ہیں رخسار دونوں بیشک ‏ ‏ ایک چاند کا ہے ٹکڑا مکھڑا حسین باندی

کعبہ ہے روئے زیبا محراب کعبہ ابرو ‏ ‏ واجب ہے عاشقوں پر سجدا حسین باندی

توڑے تو دلوں کے مژگاں کے تیر وہ ہیں ‏ ‏ چوکا نہیں نشانہ ان کا حسین باندی

زہرہ جبیں وہ تو ہے ہے مشتری زمانہ ‏ ‏ ہر خال عنبریں ہے تارا حسین باندی

دنداں نظیر گوہر لب لعل بے بہا ہیں ‏ ‏ درجِ گہر دہن ہے گویا حسین باندی

نشّے ہرن کریں ہم شیروں کے ایک دم میں ‏ ‏ آہوئے چشم کو ہے دعویٰ حسین باندی

عالم کو ہے دکھایا آنکھوں کی تپلیوں نے ‏ ‏ ایک طرفہ تر تماشا کیا کیا حسین باندی

گردن تو ہے صراحی آنکھیں ہیں جام صہبا ‏ ‏ ہے اس میں خط ساغر سُرما حسین باندی

ہے یہ صدائے بُلبُل صد رشک برگ گل ہے ‏ ‏ کانوں کا تیرے اک اک پتّا حسین باندی

عالم کے دانت کھٹے کرتے ہیں نار پستان — باغنچہ حسن کا ہے سینا حسین باندی
بازو ہیں تیرے دونوں بس موج آب کوثر — مضمون یہ ہاتھ کا ہے پایا حسین باندی
شفاف ایسا پایا پائے نگاہ پھسلے — عالم غضب شکم کا دیکھا حسین باندی
یوں ناف ہے وہ سیلی بابنی سے نکلی ناگن — ہے کام اس کا ڈسنا دل کا حسین باندی
ہستی میں بھی نہ پائے عاشق عدم سے آئے — اچھا دیا کمر نے دھوکا حسین باندی
بے مثل دونو کولے اس حسن کے سرین ہیں — دو کوہ نور دیکھے اک جا حسین باندی
بلور کی ستون ہیں رانوں سے ساق پا تک — تصویر نقش پا کا نقشا حسین باندی
ہاتھوں سے اپنے تجکو بس صانع ازل نے — سانچے میں نور کے ہے ڈھالا حسین باندی
شمشاد قد وہ تو ہے لے نونہال خوبی — ہر اک ہے قمری دل شیدا حسین باندی
بوٹے سے قد پہ تیرے سو بار ہوں تصدق — سرو رواں صنوبر طوبی حسین باندی
جو ہے ہلال گردوں لے آسمان شوکت — ترشا ہوا ہے ناخن تیرا حسین باندی
بے مثل تو زلیخا لاثانی تیرا یوسف — حسن و جمال میں تو یکتا حسین باندی
وہ بھی رہیں سلامت جن کے سبب سے تیرا — ہے اوج و شان و شوکت رتبا حسین باندی
رتبہ ہو روز اعلیٰ ہر دم ہو بول بالا — بولے ہمیشہ طوطی ان کا حسین باندی
شاعر کی بھی زباں ہے تیری صفت میں قاصر — کیا شان میں ہو تیری انشا حسین باندی
دے نذر یہ سراپا کہہ چل کے جان صاحب — قائم رہے یہ تیرا جلوا حسین باندی

قطعہ تاریخ طبع زاد مصنف متخلص بہ جان صاحب ریختی گو

اک ہفتے میں بک جائیں گے ہیں ریختی ہنڈی — مطبع سے تو نکلیں یہ ارے صاحبو دونو
منشی جی ہیں مطبع کے بجا مہتمم اچھے — تجویز یہ نسخے وہ گئے صاحبو دونو
بی جان کہی جان نے تاریخ بھی اچھی — دیوان بہت خوب چھپے صاحبو دونو

۱۲۷۹ھ

ضمیمہ دیوان جانصاحب

ردیف الف

پیٹ پر پیٹ گرا پیٹ نہ میرا ٹھہرا
جان لیوا ہوا جو پیٹ میں بچا ٹھہرا

شاعری کا بھی یہ فن ناچنا گانا ٹھہرا
رختیا ریختی پتلی کا تماشا ٹھہرا

سوت کی میری بھلا اوہی مجھے گی کیونکر
ایک گھر میں اجی جب اپنا پرایا ٹھہرا

وہ بری بست میں ہیں ان جنس وہ ناکارہ ہوں
کوئی بازار میں گاہک نہیں میرا ٹھہرا

جی مرا چاہے گا جب دوں گی میں چھپی تم کو
منہ تو دھوآؤ ذرا منہ کا نوالا ٹھہرا

میں نے سو بار کہا آپ سے ہاری ہوں زناب
منہ لگانے کی یہ خوبی ہے تقاضا ٹھہرا

جب سے باہر تو نکلنے لگی اے نیک قدم
گھر میں اک دم نہ ترا پاؤں نگوڑا ٹھہرا

چمن افزا جو مرے باغ میں کھوآئی تھی
پاس سوسن کے وہ شبنم کا دوپٹا ٹھہرا

پھول لالے کے جو تسلے میں گرا پانی کے
پھبتی گلشن نے کہی تال کٹورا ٹھہرا

روشنی صاحبو جس شب کو بڑے دن کی ہوئی
گھٹنا بڑھنا تو اسی رات کو دن کا ٹھہرا

سارے کنبے کو اجی دیکھنا میں اکٹوں گی
ایسی لپٹوں کہ کہیں جھاڑ کا کانٹا ٹھہرا

جانصاحب سے جہاں ہیجڑے دو تین لڑے
جلسہ کا ہے کو اُلو ٹلے[1] کا وہ میلا ٹھہرا

---

[1] زنانوں کا ایک میلا مکارم نگر (لکھنؤ) میں ہوا کرتا تھا جو اب بھی قائم ہے۔

عجب زمانہ میں اندھیر اب ہے بدرجہاں | کسی کمال کا کوئی نہ قدرداں دیکھا
میں پیر زال زمانے کو چھانے بیٹھے ہوں | وہ کل سے آئے ہیں دنیا میں اک جہاں دیکھا
بُرا سمجھتی تھی سسرال کو میں میکے سے | وہاں سے آئی تو کچھ اور ہی یہاں دیکھا
دھڑی پہ جو مری مسّی کے مرگیا سوسن | موئے کی قبر سے اُٹھتے ہوئے دھواں دیکھا
نہائی میں وہ ہوا پانی پانی اے خضر د | حیات خاں سا بھی کم او ہی بدگماں دیکھا

یہ وہ زمین ہے مضموں کو نہ بیت ملی
ہزار فکر نے اے جان لامکاں دیکھا

بال کھوئے میں جو نکلی جمع میلا ہو گیا | حُسن کیا میرا سپیرے کا تماشا ہو گیا
تیرے گھر والے کو اے شمس النسا کیا ہو گیا | کرتے ہی رنڈی موا بے مہر کیسا ہو گیا
قید ہی میں مر گیا چھوٹا نہ جیتے جی کبھی | اس نگوڑے عشق کا جو کوئی بندھوا ہو گیا
دل کا آنا گورے چٹے پر نہیں موقوف ہے | اس کی میں عاشق ہوئی عاشق وہ میرا ہو گیا
کلموہی لیلیٰ کی خاطر قیس دیوانہ بنا | کون سی ابلہ پری تھی جس پہ سودا ہو گیا
ایک میں باقی نہیں میں نوجوانی کی اُمنگ | کیا زمانہ ہے کہ دل لڑکوں کا بڈھا ہو گیا
اے مصور شکل سے مردوں کے نفرت ہو گئی | دیکھ کر تصویر عاشق کی یہ نقشا ہو گیا
بیاہی اونچے گھر گئی نیچی پڑی لوگوں کی بات | منہ سے نکلا تھا جو میرا بول بالا ہو گیا
سچ تری تعریف کی لوگوں نے اے مریم نسا | کیسا ہی بیمار بچہ آیا اچھا ہو گیا

جان صاحب دے کے دل صاحب کو پچھتاتی ہوں میں
ایک جندڑی پر ستم بندی کے کیا کیا ہو گیا

جورو پہ جو چلتا نہیں تابو ترا اچھا | کچھ وہ ہے بُری مردوے یا تو نہیں اچھا

کیا دیکھ کے شیریں پہ تو عاشق ہوا فرہاد　　اس بات پہ ہونا تو ترش رو نہیں اچھا

فتنی ہوں قیامت ہوں قیامت میں کروں گی　　کرتی اری حق میں یہ مرے تو نہیں اچھا

ان ہونٹھوں پہ عاشق ہوں میں آنکھوں پہ مروں کیوں　　مریم ہوا اعجاز سے جادو نہیں اچھا

مرجان مجھے دیکھ کے لہرائے نہ مونگا　　بازو سے مرے موج کا بازو نہیں اچھا

بے آبرو ہوگی جو خصم اس کا سُنے گا　　گوہر کا بنانا ہوا لولو نہیں اچھا

بے چین ہوئی فکر بہت کروٹیں بدلیں
اے جان ملا شعر کا پہلو نہیں اچھا

گھر چھوڑ کر وہ نکلا کیا کامیاب ہوگا　　در در پھرے گا اجڑا خانہ خراب ہوگا

وہ سورماں ہوں رنڈی ڈرتی نہیں کسی سے　　ہارے گا مرد لڑکے کیا فتحیاب ہوگا

مجھ زال نے جنے ہیں رُستم سے لاکھ بچے　　بھاگے گا نوک دم گوا فراسیاب ہوگا

جو شوم ہے لٹورا کہتی ہوں اس کے حق میں　　چڑیا حلال کردے تجھ کو ثواب ہوگا

کھُلوانہ منہ لگیں گی اے جان نون مرچیں
جل بُھن کے یہ ابھی دل تیرا کباب ہوگا

ہوئی ضعیف میں رنڈیا نہ وہ شباب رہا　　عجب ہے رسم وہ دلہن جان ہی خطاب رہا

جب آیا گھر میں فلک سیر چاند خاں کھا کر　　تمام رات مری جان پر عذاب رہا

یہ کیا سبب ہے اجی آج مہرباں ہیں آپ
ہمارے چونڈے پہ کل تک تو تھا عتاب رہا

اب کی سسرال سے میکے تو ہو جانا میرا　　یاد رکھیو اسے پھر ہو گا نہ آنا میرا

آہ کیا پوستی کی جائے گی اوپر اوپر　　مرنے جوگے یہ نہیں خوب ستانا میرا

دل جلی کو کھ جلی مانگ جلی دُکھیا ہوں ٹھنڈا رکھے گا تجھے او ہی جلانا میرا
تم اگر دو گے نہ تن پیٹ کو روٹی کپڑا کیا خدا کے بھی نہیں گھر میں ٹھکانا میرا
لیس ہوں، سوت کے جب چاہوں اُڑا دوں جوتے بال باندھا ہے یہ چوٹی کا نشانا میرا
مرثیہ خواں جسے سُن سُن کے بوا روتے ہیں سوز بھیّا کا ہے دیوان فسانا میرا

بن کے جوگن رہوں جنگل میں رماؤں دھونی اب ہو مجنوں کی طرح گیروا بانا میرا
شوم کی ماں اجی کہتی ہے بہو سے اپنی یاد رکھ بچی یہ کہنا نہ بھلانا میرا
پیسا اُٹھے گا مجھے تو نہ کفن تک دینا قبر میں جائے جو گوڑ ہے پرانا میرا
پوتوں والی میں ہوئی اور نواسوں والی آج تک بیاہ کا ہے جوڑا سُہانا میرا
جاؤں دوزخ میں بلا سے تری جنّت نہ ملے بعد مرنے کے بھرا گھر نہ لٹانا میرا
بوریا سونا رہے رونے کو تو کافی ہے کوئی پُرسے کو بھی آنے نہ یگانا میرا
گنج سے لاتی تھی دو دال اڑھائی چاول غیر کی ہانڈی میں پک جاتا تھا کھانا میرا
بیس اجی نام خدا روز یونہی پلتی تھی تھا اسی طرح سے آٹے کا بھی لانا میرا
کوئی مجلس مرے مرنے کی نہ کرنا بیٹی کھانا پکوا کے کہیں دل نہ پکانا میرا
پیسا اُٹھنے سے مری روح کو صدمہ ہوگا یہ نصیحت ہے مری دل نہ کڑھانا میرا
یہ کسی وقت کی اے جان سنی تھیں باتیں
صدقے خالق کے وہ ہے آج زمانا میرا

ٹیسوں کا بال بال یہ اب تھانہ ہو گیا کنگھی جو کی تو سوچ کے یہ شانہ ہو گیا
جورو کو مارا جا کے موئے ہیجڑے نے آج نامرد میرے ترکھے سے مردانہ ہو گیا

بچے ہوا زمانے کی بھی تجھ کو لگ گئی — مستانیوں میں بیٹھ کے مستانہ ہو گیا
لیلیٰ سی تو نے پائی ہے گیا کوئی کلموہی — مجنوں کی طرح مردوے دیوانہ ہو گیا
بچی کے واسطے جو کھلونے منگائے ہیں — گھر والا گھر کو کہتا ہے بت خانہ ہو گیا
باجی بُرا نہ مانو اس اولاد کے لئے — پوجی ہے سیتلا جو کبھی دانہ ہو گیا
صالح بنا ہے اوہی یہ دیکھو خدا کی شان — بڑھ بھس لگا ہے بکنے وہ دیوانہ ہو گیا
روشن ہے جب سے شمع کا گل لینے آئی وہ — دل جیت لگن یہ آپ کا پروانہ ہو گیا

اے جان جانی دوست سمجھتی تھی دل کو میں
الفت میں یہ یگانہ بھی بیگانہ ہو گیا

کیا عجب منہ پہ دُگانا کے اگر تل آیا — ایک نقطہ نہیں قرآن میں باطل آیا
طے کیا عشق کا جھگڑا نہ کسی قاضی نے — اس عدالت میں بوا کوئی نہ عادل آیا
سوت جھیا مری انگاروں پہ ہے لوٹ رہی — کیا مرے ہاتھ سوا لاکھ کا ہے بل آیا
میں نے حاتم کی طرح دی ہے اسے بے مانگے — جو مرے حسن کی دولت کا ہے سائل آیا
آبرو آئینہ کی ہو گئی پانی پانی — لوگو اس چاند سے منہ کے جو مقابل آیا

کیوں چھپاتا ہے ارے کہ گئی دلبر مجھ سے
جانصاحب تری ہی جان پہ ہے دل آیا

سخت جنا ہے اوہی پائل کا — کیا بُرا وقت ہے یہ مشکل کا
جس کو روشن چراغ کہتے ہیں — داغ چندو وہ ہے مرے دل کا
قدر سب کی فقط بناؤ سے ہے — خوش ہے لگتا مکان کہگل کا
آئے گی پھیر میں وہ ریوڑی کے — لوں گی جس دم حساب تل تل کا

گڑیا لیلیٰ ہے گڈّا مجنوں ہے تم کرو کام بھائی نوفل کا
اِن کے دق کرنے میں پڑیں پتّھر سُن کے خانم مرض ہوا سل کا
اے سلیمان خاں وہ ہوں بلقیس میٹ دوں صاف نقش کامل کا
تم سے جن کو اتاروں شیشہ میں ہوں پری یا دفن ہے کامل کا
ایک ہی ہے یہ کھوجڑے پٹیا
جانصاحب برا ہو اس دل کا

ردیف ب

کہ مجھ سے صاف اوموئے بے پیر آفتاب قمرن کو میری چاہتے ہیں نیر آفتاب
چکرا کے آسمان سے آتا زمین پر میری سی تیری ہوتی جو تقدیر آفتاب
چاندی کا طوق تار اکا مہتاب نے لیا سونے کی میری لے گیا زنجیر آفتاب
واری میں اس کے معجزے کے نام کے نثار کرتا تھا جس کے حکم سے تقریر آفتاب
ناحق جو تیری طرح جلاتے ہیں وہ مجھے میری خطا نہ ہے تری تقصیر آفتاب
نعمت نہ نکلے دھوپ تو کیے نہ اک اناج ہے حق میں دانیال کے اکسیر آفتاب
مہتاب کا ہے سامنے جس کے سفید رنگ وہ میرے گنجفہ میں ہے تصویر آفتاب
یہ ریختی نہیں ہے طرح کی ہے پیروی
اے جان ادہی کیا کہوں خوگیر آفتاب

ردیف ز

چلتی شراب باغ میں ہے صبح و شام روز پھول آفتاب پیتا ہے اے بی مدام روز
حلکے پہ حلکے دیتا ہے وہ پوچھتے نہیں آقائی کو وزیر بہو کا غلام روز

محشر میں کیا خدا کو مواں منہ دکھائے گا
بھنوئی کے حرم سے ہے کرتا حرام روز
میکے میں جا کے ماما اجی کہہ دیا کرے
تسلیم بندگی مرا مجرا اسلام روز

اے جان کس طرح نہ مر اناک میں ہو دم
آ آ کے جب ستائے نگوڑا زکام روز

اک دل پہ غم کے لگتے ہیں تھپر ہزار روز
شیشہ ہمارا ہوتا ہے بی سنگسار روز
کیا کیا نہیں کھلاتا ہے پرور دگار روز
خورشید کیوں نہ شکر کروں بار بار روز
دل کا کنول کھلا نہ۔ ہوا ایک خار روز
وہ آئے چار باغ ہیں بھتی میں چار روز
دولت قدم تو گھر میں پیادے کے پڑ گئی
کوڑا کرے گا کس پہ یہ چابک سوار روز
جاڑوں میں ایسی گرمی نکالی اہیر سے
نرگس پہ بھینسوں چڑھتا ہے گلشن بخار روز
جورو کا اس پیادے کی چھڑوا کے طوق دو
گردن پہ میری ہوتی ہے آ کے سوار روز
تسبیح ان کی دانہ ہے ڈورے کو جانو جال
عمامہ ان کی پھٹکی ہے کھیلیں شکار روز
سجدوں میں سر رگڑ کے یہ کہتا بڑھاپے میں
جگ میں گھٹے نہ شان بڑھے اعتبار روز
دنیا میں رام کرتے ہیں دولت کے جانور
لچھمی پھنسا ہی لیتے ہیں یہ بیشمار روز
تکلے کی طرح سیدھی ہو جل ککڑی میری سوت
چرخے کے بل کی لیتے ہیں اب رشتہ دار روز

بی جان۔ جان کیا گئیں کب تک وہ آئیں گی
ہفتے کے پیر خاں ہیں ابھی تین چار روز

ردیف ل

کسی کے میں نہ کوئی میرے پیار کے قابل
تجھے ہو مردوے اب میں ہو یار کے قابل
تم اس چمن میں مجھے پھول جانو اجرک کا
ابھی خزاں کے نہ میں ہوں بہار کے قابل

ہزار بڑھیوں کی بڑھیا مری جوانی ہے — بہار میں بھی نہیں ہے بہار کے قابل
خدا کے سامنے محشر میں بھی نہ جاؤں گی — یہ منہ نہیں مرا پروردگار کے قابل
اُٹھائے سر پہ ہے ایک ایک رونگٹا گٹھڑی — مرے گناہ نہیں ہیں شمار کے قابل
کمال آتا ہے افسوس اوہی نرگس پر — یہ ہڈیاں تھیں نگوڑی بخار کے قابل
بجا ہے اس پہ ہوں بندی کی آنکھ کے پردے — نظر کے تار اگر ہیں ستار کے قابل
جوانی پیٹے موئے عارضی ہیں بس دونو — یہ حُسن و عشق نہیں اعتبار کے قابل
بڑھاپا خوب ہے آتو جی مجھ سی خیلا کو — گدھی کو تم نے کیا مار مار کے قابل
غضب کی آنکھیں جوانی میں ہونگی نرگس کی — ابھی تو یہ نہیں شکرے شکار کے قابل

سند ہے جان بھلا کب گواہی رنڈی کی
تمھاری بات ہے کب اعتبار کے قابل

کھائے ہیں ان کی بھانجی نے بالے پن میں گل — پھولے نہ کیوں بہار کا بھائی بہن میں گل
میں اس چمن سے لے کے چلی لوگو چار داغ — حرہ کے بدلے لائے کے رکھنا کفن میں گل
اے جان رُخ کو چاند بھی کہتے ہو اور چمن
ہیٹوں میں ان کے کانوں کو سمجھو گہن میں گل
مردوں کا میرا چولی ہی دامن کا ساتھ ہے — میں ہوں اگر بہار تو یہ اپنے فن میں گل
سرکھ نہ گرم کرنی تھی حاکم سے گفتگو — کھا آئی منہ پہ آگ لگے باکپن میں گل
باندی کے سر پہ توڑوں گی چھڑیاں گلاب کی — پھینک آئی زیر پائی کا گلشن چمن میں گل
پھولا م دھوپ چھاوں مشجر میں دیکھیے — یہ نام بھی غلط ہے کہاں گلبدن میں گل
میں بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گئی — اے جان کر تو لائی نگوڑی رسن میں گل

ہم بالوں میں بیلے کے پہنتے ہیں بوا پھول — پہنا وادیں ہاہیوں کل ہے یہ کرن پھول
کیا اوہی کہوں رات سے اک پالی ہے بلبل — پھولا یہ لگا اس کو گیا سارا بدن پھول
پھولے نہ پھلے باغ سے دُنیا کے سدھارے — جیتی رہی اے بھائی اُٹھانے کو بہن پھول
کیوں خار نہ ہو فرش کی محتاج وہ اب ہے — جس سیج پہ بچھتے تھے سدا سیکڑوں من پھول
پھولوں نہ سمائے گی وہ مہتاب کو دینا — اے صبح کنوار لائے اگر شام برن پھول
کر چاندنی کی سیر بی مہتاب تو اس دم — جب کھیت کرے چاندنی جب جائے چمن پھول

کیا خوب کہی بات ہے گلشن نے زناخی
بُلبُل کا وطن باغ ہے خوشبو کا وطن پھول

ردیف ن

مری ہی جائی ہو تم مجھ سے عقلمند نہیں — میں بات چیت میں لقمان سے بھی بند نہیں
نہ شوق گانے سے مجکو نہ ہے بجانے سے — اسی سے حسن مرا مردوئے پسند نہیں
ہر اک کے کان میں شیطان نے یہ پھونک دیا — زیادہ تجھ سے زمانہ میں عقلمند نہیں
مرے جو نکلا ہے تل بھاگوان جلتی ہے — میں دل کو سوت کے کیونکر کہوں پسند نہیں

رموزیں چھانٹ کے اے جان دل جلاتا ہے
چچے ہو بات یہ تیری مجھے پسند نہیں

لونڈی ہوں بچپنے کی یہی میرے پیر ہیں — دو ہاتھ ہیں تو پانچ مرے دستگیر ہیں
تم کیا ہو اس لکیر یہ عاشق امیر ہیں — بندی کی مانگ پر ہوئے لاکھوں فقیر ہیں
کترن پہ ڈالی آنکھ مرے دل سے گر گئے — اپنے چلن سے آپ ہوئے وہ حقیر ہیں
لڑنے پہ لبیں کیوں نہ ہوں جلتی ہیں بیگما — تشتے نہیں ہیں ساس کے ناوک کے تیر ہیں

فرہاد خاں بلائیں گے شیریں کو آج کیا | پکوا رہے ہے جو میرے سلونے سے کھیر ہیں
ہیں ایک دونوں حُسن میں بدرِ منیر ہیں | فرزند چاند خاں کے بھی وہ بے نظیر ہیں
آتے ہیں بوڑھے چونڈے پہ میری دداکے وُہ | پریوں کے بھائی ننھے میاں کوئی پیر ہیں
بڑھیا کے بوڑھے چونچلوں پر مرد کیا کریں | اُتری ہوئی کمان میں بے پر کے تیر ہیں
پہ چوٹی ہے کالکا مری سفلی عمل ہے حُسن | آنکھیں ہیں موہنی مری تل چاروں بیر ہیں

اے جان خوب کہتا ہے تو ہر زمین میں
تیرے ہی شعر سب کے ہوئے دل پذیر ہیں

عقل نے بھی اوہی دیکھا خوض کر ملتی نہیں | واہمہ بھی ڈھونڈھتا ہے پر کمر ملتی نہیں
اے بوا عنقا کی صورت عمر بھر ملتی نہیں | واہمہ بھی ڈھونڈھتا ہے پر کمر ملتی نہیں
سیکڑوں خیلا ملیں چر بانک پر ملتی نہیں | صاف دیدہ انکھ مندی مجھ سی مٹر ملتی نہیں
مردوے رستم ہوں میں تو قدر کر مجھ زال کی | دل ہو جس رنڈی کا ایسا اور جگر ملتی نہیں
کیا ارادہ اور بے چھندرا کے بولے جو میاں | منہ ملا مچھی کے لینے سے کمر ملتی نہیں
ہو گیا اظہر یہ ہر ذرّے کو اے شمس النسا | چاند خاں سے خود میں گرتی ہوں حذر ملتی نہیں
اے بوا مصری جسے کہتے ہیں ثعلب وہ کہاں | بے اثر لایا ہے یوسف باثر ملتی نہیں
بر نہ ہو قسمت میں جب تک آئے کیا بانو کی بات | روز مشاطہ ہے جاتی بات پر ملتی نہیں
ایک ہمسائی بہت ہے آگ پانی کے لئے | میں محلے میں ہر اک سے گھر پہ گھر ملتی نہیں

خیر جب تک جان کی ہے جانصاحب جان لو
جب تلک بے دید رنڈی سے نظر ملتی نہیں

پہنچی ان تک بیقراری کی خبر برسات میں | میں نے بجلی کو بنایا نامہ بر برسات میں

تھی میں رونے والیوں میں روتے روتے مرگئی ۔۔۔ کرنا مجلس نام کی میرے مگر برسات میں

ابر سے کیا کم بھریں جھروں نے نالے ندیاں ۔۔۔ وہ بھی روئی ایکساں آٹھوں پہر برسات میں

گھر ہے ٹوٹا سا کہیں دب کے نہ مر جاؤں اچی ۔۔۔ ہے یہی اے بی حیاتن مجکو ڈر برسات میں

کیا عجب رونے میں بیتابی سے چلاتی ہوں میں ۔۔۔ کو کتی کوئل ہے بنو بیشتر برسات میں

آنسوؤں کی جب جھڑی لگتی ہے دم بھرتا ہے یہ ۔۔۔ دل نگوڑا بن گیا جھینگر مگر برسات میں

ساتھ رونے کے اُمنڈتا غم ہے دل پر اس طرح ۔۔۔ جیسے آتی ہیں گھٹائیں جھوم کر برسات میں

ڈھونڈھتی پھرتی ہے ہمسائی کرائے کا مکاں

چھاونی کا گھر نبختی بیچ کر برسات میں

جانور تک گھونسلے کو لائے پر برسات میں ۔۔۔ اس موئے الّو نے بنوایا نہ گھر برسات میں

خوب کڑکے خوب تڑپے خوب چمکے آئیں جب ۔۔۔ بجلیاں کانوں کی میرے چھوٹ کر برسات میں

لے لیں ہمسائی کرایہ کوڑی کوڑی کیوں اُٹھوں ۔۔۔ خیر ہے ان کو کریں مجھ سے نہ شر برسات میں

ان کی آنکھیں یاد آئیں روتے روتے مرگئی ۔۔۔ میں نے دنیا سے کیا لوگو سفر برسات میں

جو ہیں گرجے کب ہیں برسے یہ مثل مشہور ہے ۔۔۔ بدلی بادل خاں گریں اور آئیں گھر برسات میں

بند ہوتی ہی نہیں ہے ڈاک خطرہ کتا نہیں ۔۔۔ یہ مسافر روز کرتے ہیں سفر برسات میں

اپنی آنکھوں کے جو سوتے جان دیکھے غور سے

گرگئے نظروں سے دریا بیشتر برسات میں

ردیف و

غرض نہ ساس کی الفت نہ چاہ سے ہم کو ۔۔۔ فقط ہے کام خصم کے نباہ سے ہم کو

وہ ہوں فقیرنی تکیہ خدا کی ذات پہ ہے ۔۔۔ وزیر سے نہ غرض بادشاہ سے ہم کو

خصم چھڑا کے موئے دل نے یار کروایا — کیا اسی نے ہے بے راہ راہ سے ہم کو

یہ سچ ہے رات کو بیہودہ پہلے بول اُٹھی — زناخی جان ترے اشتباہ سے ہم کو

یہ سچ مثل ہے اجی جس کا باپ اس کا باپ — نہ راندے گا وہ تمھارے گناہ سے ہم کو

موئے وکیل عدالت کے بن کے بیٹھے ہیں — کیا تباہ ہے جھوٹے گواہ سے ہم کو

سمجھ کے سوت جھنکائے کنویں زلیخا نے — کیا عزیزنہ یوسف کی چاہ سے ہم کو

الٰہی سوت ہو محتاج دو دو دانوں کو — یہ پھل ملے تری اب بارگاہ سے ہم کو

موئے کی آنکھوں کو تلوے تلے ملے نرگس — جو کوئی گھورے اری بد نگاہ سے ہم کو

ہماری بھابی کی بگڑی کو چوتھی شادی ہے
نہیں بلاتی ہیں بنّو کے بیاہ سے ہم کو

قید کرتے اوہی بے معمول ہو — مجھ سے لو جو صدر کا محصول ہو

دوسری مجھ سی نہیں سیتا ستی — جو دعا مانگو وہی مقبول ہو

دے دے اے خضر و کہاری پار کی — پوچھ کے مہرا سے جو معمول ہو

گھر کی کیا گت ہے نہیں کچھ بھی خیال — ناچ گانے میں یہ تم مشغول ہو

شیخ جی بیٹھک لو بکرے کے عوض — پھول کی جا پنکھڑی مقبول ہو

سو دتک تو مر دوا دیتا نہیں — اشرفی خانم ادا کیا مول ہو

لال خاں لائے وہ مونگا کے لئے — جو شفق سے سرخ بستر ٹول ہو

کان میں ہے درد خاگی شاہ کے — ڈال دے خانم جو کنگن ڈھول ہو

ہل کے پانی تک اجی پیتے نہیں — تم تو عہدی سے سوا مجھول ہو

مار کر بیٹھے ہو گھی والے کا مال — اب گئے گپے کی صورت بھول ہو

چکنی باتوں سے نکل جائے گا تیل چپ رہو جھگڑے کو دیتے طول ہو
روغنی صورت نہ حاکم دیکھ لے اوہی سمجھو دل میں کچھ معقول ہو
وہ جو بجرے کے دھوئیں پر ہوں سوار دل جلے کی آہ کا مستول ہو
یاد رکھئے کے فراموشیں ہوئیں
ہو نہ ایسا جانصاحب بھول ہو

ردیف ھ

خوب گُن سیکھے کواری کھیں کر جبشن کے ساتھ رات کو مستی ملی اندھیرے ہے سوسن کے ساتھ
ایک غمخواری نے تو گو نیک بختی دی تجھے خوش مزاجی سے بنا ہی اس موئے بدظن کے ساتھ
رنگ لائی گل کھلا یا لڑکی نے اے نوبہار باغ میں جھولا گئی کیا جھولنے مالن کے ساتھ
نام کیا لنکا میں کرتی سامری سے میں سوا مجھ سی جادوگرنیاں ہوتیں اگر راون کے ساتھ
نام سے نفرت مسلمانوں سے اس کافر کو ہے نوج ہوں ویندار خاں پر موئے درشن کے ساتھ
منہ بنایا کس لئے بگڑی ہیں کیوں کھولی زباں کون سی میں نے بُرائی کی بھلا سمدھن کے ساتھ
پھر نہیں پھولوں سماتے آج کل گلزار خاں
دیکھئے کیا گل کھلے اُلجھے ہیں پھر گلشن کے ساتھ

باجی جائے گی نہ جوتی موے ناشاد کے ساتھ ذبح کروانا ہے تو بھیج دو جلاد کے ساتھ
سنگدل کیا ہی تھی کتنی پڑیں پتھر اس پر باجی شیریں پہ ستم کیا کیا فرہاد کے ساتھ
باجی سمدھن نے کیا ظلم مرے بچے پر ساس کرتی ہے سلوک ایسا بھی داماد کے ساتھ
آئے اس کے بھی ابھی ننھے بڑے کے آگے جیسا سوکن نے کیا ہے مری اولاد کے ساتھ
باغ کو سوت چلی موت نہیں قابو میں میں وہ کرتی جو خدا نے کیا شداد کے ساتھ

دے وہ تصویر جو ہو زیر و زبر کا نقشہ
پیش اب آؤں اسی شکل سے بہزاد کے ساتھ

نیکنامی اسی اے جان نہیں ملتی ہے
جو کہ شاگرد بدی کرتا ہے اُستاد کے ساتھ

ردیف ی

مر دوے کیوں ہوں میں تیری آشنا کے سامنے
میرے بیری جائیں ایسی بے سوا کے سامنے

باجی اماں کب گئی ہیں منجھلی دیورانی کے پاس
جس نے دیکھا ہو وہ کہ دے میرے آ کے سامنے

اے دگانا بس یہی باتیں مری سر چوٹ ہیں
مجھ کو پیٹے تو اگر جھگڑے ددا کے سامنے

تو وہاں میٹھی ہوئی کیا بڑبڑاتی ہے ددا
جو کہ کہنا ہو تجھے کہ میرے آ کے سامنے

جیتے جی مرزا کو اپنا منہ نہ دکھلاتی کبھی
باجی اماں لے گئیں قسمیں دلا کے سامنے

مان کہنا دل نہ دے اپنا پری خانم کو تو
ہوں گی اس سر کی قسم گوئیاں بلا کے سامنے

آتے ہی دھگڑے کے بیگم جان کو دیکھے کوئی
کیسی آ بیٹھی ہے جلدی بن بنا کے سامنے

جٹ جاتی تھی تو اب جاؤں گی میں یار و کے پاس
تو تو ہے کیا چیز کہ دوں بادشا کے سامنے

جو بُری باتیں خصم والی سے کرتے ہیں بوا
کیا جواب اس کا بھلا دیں گے خدا کے سامنے

اب کی میں چہلم کے دن خیمے کھڑے کرواؤں گی
جا کے امریوں کے نیچے کربلا کے سامنے

جانصاحب کی دگانا بے حیائی کیا کہوں
کر دیا ہلکا مجھے منجھلی بوا کے سامنے

ہر طرح آپ کی منظور مجھے خاطر ہے
دل اجی مال ہے کیا جان تلک حاضر ہے

مجھ سے اور اس سے اجی کون نہیں ماہر ہے
میں بھی تا جو ہوں وہ بھائی مرا ناصر ہے

دل تہ بھاری کر دکیا کرتے ہیں والی وارث
بیکسوں کا تو مری جان خدا ناصر ہے

آپ کے نام کا اس بندی نے چلّا باندھا — حاضری لائی ہوں درگاہ سے یہ حاضر ہے

آج مرزانی مجھے بھیج دیں صحنک باجی — میلے سر سے نہیں جامہ بھی مرا طاہر ہے

کون سی بات سکندر سے چھپائی خضرو — کیا نہیں آئینہ گیا اس کو نہیں ظاہر ہے

کھل گیا باتوں سے باطن میں ہے تُو دشمن — دوستی دوست کے دشمن کی اجی ظاہر ہے

وہ تو انسان ہے دن گھوڑے کے پھر جاتے ہیں — قدر ہو گی مرے قدرو کی خدا قادر ہے

مہری زہرا کی سواری نہ اترنے پائے — کہ دے ڈیوڑھی پہ اگر مہرنسا حاضر ہے

ظلم کرتا ہے مری جان پہ ہر وقت موا — یہ ہلاکو ہے یہ فرعون ہے یہ نادر ہے

کھیل کی راہ سے مہتاب اجی ہار چکی — چال سے جیت لی بازی تو مری نادر ہے

لے چکا منہ میں ہے للّو مری سو بار زباں — ہو گیا کب کا مسلماں یہ کیسا کافر ہے

لے میاں صدقے میں معشوق محل کے پرسوں — چھوٹی محبوب کا بچکانا ہوا ناظر ہے

جس کا جی چاہے وہ بہتان کرے بندی پہ — میرا اللہ تو حاضر ہے اجی ناظر ہے

مول لے لیتی میں گھر بیچ کے بی ہمسائی — حسن کی جنس کا ہاں کوئی اجی تاجر ہے

شکر ہر حال میں اللہ کا لازم ہے بوا — وہ ہے شیطان کہ جو اس کا نہیں شاکر ہے

اعتراضوں سے اری او ہی تجھے کیا مطلب
جانصاحب ہو چنچے تو بھی کوئی شاعر ہے

آبرو تالاب پر لی وہ دیا چھینٹا مجھے — مفت پانی پانی بنو کر گیا سقّا مجھے

ایسی ہمسائی کو کیا کوسوں گدھے کا ہل پھرے — جس کے گھر سے اے پری خانم ہوا سودا مجھے

راہ کی خضرو نے کھوٹی یہ گئی لہری کہاں — چھوڑنے جانا ہے پریوں کا طبق دریا مجھے

بی صنوبر کب بڑھی تو ہاتھ کی میری زباں — بانس منڈی والیوں سے او ہی کیا لگا مجھے

سوت مانی کی ملاؤں خاک میں تصویر کو　　　کیوں دکھانے لائی یہ بھاتا نہیں نقشا مجھے

میں بنی خیلا ہوں اے یوسف زلیخا سے سوا　　　یاد تھا جو کچھ وہ تیری چاہ میں بھولا اب مجھے

حق میں جو مشکل پڑی آسان کی اللہ نے　　　بن گئی سولی بھی اے منصور جاں کانٹا مجھے

چار پیسے والا جس کو جان کے میں پڑ گئی　　　کوڑیا خانم دیا اس نے نہ اک حبّا مجھے

کیسا کپڑا جس سے روٹی تک ہوا ملتی نہیں　　　وہ نکھٹو بے حیا جھڈو ملا بھڑوا مجھے

دن تو یہ کڑوے کسیلے آپ کے گھر آوں میں

جانصاحب ایسا میٹھا ہے تمھارا کیا مجھے

کیا ناتا چھوڑے گاؤں کا در گور ہو چمار　　　پاپوش سے مری وہ نگوڑا کہیں رہے

پایا ہوا کے کاندھے پہ تھا جن کے تخت کا　　　وہ تاج چتر والے نہ مسند نشیں رہے

دنیا سرا ہے لوگ مسافر عدم کے ہیں　　　کوئی نہیں رہے گا زنا خی یقیں رہے

کر لو گے ہم کو چھوڑ کے تم اور اک اجی　　　اچھے رہے تمھیں نہ کہیں کے ہمیں رہے

اب کیا ہنسیں خصم سے بڑھاپے میں اے بوا　　　اکھڑنے کے دن وہ ہمارے نہیں رہے

اے جان تم تو مجھ سے لڑائی کے واسطے

باندھے کمر چڑھائے سدا آستیں رہے

لگا کے آگ اک دن تیرے شر سے　　　نکل جاؤنگی آتشباز گھر سے

مرا بچہ پھرا خالق کے گھر سے　　　جیا مر کے نرگس کی نظر سے

مری کندن پہ جو فولاد پگھلا　　　ہوا لو گویہ لوہا موم زر سے

لگائی آنکھ بادامی سمجھ کر　　　بڑی نرگس نے چھوٹی خوش نظر سے

جو دیتا ہو زمانہ لو کہارو　　　مجھے تم لائے ہو عالم نگر سے

سگھڑ ہے سوت تو اپنے لئے ہے مجھے کیا کام اجی اس کے ہنر سے
نہ جائے سوت کے گھر جانصاحب
گھٹا چھائے الٰہی مینہ وہ برسے

مہتاب دری کل جو گئی بارہ دری سے دس گز تھی بڑی چاندنی خانم کی دری سے
بُرا اچھا ہے محتاج ملا گر تجھے بنو ایسی ہی برات آئے گی ثابت ہے بری سے
ٹکسال چڑھے کیوں نہ چلن جس کے ہوں کھوٹے کی تو نے بدی اشرفی خانم سی کھری سے
خوش مجھ سے ہوں اک پیسا نہ دیں کوڑیا خانم کیونکر نہ جلوں سوموں کی ہیں مفت بری سے
گو شکل مری اچھی ہے میں کیا کروں چھمی تقدیر تو بدتر ہے مری بھاگ بھری سے
چاہت سے سلیمان کی پر لگ گئے بنّو بلقیس کچھ اچھی نہ تھی صورت میں پری سے
تقدیر بھی پلٹے پہ نہیں کیا کروں لوگو کچھ فائدہ مجھکو نہ ہوا ناموری سے

اے جان میں دل کھو کے ہوں درگاہ میں آئی
شیشہ مرا چوری گیا بینا نگری سے

ڈھونڈھنے آپ کو بندی نہیں بیجا نکلی ہے اجی چاہ میں یوسف کے زلیخا نکلی
پیچھے مجنوں کے سڑن بن کے جو لیلیٰ نکلی دل کا کہنا کیا گھر چھوڑ کے دُکھیا نکلی
بیجہ کرنے کو جور ستم سے میں تیار ہوئی پیٹ پکڑے ہوئے بس زال کی بڑھیا نکلی
بی دوگانا میں ادا فرض کسے بنو کے ہوئی بیاہ اچھا نہ ہوا کچھ نہ تمنا نکلی

جل کے اک دوزخی لونڈے نے کہا محفل میں
جانصاحب کی طرح ایک کے بھڑیا نکلی

میں اس چمن میں بند نہیں اب ہزار سے توتی ہوں ایک ہند کی بحثوں ہزار سے

قسمت کا کیوں گلا کروں پروردگار سے ۔۔۔ سو سے اگر بُری ہوں تو اچھی ہوں چار سے
الفت کی اوہی دل کو کدورت نصیب ہو ۔۔۔ شیشہ گھڑی کا پاتا ہے رونق غبار سے
لالی لبوں کی چوس لی لے لے کے مچھیاں ۔۔۔ باز آئی ایسے آپ کے اخلاص پیار سے

ایسے نہیں ہیں شیخ اسد تیس مار خاں
جیتے جو بچے شیر کے بھیجیں شکار سے

نوج گھر میرے وہ نامرد نگوڑا آئے ۔۔۔ خود نکل جاؤں جواب کھوجڑے پیٹا آئے
سَوت کے گھر سے مرے گھر نہ وہ آئے مردار ۔۔۔ یا خدا آئے تو ایسے کا جنازا آئے
بے حیا چکنا گھڑا انگٹا نگوڑا جو ہو ۔۔۔ اس موئے کو مرے تر کھے سے حیا کیا آئے
بے سبب مجھ سے نہ کیوں نیک قدم ہوں وہ خفا ۔۔۔ چابک اسوار ہیں کرتے ہوئے کوڑا آئے
باجی اولاد میں مجنوں کے پری خانم ہے ۔۔۔ ایک دیوانہ نہ کیوں کنبے میں ہوتا آئے
لاکھ بیگانوں کا بیگانہ ہے وہ اچھی بی ۔۔۔ جو بُرے وقت میں بھی کام نہ اپنا آئے
مجھ زلیخا کی اگر چاہ ہے اس یوسف کو ۔۔۔ ق ۔۔۔ نوج میں جاؤں وہی گھر مرے دوڑا آئے
پاس پیاسے کے کنواں دوڑ کے جاتا ہے کہیں ۔۔۔ کیا غرض ہم کو غرض رکھتا ہے پیاسا آئے
دونوں بچے بھی ہیں دیوانے پری خانم کے ۔۔۔ بن کے باہر سے عجوبہ ہیں تماشا آئے
مرتے مرتے بوا جنگل میں کہا مجنوں نے ۔۔۔ ڈھیٹ دینے کو مری قبر پہ لیلا آئے

جانصاحب مرا دل جانتا ہے کیا میں کہوں
دل کسی پر نہ مری جان کسی کا آئے

تمہارا مال ہے ہر وقت اختیار میں ہے ۔۔۔ خبر نہ ہو نا دلہن سے ابھی بخار میں ہے
بڑھاپا اونٹ سا ہے ڈیل عقل خاک نہیں ۔۔۔ یہ سار بانی باندی کسی قطار میں ہے

وہ اپنے منہ سے ملے پانچویں سواروں میں
وہ کس حساب میں کس گنتی کس شمار میں ہے
گلے میں کھٹکا ہے گلشن کے تیر گل کیا ہی
ستم کی ہولیاں گاتی اجی بہار میں ہے

پلوٹھی کا جننا مصیبت نئی ہے
نئے رنج کے ساتھ راحت نئی ہے
نہیں او ہی اولاد سے پیٹ بھرتا
خدا جب یہ دولت دے دولت نئی ہے
پرانی حویلی کا ہے نام باقی
بگڑ کر بنی سب عمارت نئی ہے
سکندر نے آئینہ خضرو کو بھیجا
نکالی یہ ملنے کی صورت نئی ہے
بلال اور قنبر قدیمی ہیں چیلے
دئیے مجھ کو۔ ان کی عنایت نئی ہے
پڑھے کیوں نہ ہر وقت یوسف زلیخا
نیا دل لگایا ہے چاہت نئی ہے

ایڑیوں پر ہے صنوبر کی لٹکتی چوٹی
چوٹی والی کی بھی چوٹی سے ہے لمبی چوٹی
دُم ہے کُتّے کی کہ ہوتی نہیں سیدھی چوٹی
کس گنواری نے یہ گوندھی ہے تمھاری چوٹی
اُلجھی تھی بھائی کے ہم زلف سے کنگھی والی
کاٹتا کیوں نہ وہ سر مونڈی کی موری چوٹی
بے نکاحی ہوں ابھی سر میں اُٹھاؤں کیونکر
ہے دبی پاؤں تلے سوت کے میری چوٹی
دن نہ ڈھل جائے نہا دھو لو بوا مہرن
مسّی کاجل کرو گی رات کو کنگھی چوٹی
ہوش کس کو ہے کھُلا ہے کہ بندھا ہے جوڑا
ناک چوٹی میں گرفتار ہوں کیسی چوٹی
کالا ماموں ہے ہر اک بال مرے پٹّی کا
مردموذی کا ڈسے دل وہ ہے افعی چوٹی
بندی درگاہ جو نوچندی کو درگاہ گئی
ایک سے ایک نظر آئی نرالی چوٹی
وصف میں چوٹی کے اک شعر چوٹی کا کہا
جانصاحب نے بکی کیا ہے یہ چوٹی چوٹی

قطعہ تاریخ طبع دیوان چرکین

گل آدم نے ہر اک صفحے کو گلشن بنایا ہے
ہوا ہے شہد سے شیریں نئے آئیں کا نسخہ

عجیب تاریخ یہ گہیل کہی ہے جانصاحب نے
سنا بی جان باجی کل چھپا چرکین کا نسخہ

۱۲۷۳ھ

خمسی (تضمیں)

لونڈی سو جان سے قربان گئی تجھ پہ نبی
اچھے محشر میں بجھا دیجو مری تشنہ لبی

تو ہے بندی کا سہارا دم حاجت طلبی
مرحبا سیّدِ مکی مدنی العربی

دلِ من باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

کھایا آدم نے جو گیہوں ہوا اللہ خفا
بخشوائی ترے صدقے میں گئی اُن کی خطا

اما حوّا نے جو دیکھا تو یہ خوش ہو کے کہا
نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را

برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

عورتیں جمع تھیں اک جا پہ بہت شاہِ اُمم
ذکر میں حضرت یوسف کے تھیں مصروف بہم

دیکھ کر تجھ کو یہ بول اُٹھیں جناب مریم
من بیدل بجمال تو عجب حیرانم

اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

مرد وے چار کریں جوروئیں اے نیک صفات
حکم ہے شرع کا باری سے رہیں اک اک رات

ایک تو پاس رہے تین کی پوچھیں وہ بات
ما ہمہ تشنہ لبانیم توئی آب حیات

رحم فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی

ضمیمہ دوم

صفحہ ۵۴ میں منشی عبدالغفور خاں نساخ کے اعتراضوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ نساخ تھے تو کلکتہ کے مگر اساتذہ لکھنؤ کے کلام پر اعتراض کیا کرتے تھے لہذا میر انیس و مرزا دبیر کی حمایت میں منشی سید اسمعیل حسین منیر شکوہ آبادی نے سنانِ دلخراش لکھی جو چھپ نہ سکی اور مرزا محمد رضا معجز نے تطہیر الاوساخ لکھ کے چھپوا دی۔ سنا گیا ہے کہ ان دونوں کتابوں کے لکھنے میں میر نفیس اور مرزا اوج سے بھی مشورہ لیا گیا تھا۔ دیگر شعرائے لکھنؤ کی طرف سے تردید الایرادات گستاخی معاف جلوۂ عجیب و غریب سخن فہمی شائع کی گئیں اور نساخ کے کلام کے عیوب دکھانے کے واسطے فدا علی عیش مرحوم نے رسالہ تفضیح چھپوایا۔ یہ سب کتابیں ۱۲۹۸ھ و ۱۳۰۴ھ کے درمیان چھپی ہیں۔ ان سے چند اعتراضات یہاں لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ ناسخ) دل ملک انگریز میں جینے سے تنگ ہے رہنا بدن میں روح کا قید فرنگ ہے

(اعتراض) انگریز بروزن فاعلات محض غلط ہے۔ جواب (وصال)

ازیں گفتہا آتشم گشت تیز کہ میل ولم بود با انگریز

۲۔ (آتش) کنج تنہائی میں بھی چلا کے رو سکتا نہیں لوگ کہتے ہیں درو دیوار کے بھی گوش ہے

(اعتراض) لوگ کہتے ہیں کہ دیوار کے بھی گوش ہے یہ نہیں کہتے کہ درو دیوار کے بھی گوش ہے۔ (جواب) درو دیوار نہ پڑھئے ڈرو دیوار پڑھئے۔ یعنی ڈرو میں ڈال ہے دال نہیں

۳-(وزیر) زصحت تو جہاں اعتدال راست مدار نمی شوند کنوں چشم دلبراں بیمار

(اعتراض) چشم واحد ہے اس کا فعل نمی شوند جمع نہ ہونا چاہئے۔

جواب (نظامی) ہنوزم ہندواں آتش پرستند ہنوزم چشم چوں ترکان مستند

۴-(صبا) قرار اک دم نہیں ہے دیدۂ غم بیں میں آنسو کو

نہیں آرام گہوارے میں بھی اس طفل بدخو کو

(اعتراض) دیدۂ غم بیں کی ترکیب بھی دیدنی ہے۔ جواب (امیر)

کیا میں بھی پریشانی خاطر سے قریں تھا آنکھیں تو کہیں تھیں دل غم بیں کہیں تھا

۵-(دبیر) عاشورۂ حسین کا ہے واقعہ شدید سچ تو یہ ہے کہ پنجتن اس میں ہوئے شہید

(اعتراض) عاشورا الف سے ہے۔ ہ سے نہ ہونا چاہئے۔ (جواب) (فقیر اللہ آفریں) عاشورۂ ما باشمی وعید دگراں چند۔

۶-(انیس) آمادہ نبرد تھی دونوں طرف سے فوج نرغے میں بیقرار تھا شاہ زنان کا زوج

(اعتراض) شاہ زنان کا لفظ فارسی میں نہیں آیا۔ (جواب) ملا آقائے دربندی نے عربی میں لکھا ہے کہ حضرت شہربانو کا ایرانی نام شاہ زناں تھا۔

۷-(نساخ) نقش کیا کیسا فتیلہ، وکہاں کا تعویذ (نساخ) لاکھ مردوں نے زرہ پہنی وباندھا تعویذ دونوں مصرعوں میں واو جو حرف عطف فارسی وعربی ہے ہندی الفاظ کے پہلے غلط استعمال ہوا ہے۔ افسوس ہے کہ فریقین نے ذاتی اور مذہبی حملے بھی کئے تھے جن کی وجہ سے معاملہ عدالت تک گیا اور کتابیں دوبارہ نہ چھپ سکیں۔





